تعلیم الحدیث

76

مشکوٰۃ۔ کتاب الآداب

مع ترجمہ و تشریح

شیخ محمد اقبال ایم۔ اے

علمی کتاب خانہ۔ اردو بازار۔ لاہور

Marfat.com

تعلیم الحدیث

مشکوٰۃ — کتاب الآداب

مع

ترجمہ و شرح

از شیخ محمد اقبال ایم اے (عربی) ایم اے (اسلامیات)

ایم اے (فلسفہ) ڈبلیو، پی، ای، ایس (۱)

علمی کتاب خانہ اردو بازار لاہور

ہدیہ: پانچ روپے پچاس پیسے

۲۹۷٫۶۳۶
م ل ا ۳
۴۴۸۲۵

اشاعتیں

(۱) جون ۱۹۶۵ء

نقوش پریس اُردو بازار لاہور

تعلیم الحدیث کتاب الآداب کی ترتیب

مشکوٰۃ شریف کے ہر باب کی عموماً تین فصلیں ہیں۔ تعلیم الحدیث کتاب الادب میں یہ اہتمام ہے کہ ہر باب کی صرف پہلی فصل کا متن لایا گیا ہے۔ اس کے ہمراہ ترجمہ اور شرح بھی ہے۔ باقی دو فصلوں کا صرف ترجمہ دیا گیا ہے۔

پہلی فصل کی احادیث اساسی حیثیت رکھتی ہیں۔ دوسری اور تیسری فصل کی احادیث ان کی مزید وضاحت کرتی ہیں۔ اس لئے ان کا پیش نگاہ رکھنا ضروری ہے۔

۲۔ ہر باب کے مطالب و مسائل پر الگ بحث کی گئی ہے۔ ان مباحث میں تینوں فصلوں کے مضمرات کو یکجا کر دیا گیا ہے تاکہ صاحب مشکاۃ رحمۃاللہ علیہ کا مقصد فوت نہ ہونے پائے۔ ان مباحث میں ہر سہ فصول کی احادیث کی عبارات کو دہرانا ضروری نہ تھا۔ وہ اپنے اپنے مقام پر درج ہیں۔

۳۔ احادیث کی شرح اور مطالب و مسائل میں جہاں ضرورت پڑی علوم جدیدہ سے رجوع کیا گیا ہے۔ اس کے بغیر چارہ نہ تھا۔

مؤلف علاّم نے معانی کے کن کن سمندروں کی غواصی کی ہے۔ اور غور اور فکر کے کیا کیا مرحلے طے کئے ہیں اس کا اندازہ کتاب کے مطالعہ سے ہی ہوگا۔

این سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

سردار محمد۔ علمی کتاب خانہ۔ اردو بازار لاہور

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

مشکوٰۃ ـــ کتاب الآداب

باب السلام

سلام اے بخشنے والے نظر اقبال مسکیں کو
فقیری جس کی ہے انوارِ فارانی سے نورانی
نگاہِ مہر کے صدقے ہیں تیرے سو بہ سو چرچے
ترے احسان کے قرباں! رہے اس کی فراوانی

Marfat.com

سلام

لغوی معنی

سلام کے لغوی معنی ہیں:

سلامت۔ عافیت:[1] اس اعتبار سے عرب میں ایک سدا بہار درخت کو سلام کہتے ہیں۔

بے عیب اور بے نقص ہونا: اللہ تعالیٰ کا ایک نام اس لئے سلام ہے کہ وہ عیب اور نقص سے پاک ہے۔

بے روگ ہونا: قلبِ سلیم بے روگ دل کو کہتے ہیں۔

بچاؤ اور حفاظت میں رہنا: جنت کو اس لئے دارالسلام کہتے ہیں کہ مومن اس میں آفات سے محفوظ رہے گا۔

شکستہ حال اور شکستہ دل نہ ہونا:

براءت یعنی لاتعلق ہونا: سلامِ متارکت کا یہی مفہوم ہے۔

بعض علماء کے نزدیک سلام اور سلامت ہم معنی ہیں اور بعض کے

---

[1] اردو میں سلامت کو سلامتی کہتے ہیں۔

Marfat.com

نزدیک سلام سلامت کی جمع ہے۔

سلام کے مرادف سِلْم کا لفظ بھی آتا ہے۔

سلام کے لفظ سے صلح کا خیال بھی پیدا ہوتا ہے۔ لہٰذا سِلم اور سَلَم کے معنی صلح ہیں۔ مسالمت کے معنی ہیں: مصالحت

سلام بطور مصدر بھی آتا ہے۔ اور تسلیم سے بطور اسم بھی۔

مراد و تعریف | شرع میں سلام سے مراد یہ ہے کہ طرفین میں سے ایک دوسرے کو قصد و نیت کے ساتھ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ اور طرفِ ثانی پہلے کو وَعَلَیْکُمُ السَّلَامُ کے دعائیہ کلمات کہے۔ ان ابتدائی اور جوابی کلمات میں وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ وَمَغْفِرَتُہٗ کے کلمات بھی بڑھائے جا سکتے ہیں۔

یہاں نیّت سے مراد اعزاز و محبت کی نیت ہے۔

طرفِ اوّل کو مُسَلِّم (یا مبتدی) اور طرفِ ثانی کو مُسَلَّم عَلَیْہِ (یا مُجِیب) کہتے ہیں۔

اوپر جس سلام کی تعریف بیان ہوئی ہے اسے سلامُ المُتَارَکَۃ سے ممیز کرنے کے لئے سلامُ التَّحِیَّۃ بھی کہتے ہیں۔ سلام المتارکت سے مراد وہ سلام ہے جس کے ساتھ آدمی کسی سے پیچھا چھڑا کر الگ تھلگ ہو جائے۔ قرآن کریم کی مندرجہ ذیل آیت میں سلامُ المُتَارَکَہ ہی مراد ہے۔

وَاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا (فرقان)

ترجمہ: اور جب اکھڑ لوگ ان سے بول اٹھتے ہیں تو یہ کہتے ہیں سلام ہے

Marfat.com

یہاں سلام کے لغوی معنی ہیں: تَسَلَّمَ یعنی پیچھا چھڑانا، بَرَاءَت یعنی لاتعلق ہونا اور مُتَارَکَۃ یعنی یکسو ہو جانا۔ مراد یہ ہے کہ بھئی! ہم میں تمہاری ہم زبانی کی طاقت نہیں۔ ہم جاتے ہیں، سلام ہے۔

سَلَام اور تَحِیَّت تَحِیَّت کا لفظ حیاۃ سے تَفْعِلَہ کا صیغہ ہے۔

جاہلی عرب ملاقات کے وقت عموماً حَیَّاكَ اللّٰهُ کے الفاظ سے سلام کہتے تھے لہذا تَحِیَّت آہستہ آہستہ حیاك اللّٰهُ کا مصدر ٹھہرا۔ بعد میں ملاقات کی ہر قسم کی دعاء اس کے مفہوم میں شامل ہو گئی لیکن اس کا غالب استعمال حَیَّاكَ اللّٰهُ کے لئے ہی رہا۔ اسلام آیا تو جاہلی الفاظ کا سلام متروک ہوا لیکن تَحِیَّت کا لفظ اسم مصدر کے طور سے باقی رہا۔ اسلام میں چونکہ تحیت صرف اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کے الفاظ سے ہوتی ہے اس لئے اس کے معنی عموماً تسلیم ہی لیے جاتے ہیں۔

تَحِیَّت عام ہے اور ہر دعائیہ کلام کے لئے بولا جا سکتا ہے۔
سلام خاص ہے اور صرف اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کے لئے آتا ہے۔
سورۃ الفرقان میں ارشاد ہے:

وَیُلَقَّوْنَ فِیْهَا تَحِیَّةً وَّسَلٰمًا۔

ترجمہ: اور اس میں ان کی دعا و سلام سے پیشوائی ہو گی۔
یہاں تَحِیَّت کا لفظ عام دعا کے لئے آیا ہے۔

سلام کی معنوی وسعت

سلام سے نہ صرف مادی بلکہ روحانی سالمیت بھی مراد ہوتی ہے۔ اس سالمیت کا ہر فرد بشر محتاج ہوتا ہے۔ آقا و غلام، امیر و غریب اور سیاہ و سپید کی اس میں کوئی تفریق نہیں۔

اسلام ایک ہمہ گیر اور انسانیت پرور دین ہے۔ وہ انسان کو شخصی زندگی کے تنگ حصار سے نکال کر عالم انسانیت کی کھلی فضا میں لاتا ہے۔ ہر مسلمان کا فرض ہے کہ سب اولادِ آدم کی فلاح و بہبود کا صدق دل سے نہ صرف خواہاں ہوں بلکہ اس کے لئے کوشاں بھی رہے۔ اس خواہش و کوشش کو برملا ظاہر کرنا ہے تاکہ دیگر افراد اس کے جذبات اور میلانات سے متاثر ہوں اور انسان دوستی کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہوتا جائے۔

خیر خواہی کے زبانی اظہار کی بے شمار صورتیں ہو سکتی ہیں لیکن اس کی بنیادی صورت صرف ایک ہی ہے جسے ربّ کریم نے ذُرّیتِ آدم کے لئے لازم ٹھہرایا ہے۔ یہ سلام تحیّت ہے۔ اس سے بڑھ کر صاف، سادہ اور شیریں صورت محال ہے۔ اس میں بے حد و کنار لچک اور وسعت پذیری ہے۔ سلام کا دائرہ عالم اجساد سے بھی آگے نکل کر عالم ارواح اور جنّ و ملک کی دنیا بلکہ پوری کائنات کو گھیر لیتا ہے۔ مسافرانِ عدم ہمارے سلام پر مسرور ہوتے ہیں۔ احادیث میں آیا ہے کہ شجر و حجر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام کا نذرانہ پیش کیا کرتے تھے۔ قرآن و حدیث سے ثابت ہے کہ یہی رسم ملائکہ کا بھی شعار رہی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس فرشتے حاضر ہوئے تو کلماتِ سلام سے آغازِ کلام ہوا۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے حضرت خدیجہ رضؓ حضرت صدیق اکبر رضؓ اور حضرت

Marfat.com

عائشہ رض کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے سلام پہنچایا، انہی الفاظ میں اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کو سلام کہا۔ نیک انسان کی نزاع کے وقت فرشتے بھی اس سے یہی الفاظ کہتے ہیں۔ جنت میں داخلے کے موقع پر فرشتے اسی طور کے سلام ہی سے مومنین کو خوش آمدید کہیں گے۔ باغِ جنت کے مکین سلام ہی سے ایک دوسرے کا استقبال کریں گے۔

حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق ہوئی تو سب سے پہلے ان کی زبان پر اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کے الفاظ رواں ہوئے۔ اس کے بعد انہیں سلام کی رسم سکھائی گئی اور بتایا گیا کہ یہ رسم تیری اولاد کا ورثہ ہے۔

وقت گزرتا گیا۔ یہ ورثہ کبھی گم ہوا اور کبھی پھر ہاتھ آ گیا۔ جب کوئی نبی تشریف لائے انہوں نے کلماتِ سلام کی یاد از سرِ نو تازہ کی لیکن انسان کا حافظہ ٹھوکر کھاتا ہی رہا۔ کسی نے غلام کی طرح ہاتھ باندھ کر نمستے کہنا شروع کیا، اور کسی نے گڈ مارننگ (صبح بخیر) اور گڈ ایوننگ (شام بخیر) وغیرہ کی ترکیبیں ایجاد کیں اور کبھی سپاٹ ہتھیلی ماتھے کے ایک کونے سے چھو کر سمجھے کہ حقِ آشنائی ادا ہو گیا، یہود نے اس کا خلاصہ تیار کیا اور دور سے ایک انگلی دکھا کر ہی فارغ ہو گئے۔ عرب نے بھی ملتی جلتی شکل ڈھونڈی۔ کبھی حَیَّاكَ اللّٰہُ (اللہ تمہیں زندہ رکھے) اور کبھی اَنْعِمْ صَبَاحًا (خوش صباح رہو) وغیرہ کے الفاظ سے ملاقات کا حق ادا کیا۔ ان میں سنت ابراہیمی کے بقیہ کے طور سے سَلَامٌ عَلَیْکُمْ کی تحیت بھی تھی لیکن بہت کم۔

تحیت کے نو ایجاد کلمات کو دیکھا جائے تو ان میں صرف شخصی مادی اور زمانی راحت کی خواہش بیدار نظر آتی ہے لیکن کلماتِ

Marfat.com

تعالیٰ کی معنویت زمان و مکان کی حدود سے آگے اور بہت آگے ہے
سلام کے الفاظ میں افراد و اقوام کیا پوری موجودات مد نظر ہے ۔
اس سے زمانی و مکانی ہی نہیں بلکہ ابدی فلاح بھی مطلوب ہے ۔ یہ
کلمات سچے دل سے ادا کیے جائیں تو مبتدی کی مراد یہ ہوتی ہے کہ اللہ
تعالیٰ تیرے دین و دنیا کو سلامت رکھے ۔ میں تیری جان، تیرے
مال اور تیری آبرو کی حرمت کو تسلیم کرتا ہوں ۔ ان پر ہاتھ ڈالنا
حرام ہے ۔ مجیب اپنے دل کا یہ پیغام دیتا ہے کہ تجھ پر بھی اللہ کی
طرف سے سلامت نازل ہو ۔ میں بھی تیرا ہمدرد اور خیر خواہ ہوں ۔

سلام کی مختلف حیثیتیں

سلام کو راقم سطور کی رائے میں دو حیثیتیں حاصل ہیں :

۱۔ تحفۂ انسانیت
۲۔ شعائرِ اسلام

سلام بحیثیت تحفۂ انسانیت

سلام کو اللہ تعالیٰ نے ذُرّیّت آدم کی رسم قرار دیا ہے اس لیے علیحدگی کے مواقع کے سوا اسے ایک ملت میں محدود نہیں کیا جا سکتا ۔ ہر مسلمان کو لازم ہے کہ اس رسم کو عام کرنے کی کوشش کرے ۔ اسلام کی کوئی نیکی بھی غیر مسلموں میں شائع ہو جائے تو غنیمت ہے ۔ اس سے مسلم اور غیر مسلم قریب تر ہوتے جائیں گے ۔ غیر مسلموں کو اسلامی آئین و رسوم کے اجزا کے ذریعے اپنے قریب لانا ازبس مستحسن ہے ۔ ممنوع یہ ہے کہ ان سے قریب پیدا کرنے کے لیے ان کے غیر اسلامی دستورِ حیات کو اپنایا

Marfat.com

جائے۔ غیر مسلم سے الفت رکھی جا سکتی ہے لیکن ان سے محبت رکھنے کی اجازت نہیں۔ محبت صرف نیک مسلمان سے ہی روا ہے۔ الفت یہ ہے کہ راہ و رسم رہے اور جائز حد تک خیر خواہی بھی ہو لیکن محبت کی حدود تو بہت وسیع اور بے کنار ہیں۔ یہ صرف اللہ اور اس کے مومن بندوں کے لئے ہی محقق ہو سکتی ہے۔

غیر مسلموں پر سلام ڈالنے کے بارے میں علماء مختلف الخیال ہیں۔ ابن عباس ایسے حکمت پرور صحابی اس کے حق میں ہیں۔ سلام کے کلمات غیر مسلموں میں تبلیغ کا نہایت بیش قدر کام انجام دے سکتے ہیں بالخصوص موجودہ دور میں جب کہ اقوام کا جغرافیائی بُعد مٹ رہا ہے اور ہر طرف سے امن امن کی پکار سنائی دے رہی ہے یہ الفاظ اس حقیقت کو واشگاف کرتے ہیں کہ امن کی متاع مطلوب اسلام کے دامن میں اب بھی موجود ہے۔ سلام کی رسم اس دور میں کیا مسلم اور کیا غیر مسلم سب دنیائے انسانیت کا کلمہ سوا یعنی مشترکہ کلمہ ہو سکتا ہے۔

موجودہ دور میں رسم اسلام کو زندہ رکھنے کی ایک اور پہلو سے بھی ضرورت ہے۔ اسلامی تہذیب کا جاہلی ثقافت سے زبردست تصادم ہو رہا ہے۔ جاہلی ثقافت اپنے ساتھ دولت کی جھنکار اور چکاچوند کا عالم لائی ہے اس لئے اس دور میں ہر اسلامی رسم و رواج کو زندہ رکھنا فرض عین کے رتبہ تک پہنچ رہا ہے۔

بعض سیاسی مواقع غیر مسلموں کو سلام کہنے کی اجازت نہیں دیتے۔ مثلاً کفار بات بات پر کینہ توزی کا ثبوت دیں اور مسلمانوں کو حقارت کی نگاہ سے دیکھیں تو انہیں سلام نہ کیا جائے کیونکہ اس

Marfat.com

سے اہلِ اسلام کی تذلیل ہو گی۔ ظہورِ اسلام کے وقت عرب کے چاروں طرف پر غرور بادشاہوں کے راج جمے ہوئے تھے۔ انہیں جب پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کے دعوت نامے بھیجے تو اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کے بجائے اَلسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی کے الفاظ تحریر کرلئے۔ امن کا پیغام پہنچانا لازم تھا لہذا پہنچا دیا لیکن اس احتیاط کے ساتھ کہ اسلام کا پہلو دبتا نظر نہ آئے اور نہ مکتوب الیہ کا دماغ اور نہ چڑھ جائے۔ اہلِ اسلام کو چاہیے کہ وقتی احوال وظروف کو سامنے رکھ کر موزوں الفاظ میں غیر مسلموں کو سلام کہیں اور اگر ان سے پہل کرنے میں تذلیل ہوتی ہو تو ایسا نہ کریں۔ مجبوری یا مقہوری کا دور ہو تو بے شک انہی کے الفاظ استعمال کرلیں بشرطیکہ ان میں کفر یا شرک کا شائبہ نہ ہو۔

وقتی احوال وظروف پر اس لئے تاکید ہے کہ بعض حالات میں ایسے مسلمانوں پر بھی سلام ڈالنا روا نہیں ہوتا جو علانیہ فسق میں مبتلا ہوں یا کسی ناگوار بدعت میں ملوث ہوں۔ شاید عامۃ المسلمین کی ناراضی سے شرما کر اپنی اصلاح کرلیں۔ لیکن اس مقاطعہ سے فتنہ اور بڑھتا ہو تو اس سے پرہیز ہی بہتر ہے۔

سلام بحیثیتِ شعارِ اسلام

ذریتِ آدم میں سے سلام کی رسم کو صرف اہلِ اسلام ہی نے اپنا رکھا ہے اس لئے اس کو شعارِ اسلام کی حیثیت بھی حاصل ہے اس کو زندہ رکھنا اور اس کی تعظیم ملحوظ رکھنا ہر مسلمان پہ لازم ہے

Marfat.com

یہی وجہ ہے کہ علماء نے سلام کو اسلام کا حق قرار دیا ہے جب بھی دو یا دو سے زائد مسلمان بھائی آپس میں روبرو ہوں تو چاہیے کہ بیگانہ وار نہ گزریں بلکہ اخوت اور محبت کا اظہار کرتے جائیں۔ کشادہ پیشانی کی جھلک دکھائی، مہر کی نگاہ سے دیکھا اور سلام کے شیریں الفاظ ہدیہ کر دیئے۔

واقف مسلمان ہو یا ناواقف، جب بھی سامنے آئے اسلام اس پر سلام ڈالنے کی تاکید کرتا ہے سب مسلمانوں کے دل ایک ہیں۔ ایک ہی برادری سے وابستہ ہیں جب بھی ایک دوسرے کے سامنے آتے ہیں تو مدتوں کے بچھڑے ہوئے بھائیوں کی طرح مل کر خوش ہوتے ہیں سلام کے الفاظ انہیں یاد دلاتے ہیں کہ اسلامی اخوت فولاد کی طرح مضبوط ہے۔ اس کو قائم و دائم رکھنا ہم پر حق ہے۔

اسلام کے ہر شعار کی طرح شعار سلام کی تعظیم بھی لازم ہے کوئی آدمی غیر شرعی کام میں مصروف ہو مثلاً جوا کھیل رہا ہو تو اسے ہرگز سلام نہ کہا جائے۔ کوئی شخص پیشاب کر رہا ہو تو اس پر بھی سلام ڈالنے کی اجازت نہیں کیونکہ اس سے اس شعار کی بے ادبی ہوگی۔

خوشامد کی خاطر غیر مسلم در کنار مسلم کو بھی سلام نہ کہا جائے۔ آج کل مطلب اور غرض کا سلام عام ہے۔ یہ اس قدسی شعار کی توہین ہے سلام کی تعریف میں ہم دیکھ آئے ہیں کہ اس میں اعزاز اور محبت کی نیت شرط ہے۔ اگر برادرانہ ملاقات کا خیال نہ ہو اور نیت میں سلامت کے بجائے خوشامد ہو تو ایسا سلام ممنوع ہے۔

Marfat.com

آداب و مسائل (۱) افضل یہ ہے کہ مبتدی اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہے چاہے دوسری طرف ایک ہی آدمی ہو۔ اس میں مذکر و مؤنث کی تخصیص نہیں۔

واحد کا صیغہ لانا یعنی اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ کہنا بھی درست ہے لیکن افضلیت جمع ہی کے صیغہ میں ہے۔

مبتدی اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ پر وَرَحْمَۃُ اللہِ بلکہ وَبَرَکَاتُہٗ کے الفاظ بھی بڑھا سکتا ہے۔

(۲) جواب میں ابتدائی کلمات سے حتی الوسع بہتر الفاظ کہے جائیں۔ مثلاً وَعَلَیْکُمُ السَّلَامُ وَرَحْمَۃُ اللہِ کہے۔ افضل جواب وَعَلَیْکُمُ السَّلَامُ وَرَحْمَۃُ اللہِ وَبَرَکَاتُہٗ ہے۔ اگر مبتدی اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللہِ وَبَرَکَاتُہٗ کہے تو مجیب بے شک وَمَغْفِرَتُہٗ کے الفاظ بھی بڑھا دے۔

(۳) سلام کی ابتداء کرنا فرد کے لئے سنت ہے اور جماعت کے لئے سنت کفایہ یعنی پوری جماعت سے ایک شخص بھی سلام کہہ دے تو سنت ادا ہو جائے گی۔

(۴) سلام کا جواب دینا ایک کے لئے واجب اور جماعت کے لئے واجب کفایہ ہے۔

(۵) جب کوئی آدمی کسی کی طرف سے سلام کا پیغام لائے تو مجیب وَعَلَیْکَ وَعَلَیْہِ السَّلَامُ کہے یعنی پیغام لانے والے کو بھی سلام بڑھا لے۔

(۶) مکتوب کا آغاز اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ سے ہوتا ہے اسے

پڑھتے ہی وَعَلَیْکُمُ السَّلَام کہنا چاہیے۔

(۷) جواب فوراً دینا چاہیے۔ اگر بلا عذر تاخیر کی جائے تو گناہ ہوگا۔

(۸) ہر واقف و ناواقف مسلمان کو سلام کہا جائے۔

(۹) ناواقف عورت کو سلام نہ کہا جائے سوائے اس کے کہ وہ بڑھیا ہو۔ اگر اجنبی عورت کو سلام کہا گیا تو اس پر جواب دینا واجب نہ ہوگا۔

(۱۰) سلام میں پہل کون کرے؟ اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل ہدایات پیش نگاہ رہنی چاہیں:

چھوٹا بڑے کو سلام کرے لیکن بڑوں کو چاہیے کہ کمسن بچوں سے سلام کہنے میں پہل کریں تاکہ بچوں کو سلام کی تربیت ہو۔

تعداد میں بڑی جماعت چھوٹی جماعت کو سلام کہے

گزرنے والا کھڑے ہوئے کو سلام کہے

کھڑا ہوا بیٹھے ہوئے کو سلام کہے

سوار پیدل کو سلام کہے

یہ ہدایات مستحب کے درجہ میں ہیں اور یہ منافی ہیں کہ سنت میں پہل کرنا کس کے ذمے ہے۔ اگر کوئی فریق اپنی طرف سے پہل کر جائے تو فضیلت اسی کے لئے ہے۔ قرآن حکیم میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ارشاد ہے۔

وَاِذَا جَآءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ (انعام ۳)

ترجمہ:۔ اگر آپ کے پاس ہماری آیتوں پر ایمان رکھنے والے آئیں تو آپ ان

Marfat.com

سے السلام علیکم فرمایئں۔

(۱۱) آدمی مجلس سے اُٹھے تو سلام کہے۔ واپس آئے تو دوبارہ سلام کہے۔

(۱۲) جس مجلس میں مسلم و غیر مسلم شریک ہوں اس پر سلام ڈالا جائے۔

(۱۳) گھر سے جاتے یا آتے وقت اہلِ خانہ کو سلام کہا جائے

(۱۴) مندرجہ ذیل کو سلام منع ہے:

جو نماز پڑھ رہا ہو۔

جو لوگ مسجد میں نماز کے منتظر بیٹھے ہوں۔

جو قرآن کی تلاوت کر رہا ہو۔

مجلس جس میں دینی اور علمی درس یا وعظ یا مباحثہ ہو رہا ہو۔

قاضی جو عدالت کر رہا ہو۔

جو آدمی کھانا کھا رہا ہو۔

جو آدمی نہا رہا ہو۔

جو آدمی پیشاب کر رہا ہو۔

جو آدمی خلافِ شرع کام میں مشغول ہو۔

ثمرات سلام کے متعدد ثمرات ہیں۔ مثلاً

۱۔ محبت کی افزائش (۱) سلام امتِ مسلمہ کی باہمی محبت کا سر آغاز ہے اس مختصر اور سہل کلمہ کے بدولت بیگانگی شناسائی میں اور نفرت محبت میں بدل سکتی ہے۔ جہاں ادنیٰ کدورت ہو وہاں اس لفظ کی تاثیر معجزہ دکھاتی ہے اور کدورت کو مٹا دیتی ہے۔ جہاں محبت پہلے سے موجود ہو وہاں اس سے مزید خلوص پیدا ہوتا ہے۔

۲۔ سربلندی سلام سے کلام کے مواقع اٹھیں گے۔ ایک دوسرے سے

ہمدردی پیدا ہوگی اور اتحاد کا دور دورہ ہوگا۔ قوم میں قوت کے آثار نظر آئیں گے
اور اغیار مرعوب ہوں گے۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔ اَفْشُوا السَّلَامَ
کَیْ تَعْلُوْا (الترغیب والترھیب) ترجمہ۔ سلام عام کرو تاکہ تم سربلند ہو۔
۳۔ **مساوات**۔ سلام کے آداب میں امیر و غریب اور حاکم و محکوم سب برابر ہیں اس
لئے اس سے مساوات کا رنگ ابھرتا ہے۔
۴۔ **تکبر کی شکست** سلام عونت کو فنا کرتا ہے۔ جب کوئی رئیس یا مالدار شخص کسی غریب
مسلمان کو سلام کہتا ہے تو ساتھ ہی اس کے دل میں یہ احساس پیدا ہوتا ہے
کہ یہ شخص ہزار نادار سہی احترام میں میرا ہم پلہ ہے۔ اس کے دل میں عاجزی
اور فروتنی کے جذبات ابھرتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے
اَلْبَادِیُٔ بِالسَّلَامِ بَرِیٌٔ مِنَ الْکِبْرِ۔ (سلام کا آغاز کرنے والا کبر سے لاتعلق
ہوتا ہے۔) یہی وجہ ہے کہ سوار کو پیدل پر اور کثیر جماعت پر سلام ڈالنے کی تلقین ہے
۵۔ **مغفرت** باہم تسلیم کرنے والے مسلمان ایک دوسرے کی روحانی فلاح کیلئے
سچے دل سے دعا کرتے ہیں۔ دن بھر میں ہر مسلمان کے لئے بلیبیوں مسلمان یہ
دعا دہراتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس دعا کو قبول کرتا ہے۔ اور در مغفرت وا کرتا ہے۔
احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سلام موجب مغفرت ہے۔
۶۔ **برکت** سلام کی تلقین اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اس کو یہ کلمات اس قدر
عزیز ہیں کہ انہیں مِنْ عِنْدِ اللّٰہِ یعنی منجانب اللہ کہتا ہے۔ لہٰذا ان الفاظ کے
ادا کرنے سے روحانی اور مادی لحاظ سے بہت برکت حاصل ہوتی ہے ارشاد ربانی ہے
فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُیُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِکُمْ تَحِیَّةً مِّنْ
عِنْدِ اللّٰهِ مُبٰرَکَةً طَیِّبَةً ط
ترجمہ: جب تم گھروں میں داخل ہو تو اپنے افراد پر سلام ڈالو یہ ہوگی بابرکت اور پاکیزہ تسلیم۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مشکوٰۃ کتاب الآداب

باب السلام

الفصل الاول

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ

سے ابو ہریرہؓ کہا فرمایا

اور ابو ہریرہؓ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا (کہ) رسول اللہ

اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

خَلَقَ اللهُ اٰدَمَ عَلٰى صُوْرَتِهٖ طُوْلُهٗ

پیدا کیا اللہ (نے) آدم پر صورت اسکی قد اسکا

اللہ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا۔ اس کا قد

Marfat.com

سِتُّوْنَ ذِرَاعًا فَلَمَّا خَلَقَهٗ قَالَ اِذْهَبْ

ساٹھ ہاتھ تو جب پیدا کیا اسے کہا جا

تو جب اُسے پیدا کر چکا (تو) کہا، جا

فَسَلِّمْ عَلٰۤى اُولٰٓئِكَ النَّفَرِ وَهُمْ نَفَرٌ مِّنَ

اور سلام ڈال پہ وہ گروہ اور وہ گروہ سے

اور اس گروہ پر سلام ڈال اور وہ گروہ فرشتوں کا تھا(جو)

الْمَلٰٓئِكَةِ جُلُوْسٌ فَاسْتَمِعْ مَا يُحَيُّوْنَكَ فَاِنَّهَا

فرشتے بیٹھے ہوئے اور سن جو دعا دیتے ہیں تجھے تو یقیناً وہ

بیٹھے ہوئے تھے۔ اور سن وہ تجھے کیا سلام کہتے ہیں تو

تَحِيَّتُكَ وَتَحِيَّةُ ذُرِّيَّتِكَ فَذَهَبَ فَقَالَ

تسلیم تیری اور تسلیم اولاد تیری تو وہ گیا اور کہا

وہ تیری تسلیم ہوگی اور تیری اولاد کی تو وہ گیا اور کہا،

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ فَقَالُوْا اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ وَرَحْمَةُ

تو بولے

السلام علیکم تو وہ بولے، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

لہ ھٰنا کا اشارہ کلماتِ تحیت کی طرف ہے۔

Marfat.com

اللهِ قَالَ فَرَادُوْهُ وَرَحْمَةُ اللهِ

فرمایا بڑھایا انہوں نے اسے

فرمایا، تو انہوں نے اس کو ورحمۃ اللہ بڑھایا

قَالَ فَكُلُّ مَنْ يَدْخُلُ

فرمایا تو ہر جو داخل ہوگا

فرمایا، تو ہر کوئی جو جنت میں جائے گا

الْجَنَّةَ عَلٰى صُوْرَةِ اٰدَمَ وَ

جنت پر صورت اور

آدم کی صورت پر ہوگا

طُوْلُهٗ سِتُّوْنَ ذِرَاعًا

قد اس کا ساٹھ ہاتھ

اور اس کا قد ساٹھ ہاتھ ہوگا

فَلَمْ يَزَلِ الْخَلْقُ يَنْقُصُ

تو بدستور رہے لوگ کم ہوتے ہیں

تو لوگ اس کے بعد بدستور چھوٹے ہوتے رہے

بَعْدَہٗ حَتّٰی الْاٰنَ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ

بعد	اس کے	تا	اس گھڑی	متفق	علیہ
اس		گھڑی تک		متفق علیہ ہے۔	

نَفَر تین سے دس تک کے اشخاص کا گروہ۔

جُلُوس جمع ہے جالِس (بیٹھا ہوا) کی۔ جالِس کی جمع جُلَّاس بھی آتی ہے۔

تَحِیَّۃُ ذُرِّیَّتِکَ: تیری اولاد کی تحیت۔ مراد یہ ہے کہ واجب تحیت یہ ہوگی۔ اگر وہ کوئی اور تسلیم گھڑ لے تو اس کی خطا ہوگی۔

تشریح:

خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ

اس ارشادِ نبوی کی تاویل میں علمائے کرام نے مختلف آراء کا اظہار کیا ہے بعض نے اس کی تاویل سے مطلقاً سکوت کیا ہے۔ ان کے خیال میں اس کا تعلق صفاتِ الٰہی سے ہے اور صفاتِ الٰہی کی صحیح تصویر کشی محال ہے اس لئے اسے عقل کی جولانگاہ نہیں بنایا جا سکتا جو حضرات اس میں غور و فکر کرنے کو جائز سمجھتے ہیں ان کی آراء حسبِ ذیل ہیں۔

۱۔ **خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ** میں (ہ) ضمیر کی اضافت آدم کی طرف ہے۔ اس صورت میں عبارت کے معنی یہ ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ نے

آدم کو آدم ہی کی صورت پر پیدا کیا۔ مراد یہ ہے کہ اس کی صورت دیگر سب جانداروں سے الگ تھلگ اور اچھوتی بنائی۔ اس صورت میں اور کوئی حیوان شریک نہیں۔ دیگر حیوانات کو دیکھا جائے تو متعدد انواع ایسی ہیں کہ ان کا آپس میں بہت تھوڑا فرق نظر آئے گا۔ مثلاً

چیتا اور شیر
گیدڑ، کتا اور بھیڑیا
ہرن اور نیل گائے
گھوڑا اور زیبرا
اونٹ اور یاک
باز، شکرا، عقاب

لیکن انسان کو دیکھئے تو اور کوئی نوع اس کے قریب تک نہیں پہنچتی۔ بندر کا بھی انسان سے دور کا ناطہ نہیں۔

انسان کی صورت حسن تعمیر، حسن نظام اور حسن توازن کی بے نظیر مثال ہے۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ اور کوئی حیوان طرز زیست اور انداز فکر میں اس کا شریک و سہیم نہیں۔

(۲) ضمیر کی اضافت اللہ کی طرف ہے۔ اور انسان کی شرف افزائی مقصود ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو اعزاز کی خاطر بیت اللہ کہا

(۳) صورتہٖ سے مراد اللہ ہی کی صورت ہے لیکن ظاہری نہیں بلکہ معنوی صورت مراد ہے۔ مثلاً کہا جاتا ہے کہ مسئلہ کی صورت یہ ہے۔ یہاں باطنی صورت سے مراد صفات ہیں۔ انسان میں اللہ تعالیٰ کی متعدد صفات کا عکس ہوتا ہے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اخلاق پیدا کرو یعنی اس کی صفات کی جھلک اپنے اخلاق میں دکھاؤ مثلاً اسی کی طرح رحم کے موقع پر رحم کرو اور غصہ کے موقع پر غصہ کا اظہار کرو۔

صفات کے اعتبار سے دیکھا جائے تو اللہ تعالیٰ عالم اکبر ہے اور انسان عالم اصغر۔ اللہ تعالیٰ کی یہ سب صفات چھوٹے پیمانے پر انسان میں جلوہ ریز ہو سکتی ہیں۔

حضرت آدم علیہ السّلام کا قد

حضرت آدم علیہ السلام کا قد ساٹھ ہاتھ تھا۔ پھر آہستہ آہستہ کم ہوتا گیا۔ موجودہ دور میں بھی ہم دیکھ رہے ہیں کہ انسان کا قد کاٹھ بتدریج کم ہوتا جا رہا ہے۔ جس چیز کی ضرورت گھٹتی جائے اس کی مقدار میں بھی کمی آتی جاتی ہے

وَاَمَّا مَا یَنْفَعُ النَّاسَ فَیَمْکُثُ فِی الْاَرْضِ (رعد ۱۷)

ترجمہ: اور جو لوگوں کے کام آتا ہے وہ زمین میں باقی رہتا ہے۔

کسی زمانے میں کیلے کی کاشت بیج سے ہوتی تھی۔ لہٰذا اس زمانے میں کیلے میں بیج ہوا کرتے تھے۔ آہستہ آہستہ بیج سے اس کی کاشت کا رواج ختم ہو گیا۔ تو اس میں بیج نہ رہے۔ آج کل کیلے کی صرف ایک آدھ قسم میں ہی بیج ہوتے ہیں

موجودہ تحقیقات سے معلوم ہوا ہے کہ کسی زمانے میں ایسے جانور بھی تھے جو بیسیوں گز لمبے اور اسی نسبت سے اونچے تھے۔ ہاتھی ان کے سامنے بلّی نظر آتے۔ دنیا میں ایسے بڑے جانوروں کی کتنی انواع تھیں اور کس قدر تعداد تھی آج کوئی نہیں بتا سکتا لیکن اتنا ظاہر ہے کہ انسان کو کسی وقت جانوروں

۹۹۸۲۵

Marfat.com

کی صورت میں چلنے پھرنے پہاڑوں سے واسطہ پڑتا تھا۔ لاکھوں درندوں اور اژدہوں سے حفاظت کی فکر کرنی ہوتی تھی اس وقت لوہے اور سیمنٹ کے بنے ہوئے مکان نہ تھے۔ اسے درختوں اور غاروں بلکہ گھاس پھونس کی جھونپڑیوں میں زندگی گزارنی ہوتی تھی۔ پتھر اور لوہے کے ایک آدھ سادہ سے ہتھیار پر اُسے قناعت کرنی پڑتی تھی۔ ایسے میں اگر اس کا قد کاٹھ بھی اتنا ہی ہوتا جتنا آج ہے تو یہ اشرف المخلوقات ہونے کا منصب ایک دن بھی نہ سنبھال سکتا اور اس کی نوع دیکھتے ہی دیکھتے ناپید ہو جاتی۔ اس وقت اُسے بڑے سے بڑے جانور سے بھی زیادہ قد آوری کی ضرورت تھی کیونکہ اُسے صرف عضوی طاقت کے سہارے تنازع للبقاء کی جدّوجہد میں کامیاب ہونا تھا۔ لہٰذا اس کا قد اس وقت ساٹھ ہاتھ اونچا تھا۔ اسی لحاظ سے اس کے دیگر اعضاء بھی ہوں گے۔ چند سال ہوئے مجھے ایک شاگرد نے بتایا تھا کہ تلہ گنگ ضلع اٹک کے ایک علاقے میں اُس نے اپنی آنکھوں ایسی انسانی کھوپڑیاں دیکھی تھیں جو آج کل کی انسانی کھوپڑی سے کئی گنا بڑی تھیں۔ وقت آئے گا کہ آثار قدیمہ سے اس حدیث کی مزید شہادتیں بھی ملیں گی۔

انسان کی عقل نے اس کے قد کا بڑا ڈبو یا ورنہ آج کئی دریاؤں پہ پل باندھنے کی ضرورت نہ ہوتی اور حکومتوں کی بہت سے اس خرچ کی صاف بچت ہو جاتی۔ انسانی عقل نے جوں جوں نئی ایجادات کیں اور دیگر حیوانات کو مسخر کرنے کے آلے اور ترکیبیں ایجاد کیں اس کی جسمانی برتری کی ضرورت کم سے کم تر ہوتی گئی جسم سمٹ گیا، بال جھڑ گئے اور تیز ہوا کا کھلونا بن کر رہ گیا۔

Marfat.com

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَمْرٍو اَنَّ رَجُلًا

اور سے کہ یقیناً ایک مرد

اور عبد اللہ بن عمرو سے (روایت ہے) (کہ) ایک آدمی نے

سَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

پوچھا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم سے پوچھا

اَیُّ الْاِسْلَامِ خَيْرٌ قَالَ تُطْعِمُ الطَّعَامَ

کون اسلام بہتر فرمایا، کھلاتا ہے تو کھانا

اسلام (کا) کون سا (عمل) بہتر ہے؟ فرمایا یہ کہ تو کھانا کھلائے

وَتَقْرَئُ السَّلَامَ عَلٰى مَنْ عَرَفْتَ وَ

اور پڑھتا ہے سلام پر جو پہچانا تو نے اور

اور سلام (ڈالے ان پر) جنہیں تو پہچانتا ہے اور

مَنْ لَمْ تَعْرِفْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

جو نہ پہچانا تو نے

جنہیں تو نہیں پہچانتا متفق علیہ ہے

سلہ مَنْ = اَلَّذِیْنَ (رَدیل الفالحین)

أَيُّ الْإِسْلَامِ: أَيُّ خِصَالِهِ یعنی اسلام کا کام
أَيُّ الْإِسْلَامِ خَيْرٌ: اسلام کا کون سا کام بہتر ہے. یہاں سوال بہترین کا نہیں کیونکہ وہ تو لامحالہ ارکان اسلام اور جہاد وغیرہ ہیں۔

أَقْرَئَهُ السَّلَامَ (یا) أَقْرَءَ عَلَيْهِ السَّلَامَ
سلام کہا۔
دونوں کے ایک ہی معنی ہیں۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ

اور سے ابو ہریرہ کہا فرمایا

اور ابوہریرہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْمُؤْمِنِ

لئے مؤمن

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مؤمن کی مؤمن پر

عَلَى الْمُؤْمِنِ سِتُّ خِصَالٍ يَعُوْدُهُ

پر مؤمن چھ باتیں عیادت کرتا ہے اس کی

چھ باتیں (حق) ہیں جب بیمار پڑے

Marfat.com

إِذَا مَرِضَ وَيَشْهَدُهُ إِذَا مَاتَ وَ

جب بیمار ہوا اور حاضر ہوتا ہے اس کے پاس جب مرا اور

تو اس کی عیادت کرے اور جب وہ مرے تو اس کے پاس آئے اور

يُجِيبُهُ إِذَا دَعَاهُ وَيُسَلِّمُ عَلَيْهِ إِذَا

جواب دیتا ہے اسے جب بلایا اسے اور سلام کہتا ہے پر اس کے جب

اور جب اسے بلائے تو جواب دے اور جب اس کے آمنے سامنے ہو تو سلام

لَقِيَهُ وَيُشَمِّتُهُ إِذَا عَطَسَ وَيَنْصَحُ لَهُ

ملاقات کی اس سے اور تشمیت کرتا ہے اسکی جب چھینکا وہ اور خیر خواہی کرتا ہے لئے اسکے

کہے اور جب اسے چھینک آئے تو اس کی تشمیت کرے اور وہ موجود ہو

إِذَا غَابَ أَوْ شَهِدَ لَمْ أَجِدْهُ فِي

جب نا موجود ہوا یا حاضر ہوا نہ دیکھا میں نے اسے میں

یا نا موجود اس کی خیر خواہی کرے میں نے اسے

الصَّحِيحَيْنِ وَلَا فِي كِتَابِ الْحُمَيْدِي

صحیحین اور نہ میں کتاب حمیدی

صحیحین میں نہیں دیکھا اور نہ حمیدی کی کتاب میں

وَلٰكِنْ ذَكَرَهٗ صَاحِبُ الْجَامِعِ

اور لیکن بیان کیا اسے

لیکن اس کو صاحب الجامع نے نسائی کی روایت سے بیان

بِرِوَايَةِ النَّسَائِيِّ۔

ساتھ روایت نسائی

کیا ہے

خصال جمع ہے خصلت کی۔ یہاں خصلت سے مراد ہے: بات

عَادَ: عیادت کی۔ بیمار پرسی کی۔ **یَعُوْدُ**: عیادت کرنا ہے۔

أَجَابَ: پکار کا جواب دیا۔

وَيُجِيْبُهٗ إِذَا دَعَاهُ: اور جب اسے پکارے تو جواب دے اس کا ایک خاص مفہوم تو یہ ہے کہ جب مسلمان بھائی ضیافت پر بلائے تو انکار نہ کرے لیکن اس کے مفہوم میں بہت وسعت ہے۔ اس سے عام مراد یہ ہوتی ہے کہ جب کوئی مسلمان نیک کام یا مدد کی طرف پکارے تو فوراً پہنچے۔

وَيَنْصَحُ لَهٗ: اور اس کی خیر خواہی کرے۔

نُصْح نصیحت کے معنی ہیں، خیر خواہی۔ یہ نہایت وسیع المعنی لفظ ہے۔

تَشْمِيت: آدمی چھینکے اور اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کہے تو سامنے والے کا اُسے یَرْحَمُكَ اللّٰهُ کہنا تشمیت کہلاتا ہے۔ اس کی مزید وضاحت آگے بَابُ الْعُطَاسِ وَالتَّثَاؤُبِ میں آئے گی۔

Marfat.com

احکامِ شش گانہ: حدیث میں ان چھ چیزوں کے بارے میں امر آیا ہے:

بیمار پرسی: سنت کفایہ ہے۔

نمازِ جنازہ: فرض کفایہ ہے۔

دعوت قبول کرنا یا پکارنے پہ پہنچنا: مستحب ہے۔

سلام: سنت ہے۔

تشمیت: مستحب ہے۔

خیر خواہی: کہیں واجب اور کہیں مستحب ہے۔

امر کبھی وجوب کے لئے اور کبھی استحباب کے لئے ہوتا ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

اور اس سے روایت ہے کہا کہا رسول اللہ

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ

نہ داخل ہوگے تم جنت

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم جب تک ایمان نہ لاؤ جنت میں نہ جاؤ گے

حَتّٰى تُؤْمِنُوْا وَلَا تُؤْمِنُوْا حَتّٰى تَحَابُّوْا اَوَلَا اَدُلُّكُمْ

جب تک ایمان لاؤ تم اور نہ ایمان لاؤ گے تم حتیٰ کہ آپس میں محبت رکھو کیا اور نہ رہنمائی کروں تمہیں

اور تم جب تک باہم محبت نہ رکھو کامل ایمان والے نہ ہو گے تو کیا میں تمہیں اس بات

لہ یعنی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

Marfat.com

عَلٰی شَیْءٍ اِذَا فَعَلْتُمُوْہُ تَحَابَبْتُمْ

ہر شے جب کیا تم نے وہ محبت کی آپس میں تم نے

کا پتہ نہ دوں (کہ) جب تم اسے کرو تو تمہیں ایک دوسرے سے محبت ہو جائے

اَفْشُوا السَّلَامَ بَیْنَکُمْ رَوَاہُ مُسْلِمٌ

پھیلاؤ سلام درمیان تمہارے روایت کی اس کی مسلم

اپنے درمیان سلام کی رسم عام کرو۔ اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔

حَتّٰی تُؤْمِنُوا میں ایمان سے مراد ہے ایمان محض اور وَلَا تُؤْمِنُوا حَتّٰی تَحَابُّوا میں ایمان سے مراد کامل ایمان ہے۔ تحابوا اصل میں تتحابو ا ہے ایک تا تخفیف کی خاطر حذف ہوئی۔ شیءٍ پر تنوین للتعظیم بھی ہو سکتی ہے۔

اِفْشَاءٌ: اظہار واشاعت ونشر عام کرنا۔ شرح کیلئے تمہیدی مقالہ دیکھا جائے۔

وَعَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی

اور اس سے (روایت ہے، کہا (کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُسَلِّمُ الرَّاکِبُ

سلام ڈالتا ہے سوار

نے فرمایا سوار پیدل پر

لہ یعنی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

Marfat.com

عَلَى الْمَاشِيْ وَالْمَاشِيْ عَلَى

پر پیدل اور پیدل پر

سلام ڈالے اور چلنے والا

الْقَاعِدِ وَالْقَلِيْلُ عَلَى الْكَثِيْرِ

بیٹھا ہوا اور قلیل پر کثیر

بیٹھے ہوئے پر اور قلیل (گروہ) کثیر (گروہ) پر

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

متفق علیہ ہے

حدیث میں خبر بمعنی امر ہے۔ یُسَلِّمُ کے لغوی معنی ہیں: سلام ڈالنا ہے لیکن یہاں مراد ہے، سلام ڈالے

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

اور اس ؓ سے ا روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ

ؓ یعنی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسَلِّمُ الصَّغِيْرُ

سلام کہے چھوٹا

علیہ وسلم نے فرمایا کہ چھوٹا بڑے پر سلام ڈالے

عَلَى الْكَبِيْرِ وَالْمَارُّ عَلَى الْقَاعِدِ وَالْقَلِيْلُ

پر بڑا اور گزرنے والا پر بیٹھا ہوا اور قلیل

اور گزرنے والا بیٹھے ہوئے پر اور قلیل گروہ

عَلَى الْكَثِيْرِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

پر کثیر بیان کیا اسے بخاری نے

کثیر گروہ پر بخاری نے اس کی روایت کی

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ

اور انس سے (روایت ہے) کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلٰى

پر گزرا

کچھ لڑکوں کے پاس سے

لہ یسلم خبر بمعنی امر ہے۔

غِلْمَانٍ فَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

لڑکے اور سلام کہا پہ ان کے

گذرے اور ان پر سلام فرمایا۔ متفق علیہ ہے

غِلْمَان: جمع ہے غلام کی۔

بچوں کو چونکہ بڑوں کا اکرام لازم ہے اس لئے عام حالات میں انہی کو سلام پہلے کرنا چاہیے۔ اگر وہ پہل نہ کر سکیں تو بڑوں کو چاہیے کہ ان پر سلام ڈالیں کیونکہ چھوٹوں کا بڑوں پر شفقت اور نیک تربیت کا حق ہے اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ان میں سلام کہنے کی عادت پیدا ہو جائے گی۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ

اور ابوہریرہؓ (روایت ہے) کہا (کہ) رسول اللہ

اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَبْدَءُوْا

پہل نہ کرو

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (کہ) ابتدائً سلام نہ کرو

الْيَهُوْدَ وَلَا النَّصَارٰى بِالسَّلَامِ وَاِذَا

یہود اور نہ عیسائی ساتھ سلام اور جب

یہود کو اور نہ نصاریٰ کو اور جب

Marfat.com

لَقِيْتُمْ اَحَدَهُمْ فِيْ طَرِيْقٍ فَاضْطَرُّوْهُ

ملاقات کی تم نے کوئی ان سے میں رستہ تو مجبور کر دو اسے

تم راہ میں ان میں سے کسی کے سامنے آؤ تو اسے (رستہ) کے تنگ ترین

اِلٰی اَضْیَقِہٖ رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

طرف تنگ ترین اس کا بیان کیا اسے مسلم

حصہ کی طرف مجبور کر دو اسے مسلم نے بیان کیا ہے۔

بَدَأَ: آغاز کیا، پہل کی۔ تَبْدَءُوْنَ: تم پہل کرتے ہو۔
لَاتَبْدَءُوْا: تم پہل نہ کرو۔
اِضْطَرَّ مجبور کیا۔ اِضْطَرِّ مجبور کر۔ اِضْطَرُّوْا مجبور کرو۔

شرح:

ہجرت مدینہ کے آغاز میں یہود کا بڑا زور اور دبدبہ تھا۔ انہیں مدینہ میں اسلام کا فروغ ہرگز منظور نہ تھا اس لئے اسلام اور اہل اسلام کے خلاف پوشیدہ اور علانیہ ہر حربہ آزماتے تھے۔ سرراہ اہل اسلام پر طنز کر جاتے، نہایت اکڑ کر چلتے اور مسلمانوں کو رستہ چھوڑ کر ایک طرف ہو جانے پر مجبور کرتے۔

اسلام ہر ایک سے نرمی اور تحمل سے پیش آنے کا حکم دیتا ہے لیکن مغرور اور متکبر شخص کا قطعاً روادار نہیں۔ وہ تکبر کو شکست دینے کا حکم دیتا ہے لہٰذا حدیث زیر نظر میں ہدایت ہے کہ یہود اور نصاریٰ کو سلام میں پہل نہ کرو اور نہ ان سے

Marfat.com

دب کر رستہ چھوڑ دو بلکہ انہیں مجبور کر دو کہ کھلے رستہ سے ہٹ کر تنگ کناروں پر چلیں یہ سختی انہی حالات میں مطلوب ہے جب کہ یہود و انصاری سے ریاسی بگاڑ ہو اور وہ اہل اسلام کو نیچا دکھانے پر تلے بیٹھے ہوں ورنہ صلح و آشتی کے دور میں انہیں سلام کرنے کی اجازت ہے رہ گیا رستہ سے ہٹانے کا معاملہ تو مصالحت کے ایام میں اسلام کسی پر سختی کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ اسلام کا ہر مسلم و غیر مسلم کے لئے امن و سلامت کا پیغام عام ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

اور ابن عمرؓ سے (روایت ہے) انہوں نے کہا (کہ) رسول اللہ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَلَّمَ عَلَيْكُمُ

جب سلام ڈالا تم پر

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب یہود تم پر سلام

الْيَهُوْدُ فَاِنَّمَا يَقُوْلُ اَحَدُهُمُ السَّامُ

یہود تو صرف کہتا ہے کوئی ان سے موت

ڈالتے ہیں تو ان میں سے کوئی یہی کہتا ہے۔ السام علیک

عَلَيْكَ فَقُلْ وَعَلَيْكَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

پر تیرے (تجھ پر) تو کہہ اور تجھ پر

پس تو کہہ و علیک ۔۔ متفق علیہ ہے

Marfat.com

شرح:

یہود مدینہ کا قاعدہ تھا کہ وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر دلی زبان سے گستاخانہ کلمات کہہ جاتے اس کی ایک مثال حدیث زیر نظر میں ہے کہ وہ بجائے اَلسَّلَامُ کے اَلسَّامُ یعنی موت کا لفظ کہتے حضور پرنور ان کی نثر ارتوں سے درگزر فرماتے اور تحمل سے پیش آتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت عائشہؓ نے یہود کی گستاخی پر تلخ لہجہ سے کلام فرمایا تو حضورؐ نے اجازت نہ دی اور سمجھایا کہ بد کلامی کا برابر کا جواب دینا بھی بد کلامی ہے جسے اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتا۔ حضورؐ صرف اتنا کرتے کہ یہود اَلسَّلَامُ عَلَیْکُم کہتے تو جواب میں صرف وَعَلَیْکُمْ فرما دیتے مراد یہ ہوتی تھی جو کچھ تم نے زبان دبا کر مجھے کہا ہے وہ تم پر پلٹ آئے گا۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی

اور انس سے روایت ہے۔ کہا (کہ) رسول اللہ

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا سَلَّمَ عَلَیْکُمْ اَھْلُ

جب سلام ڈالا تم پر والے

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب تم پر

الْکِتَابِ فَقُوْلُوْا وَعَلَیْکُمْ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

کتاب تو کہو اور تم پر

اہل کتاب سلام ڈالیں تو کہو وَ علیکم (اور تم پر) متفق علیہ ہے۔

شرح

حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ سے چونکہ کینہ پروری کا اندیشہ ہو سکتا ہے اس لئے ان کے سلام کے جواب میں صرف وَعَلَیْکُمْ کہہ دیا کرو کیونکہ انہوں نے اگر اَلسَّلَامُ کے بجائے اَلسَّامُ کہا تو انہی پر پلٹے گا۔ جہاں تک وَعَلَیْکُمْ کے الفاظ کا تعلق ہے ان میں بذات خود کوئی حرج یا وجہ شکایت نہیں۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اسْتَأْذَنَ رَهْطٌ

اور سے ا کہا اذن مانگا گروہ

اور عائشہ رض سے روایت ہے، کہا کہ یہود کے ایک گروہ نے

مِنَ الْيَهُوْدِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

سے یہود پہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضری کی اجازت مانگی

وَسَلَّمَ فَقَالُوْا اَلسَّامُ عَلَيْكُمْ فَقُلْتُ

اور کہا موت تم پر تو کہا میں نے

اور کہا اَلسَّامُ علیکم (موت آئے تم پر) تو میں نے کہا

بَلْ عَلَيْكُمُ السَّامُ وَاللَّعْنَةُ فَقَالَ

بلکہ تم پر موت اور لعنت تو فرمایا

بلکہ تم پر آئے موت اور لعنت تو فرمایا

Marfat.com

يَا عَائِشَةُ إِنَّ اللّٰهَ رَفِيْقٌ يُحِبُّ

اے عائشہؓ یقیناً اللہ نرمی کرنیوالا چاہتا ہے

اے عائشہؓ! اللہ یقیناً نرمی کرتا ہے۔ اور

الرِّفْقَ فِي الْأَمْرِ كُلِّهِ قُلْتُ أَوَلَمْ تَسْمَعْ

نرمی میں بات کہا میں نے کیا اور نہ سنا تو نے

ہر بات میں نرمی پسند کرتا ہے میں نے کہا تو کیا آپ نے نہیں سنا

مَا قَالُوْا قَالَ وَقَدْ قُلْتُ

جو کہا انھوں نے فرمایا اور بے شک کہا میں نے

جو انہوں نے کہا۔ فرمایا، اور میں کہہ چکا

وَعَلَيْكُمْ وَفِيْ رِوَايَةٍ عَلَيْكُمْ

اور میں روایت

وعلیکم (اور تم پر) اور ایک روایت میں علیکم ہے

لَمْ يَذْكُرِ الْوَاوَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

نہ بیان کی واو

واو بیان نہیں کی متفق علیہ ہے

وَفِي رِوَايَةٍ لِلْبُخَارِيِّ قَالَتْ

اور میں روایت کی بخاری کہا اس نے

اور بخاری کی ایک روایت میں ہے انہوں نے کہا[1]

إِنَّ الْيَهُودَ أَتَوُا النَّبِيَّ صَلَّى

یقیناً اے

کہ یہود

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا السَّامُ عَلَيْكَ

اور کہا انہوں نے موت تجھ پر

صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اور تجھ پر موت آئے

قَالَ وَعَلَيْكُمْ فَقَالَتْ عَائِشَةُ السَّامُ

فرمایا اور تم پر تو کہا عائشہ رضہ موت

فرمایا، وعلیکم (اور تم پر) تو عائشہ نے کہا موت تم پر آئے

عَلَيْكُمْ وَلَعَنَكُمُ اللّٰهُ وَغَضِبَ عَلَيْكُمْ

تم پر اور لعنت کی تمہیں اور غضبناک ہوا تم پر

اور تم پر لعنت کی اللہ نے اور تم پر غضب ناک ہوا

[1] یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے

Marfat.com

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ

تو کہا

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم

سَلَّمَ مَھْلاً یَا عَائِشَۃُ عَلَیْكِ بِالرِّفْقِ

جانے دو اے عائشہؓ تجھے لازم ہےلہ نرمی

نے فرمایا، اے عائشہ! جانے دے۔ تجھ کو نرمی لازم ہے

وَاِیَّاكِ وَالْعُنْفَ وَالْفُحْشَ قَالَتْ اَوَ

اور بچلہ اکھڑپن اور بدمزاجی کہا کیا اور

اور دور رہو اکھڑپن اور بدمزاجی سے انہوں نے کہا تو کیا انہوں نے

لَمْ تَسْمَعْ مَا قَالُوْا قَالَ اَوَلَمْ تَسْمَعِیْ

نہ سنا تو نے جو کہا انہوں نے فرمایا کیا اور نہ سنا تو نے

جو کہا آپ نے نہیں سنا فرمایا، اور کیا میں نے جو کچھ کہا تو نے

مَا قُلْتُ رَدَدْتُ عَلَیْھِمْ فَیُسْتَجَابُ لِیْ

جو کہا میں نے پھیر دیا میں نے ان پر تو جواب آسکے لئے میرے

نہیں سنا؟ میں نے ان پر پھیر دیا تو اُن کے بارے میں میری مانی

لہ علیک ب: کے لغوی ہیں تجھ پر ہے۔ محاورہ میں اسکے معنی ہیں: تجھ پر واجب ہے۔ یا تجھے لازم ہے۔ ٹہ ایاک و ایاہ کے محاورہ میں معنی ہوں گے: اس سے بچ کر رہو

Marfat.com

فِيهِمْ وَلَا يُسْتَجَابُ لَهُمْ فِيَّ وَفِيْ

بابت وہ اور نہ جواب آئے گا لیئے ان کے بابت میرے اور میں

جائے گی اور ان کی میرے بارے میں نہیں مانی جائے گی

رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ قَالَ لَا تَكُوْنِيْ

روایت کہا نہ

اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا بدمزاج

فَاحِشَةً فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفُحْشَ

بدمزاج تو یقیناً اللہ نہیں چاہتا ہے بدمزاجی

نہ ہو پس اللہ تعالیٰ یقیناً بدمزاجی اور بد کلامی کو

وَالتَّفَحُّشَ۔

اور بد کلامی۔

پسند نہیں کرتا

فحش: کا لفظ در اصل اس گناہ کے لیئے آتا ہے جس میں بہت خرابی ہو۔ یہاں اس سے بد خلقی اور بد مزاجی مراد ہے

تفحش: جان بوجھ کر بد مزاجی کرنا۔ بد کلامی۔ بد زبانی وغیرہ۔

وَعَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ أَنَّ

کہ یقیناً

اور اُسامہ بن زیدؓ سے (روایت ہے) کہ یقیناً"

رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم

مَرَّ بِمَجْلِسٍ فِیْہِ أَخْلَاطٌ مِنَ

گزرا پہ مجلس اس میں ملے جلے سے

ایک مجلس کے پاس سے گزرے جس میں

الْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُشْرِکِیْنَ عَبَدَۃِ

پوجنے والے اور

مسلمان اور مشرکین

الْأَوْثَانِ وَالْیَھُوْدِ فَسَلَّمَ عَلَیْھِمْ

بت اور یہود تو سلام ڈالا ان پہ

اور بت پرست اور یہود ملے جلے تھے تو آپ نے ان پہ سلام فرمایا

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

مُتفق علیہ۔

اَخْلَاطٌ جمع ہے خلط کی جیسے احمال جمع ہے حِمل کی۔
خِلط کے معنی ہیں: دوسری چیز میں ملا ہوا۔
عَبَدَۃ جمع ہے عابد (پوجنے والا) کی۔
اَوْثَانٌ جمع ہے وَثَن (بت) کی۔

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ عَنِ النَّبِیِّ

اور ابو سعید خدری سے (روایت ہے) منجانب نبی کریم

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِیَّاکُمْ وَالْجُلُوْسَ

تم بچو بیٹھنا

صلی اللہ علیہ وسلم رستوں پر بیٹھنے سے

بِالطُّرُقَاتِ فَقَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَالَنَا مِنْ

پر رستے تو کہا انہوں نے نہیں ہمارے سے

بچو تو انہوں نے کہا یا رسول اللہ! ہمیں اپنی (ان)

مَجَالِسِنَا بُدٌّ نَتَحَدَّثُ فِيْهَا قَالَ فَاِذَا اَبَيْتُمْ

نشستیں ہماری چارہ باتیں کرتے ہیں ہم ان میں فرمایا تو جب انکار کیا تم نے[1]

نشستوں سے چارہ نہیں۔ ہم ان میں باتیں کرتے ہیں فرمایا تو اگر تمہیں بیٹھنا

اِلَّا الْمَجْلِسَ فَاَعْطُوا الطَّرِيْقَ حَقَّهٗ

سوا بیٹھنا تو دو رستہ (کو) حق اس کا

ہی ہے تو رستہ کو اس کا حق دو

قَالُوْا وَمَا حَقُّ الطَّرِيْقِ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ

بولے اور کیا حق رستہ فرمایا

(صحابہ) بولے، تو رستہ کا حق کیا ہے یا رسول اللہ؟ فرمایا،

غَضُّ الْبَصَرِ وَكَفُّ الْاَذٰى وَرَدُّ السَّلَامِ وَالْاَمْرُ

جھکانا آنکھ۔ نگاہ اور روکنا ایذاء اور پھیرنا سلام اور تلقین

آنکھ جھکانا اور ایذاء نہ دینا، سلام کا جواب دینا اور نیکی کی

بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْىُ عَنِ الْمُنْكَرِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

ساتھ نیکی اور منع کرنا سے برائی

تلقین کرنا اور برائی سے منع کرنا متفق علیہ ہے

[1] محاورہ میں اس کے معنی ہیں اگر تمہیں ضرور یہ کام کرنا ہے تم اس کو ترک نہیں کر سکتے۔

Marfat.com

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ

اور ابو ہریرہ رضؓ سے (روایت ہے) از طرف نبی کریم صلی اللہ

عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ هٰذِهِ الْقِصَّةِ قَالَ وَ

میں یہ قصہ فرمایا اور

علیہ وسلم اس قصہ میں (ذکر) آپؐ نے فرمایا، اور

اِرْشَادُ السَّبِیْلِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ عَقِیْبَ

بتلانا رستہ بیان کیا اسے ابوداؤد پیچھے

رستہ دکھانا۔ اس کی روایت ابوداؤد نے خدریؓ کی حدیث

حَدِیْثِ الْخُدْرِیِّ هٰکَذَا وَعَنْ عُمَرَ

حدیث خدری یوں اور سے عمر

کے بعد اس طرح کی ہے اور (روایت ہے) از طرف عمرؓ

عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

منجانب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

فِيْ هٰذِهِ الْقِصَّةِ وَتُغِيْثُوا الْمَلْهُوْفَ

ہے | یہ | قصہ | اور | دستگیری کرو | پریشان حال

اس قصہ میں اور پریشان حال شخص کی دستگیری کرو

وَتَهْدُوا الضَّالَّ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ عَقِيْبَ

اور ہدایت دو | بھولا ہوا | بیان کیا اسے | ابوداؤد | پیچھے

اور بھولے ہوئے کو رستہ دکھاؤ اس کی روایت ابو داؤد نے ابو ہریرہؓ کی

حَدِيْثِ اَبِيْ هُرَيْرَةَ هٰكَذَا وَلَمْ اَجِدْهُمَا

حدیث | ابو ہریرہؓ | یوں | اور نہ پایا میں نے ان دو

کی حدیث کے بعد اس طرح کی ہے اور میں نے ان دو (روایتوں)

فِي الصَّحِيْحَيْنِ۔

میں | صحیحین

کو صحیحین میں نہیں پایا۔

طُرُقَات یا طُرُق جمع طریق (رستہ) کی جیسے صُعُدَات یا صُعُد جمع ہے صَعِید (راستہ) کی۔

مجالِس جمع ہے مَجلِس (نشست گاہ) کی

مُجْلِس : مصدر میمی ہے یعنی بیٹھنا ، نشست ۔ بعض علماء کا خیال ہے کہ روایت میں مَجْلِس کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں نشست گاہ ۔

أَبَيْتُمْ إِلَّا الْمَجْلِسَ : اِمْتَنَعْتُمْ عَنِ الْأَفْعَالِ إِلَّا عَنِ الْجُلُوسِ فِي الطَّرِيقِ ۔

یعنی ہر چیز سے انکار ہے سوائے سرراہ بیٹھنے سے ۔ محاورہ میں اس سے مراد ہے کہ تمہیں بیٹھے بغیر چارہ نہیں ۔

أَعْطَى : دیا أَعْطِ : دے أَعْطُوا : دو

كَفُّ الْأَذَى : ایذاء روکنا یعنی (۱) ایذاء نہ دینا (۲) ایذاء پہنچانے نہ دینا ۔

أَغَاثَ : مدد رسانی کی أَغِثْ مدد رسانی یا دستگیری کر

أَغِيثُوا : دستگیری کرو ۔

مَلْهُوف : مظلوم اور پریشان آدمی ۔ دلگیر

هَدَى : ہدایت دی هَادِي ہدایت دینے والا تَهْدُوْنَ تم ہدایت دیتے ہو ۔

ضَالّ : (۱) بھولا ہوا (۲) تلاش کرنے والا

أَمْرٌ بِالْمَعْرُوفِ اور نَهْيٌ عَنِ الْمُنْكَرِ : کی شرح آگے اسی عنوان کے باب میں آئے گی ۔

Marfat.com

اَلْفَصْلُ الثَّانِی

علیؓ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان کے مسلمان پر چھ حق واجب ہیں۔ جب اس کے سامنے آئے تو اس پر سلام ڈالے۔ جب وہ بلائے تو ہامی بھرے۔ جب وہ چھینک کر الحمد للہ کہے تو یَرْحَمُكَ اللہ کہے۔ جب وہ بیمار پڑے تو اس کی عیادت کرے۔ جب وہ مرجائے تو اس کے جنازے کے ہمراہ جائے۔ اور جو بھلا اپنے لئے چاہتا ہے۔ اس کے لئے بھی چاہے۔ اس کی روایت ترمذی اور دارمی نے کی ہے۔

عمران بن حُصَینؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور کہا اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ۔ آپؐ نے جواب دیا۔ پھر وہ شخص بیٹھ گیا تو آپؐ نے فرمایا، دس ہیں[1]۔ پھر دوسرا آیا۔ اس نے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللہِ کہا آپؐ نے اس کا جواب دیا۔ پھر وہ بیٹھ گیا تو آپؐ نے فرمایا، بیس ہیں[2]۔ پھر دوسرا آیا اور کہا، اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللہِ وَبَرَکَاتُہٗ۔ آپؐ نے اس کا جواب دیا اور بیٹھ گیا تو آپؐ نے فرمایا، تیس ہیں[3]۔ اس کی روایت ترمذی اور ابوداؤد نے کی ہے۔ اور معاذؓ سے اسی مضمون کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے اور انہوں نے مزید بتایا کہ پھر ایک اور آدمی آیا

---

[1] یعنی اس کے لئے دس نیکیاں ہیں

[2] اس نے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللہِ کہہ کے الفاظ بھی بڑھائے اس لئے اس کی بیس نیکیاں ہوئیں۔

Marfat.com

اور اس نے کہا، اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ وَمَغْفِرَتُہٗ تو آپؐ نے فرمایا، چالیس ہیں اور فرمایا کہ فضائل یوں ہوتے ہیں اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔

اور ابوامامہؓ سے (روایت ہے) انہوں نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں کے مقابلہ میں اللہ سے قریب تر وہ شخص ہے جس نے سلام میں پہل کی۔ اس کی روایت احمد ترمذی اور ابوداؤد نے کی ہے۔

اور جریرؓ سے (روایت ہے) کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کا کچھ عورتوں کے پاس سے گزر ہوا اور آپؐ نے ان پر سلام ڈالا[1]۔ اس کی روایت احمد نے کی ہے۔

اور علیؓ بن ابوطالب سے (روایت ہے) فرمایا کہ جب جماعت گزرے تو کافی ہے کہ ان میں سے ایک آدمی سلام کہے اور بیٹھے ہوؤں کی طرف سے کافی ہے کہ ان میں سے ایک آدمی جواب دے۔ بیہقیؒ نے شعب الایمان میں اس کی مرفوعاً روایت کی ہے اور ابوداؤد نے اس کی روایت کی ہے اور کہا کہ حسن بن علی جو ابوداؤد کے استاد تھے انہوں نے اس کو مرفوع بیان کیا ہے۔

اور عمرو بن شعیب سے روایت ہے، از طرف ان کے باپ کے از طرف ان کے دادا کے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

---

[1] حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کوئی مسلمان عورت اجنبیہ نہ تھی اس لئے آپؐ نے ان کو سلام کہا۔ دیگر لوگوں کے لئے ممانعت ہے سو لئے اس کے کہ کوئی بڈھی عورت ہو۔

Marfat.com

فرمایا کہ جس نے ہمارے غیر سے مشابہت کی وہ ہم سے نہیں۔ یہود اور نصارٰی سے مشابہت نہ کرو کیونکہ یہود کی تسلیم انگلیوں سے اشارہ کرنا ہے اور نصارٰی کی تسلیم ہتھیلی سے اور کہا ہے کہ اس کی اسناد ضعیف ہے۔

اور ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، از طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ آپ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی کے سامنے آئے تو اس پر سلام ڈالے پھر اگر ان کے درمیان درخت یا دیوار یا چٹان حائل ہو جائے اور وہ اسے پھر ملے تو اس پر پھر سلام ڈالے۔ اس کی روایت ابو داؤد نے کی ہے۔

اور قتادہؓ سے (روایت ہے) انہوں نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم کسی گھر میں داخل ہو تو اس کے مکینوں پہ سلام ڈالو۔ اور جب باہر آؤ تو انہیں سلام کہہ کر الوداع کرو۔ بیہقی نے شعب الایمان میں اس کی مرسلاً روایت کی ہے۔

اور غالب سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ ہم باب الحسن البصری میں بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ ایک مرد آیا۔ اور اس نے کہا کہ مجھ سے میرے باپ نے میرے دادا کی طرف سے بیان کیا کہ میرے باپ نے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا۔ اور کہا حضورؐ کے پاس جا اور سلام کہہ۔ اس نے کہا کہ میں آپؐ کے پاس آیا۔ اور کہا میرا باپ آپؐ کو سلام عرض کرتا ہے آپؐ نے فرمایا۔ تجھ پر اور تیرے باپ پہ سلام ہے۔ ابو داؤد نے اس کی روایت کی ہے۔

اور ابو العلاء بن الحضرمیؓ سے روایت ہے، کہ العلاء الحضرمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عامل تھے۔ وہ جب آپؐ کی طرف خط لکھتے تو خود

Marfat.com

سلام سے آغاز کرتے تھے اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔

اور جابرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی آدمی خط لکھے تو اس پر مٹی ڈالے کیونکہ یہ مقصد کے لئے سب سے زیادہ موزوں ہے۔ ترمذی نے اس کی روایت کی ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث منکر ہے۔

اور زید بن ثابتؓ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا تو اس وقت ایک کاتب آپؐ کے سامنے تھا۔ میں نے آپؐ کو فرماتے سنا: قلم کان پہ رکھو کیونکہ یہ انجام کے لئے سب سے بڑھ کر یاد دلاتا ہے۔ ترمذی نے اس کی روایت کی ہے۔ اور کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے اور سند اس کی ضعیف ہے۔

اور انؓ سے[۲] (روایت ہے) انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ میں سریانی سیکھوں۔ اور ایک روایت میں ہے۔ کہ مجھے حکم دیا کہ یہود کی نوشت سیکھوں اور فرمایا کہ میں تحریر کے معاملہ میں یہود کا بھروسا نہیں کرتا۔ انہوں نے کہا کہ نصف مہینہ بھی نہیں گزرا تھا کہ میں نے سیکھ لی۔ جب آپؐ یہود کی طرف تحریر لکھواتے تو میں لکھ دیتا اور جب وہ آپؐ کو لکھتے تو میں ان کی تحریر آپؐ کو پڑھ کر سناتا۔ ترمذی نے اس کی روایت کی ہے۔

ابوہریرہؓ سے (روایت ہے) از طرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کہ آپؐ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص کسی مجلس کے پاس پہنچے تو سلام ڈالے اور اگر اس کا بیٹھنے کا خیال ہو تو بیٹھ جائے۔ پھر جب اٹھے

---

[۱] سکھانے کو
[۲] یعنی زید بن ثابت سے

تو سلام ڈالے تو پہلی تسلیم دوسری سے فائق نہیں[1] ترمذی اور ابو داؤد نے اس کی روایت کی ہے۔

اور اُن سے روایت ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سرِ راہ بیٹھنے میں کوئی بھلائی نہیں سوائے اس شخص کے لئے جس نے رستہ دکھایا اور سلام کا جواب دیا اور نظر جھکائی اور بوجھ لادنے میں مدد کی۔ اسے شرح السنہ میں روایت کیا ہے اور ابن جُریّ کی حدیث فضل الصدقہ کے باب میں بیان کی گئی ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

ابو ہریرہؓ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ نے آدم کو پیدا کیا اور اس میں روح پھونکی تو وہ چھینکا اور کہا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ۔ تو اس نے اللہ کے اِذن سے[2] حمد کی۔ تو اس کے رب نے اس سے کہا، یَرْحَمُكَ اللّٰهُ یا آدمُ[3] اُن فرشتوں کے پاس جا (یعنی) اُن کی ایک جماعت کی طرف جو بیٹھی ہے اور اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہہ۔ تو اس نے کہا، اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وہ بولے وعلیک السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ پھر وہ اپنے رب کے پاس آیا

---

[1] یعنی یہ نہیں کہ مجلس میں اگرچہ سلام کہا وہ تو دیا وہ ضروری ہے اور جو جاتے وقت کہا وہ کم ضروری ہے۔

[2] یعنی اس کی توفیق سے [3] اے آدم تجھ پہ اللہ کی رحمت ہو۔

[4] یہ واضح نہیں کہ یہ توضیح اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے

اللہ نے کہا، تحیت ہے تمہاری اور تمہاری اولاد کی مابین اُن کے۔ پھر اللہ نے جب کہ اُس کی مٹھیاں بند تھیں اس سے کہا کہ ان میں سے جو چاہے چن لے۔ اس نے کہا میں نے اپنے رب کا دایاں ہاتھ چُن لیا۔ حالانکہ میرے رب کے دونوں ہاتھ دائیں اور مبارک ہیں۔ پھر اللہ نے مٹھی کو کھولا تو اس میں آدم اور اس کی اولاد تھی[1] اس نے کہا، اے میرے رب! یہ کون ہیں۔ کہا، یہ تیری اولاد ہے۔ تو کیا دیکھتا ہے کہ ہر انسان کی آنکھوں کے درمیان اس کی عمر تحریر ہے۔ پھر دیکھا کہ ان میں ایک شخص تابناک ترین ہے یا ان کے تابناک ترین آدمیوں میں سے ہے[2]۔ اُس نے کہا، اے میرے رب! یہ کون ہے؟ فرمایا، یہ تیرا بیٹا داؤد ہے۔ اور میں اس کی عمر چالیس برس لکھ چکا۔ اس نے کہا، اے میرے رب اس کی عمر میں اضافہ کر۔ اس نے کہا، یہی ہے جو میں اس کے لئے لکھ چکا۔ اس نے کہا، اے میرے ربّ! میں نے اپنی عمر میں سے اُس کے لئے ساٹھ برس رکھ دیئے۔ کہا، یہ بات تیری مرضی ہے۔ (حضورؐ نے) فرمایا، پھر جب تک اللہ نے چاہا وہ جنت میں مقیم رہا۔ پھر وہ اس سے اتار دیا گیا۔ اور آدم اپنے لئے شمار کیا کرتا تھا[3] تو ملک الموت اس کے پاس آیا تو آدم نے اس سے کہا تُو نے جلدی کی۔ میرے لئے ایک ہزار برس لکھے گئے ہیں۔ اُس نے کہا، ضرور! لیکن تو اپنے بیٹے داؤد کے لئے ساٹھ برس دے چکا تو اس نے انکار کیا۔ اب اس کی اولاد بھی انکار کر دیتی ہے۔ وہ

---

[1] یعنی آدم اور اس کی اولاد عالم مثال میں۔ [2] یہاں راوی کو الفاظ کی صحت میں شک ہے۔ [3] یعنی اپنی عمر کے سالوں کا۔

Marfat.com

بھولا اور اب اس کی اولاد بھی بھول جاتی ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ اسی دن سے تحریر اور گواہوں کا حکم دیا گیا۔ اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

اور اسماء بنت یزیدؓ سے (روایت ہے) اس نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کئی عورتوں کے ایک گروہ کے پاس سے گزرے اور ہم پر سلام ڈالا۔ اس کو ابو داؤد اور ابن ماجہ اور دارمی نے بیان کیا ہے۔

اور طفیل بن ابیّ بن کعب سے (روایت ہے) کہ وہ ابن عمرؓ کے پاس صبح کو آتے اور ان کے ہمراہ بازار جاتے۔ وہ کہتے ہیں کہ جب ہم بازار میں پہنچتے تو ابن عمرؓ جس کسی ردی فروش یا ایک آدھ چیز بیچنے والے یا مسکین[1] یا کسی اور کے پاس سے گزرتے تو اسے سلام کہتے۔ طفیل کہتے ہیں کہ ایک دن میں عبداللہ بن عمرؓ کے پاس آیا اور انہوں نے مجھے بازار لے جانا چاہا[2]۔ تو میں نے ان سے کہا، آپ کو بازار میں کیا کرنا ہے، نہ تو آپ کسی سودے پر کھڑے ہوتے ہیں۔ نہ مال کا پوچھتے ہیں۔ نہ دام چکاتے ہیں اور نہ بازاری مجلسوں میں بیٹھتے ہیں۔ اس لئے آئیے یہیں بیٹھ کر باتیں کریں۔ طفیل کہتے ہیں کہ عبداللہ بن عمر نے مجھ سے کہا اے ابو بطن! اور طفیل بڑے پیٹ والے تھے، ہم تو صرف سلام کی خاطر جاتے ہیں۔ ہم جس سے ملتے ہیں اس پر سلام ڈالتے ہیں۔ اس کو مالک نے بیان کیا ہے اور بیہقی نے شعب الایمان میں۔

---

[1] مراد یہ ہے کہ غربا و مساکین اور امراء میں فرق نہ کرتے تھے سب پر سلام ڈالتے تھے [2] یعنی حسب معمول

اور جابرؓ سے (روایت ہے) انہوں نے کہا کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا کہ فلاں شخص کا میرے باغ میں کھجور کا درخت ہے اور اس کھجور کی موجودگی سے مجھے تکلیف ہوتی ہے[1]۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کہلا بھیجا کہ اپنا کھجور کا درخت میرے ہاتھ بیچ ڈالو۔ اس نے کہا، نہیں۔ فرمایا، ہدیتہً دے دو[2]۔ اس نے کہا، نہیں[3]۔ فرمایا، جنت میں ایک شجر کے عوض میرے پاس بیچ دو اس نے کہا، نہیں[3] تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں نے تجھ سے بڑھ کر کوئی بخیل نہیں دیکھا سوائے اس کے جو سلام میں بخل کرتا ہے۔ اس کو احمد نے روایت کیا ہے۔ اور بیہقی نے شعب الایمان میں۔

اور روایت ہے عبداللہ سے منجانب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپؐ نے فرمایا کہ سلام میں پہل کرنے والا تکبر سے لاتعلق ہوتا ہے اس کی بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کی ہے۔

---

[1] یعنی اس کے مالک کا صرف ایک کھجور کی وجہ سے میرے باغ میں آنا جانا ہے اور اس کی بعض حرکتیں میری مصلحت کے خلاف ہوتی ہیں۔
[2] یعنی میرے ہاتھ بیچنے سے عار ہو تو ھدیہ کر دو [3] یعنی قیمت بھی لو اور ثواب بھی [3] اس کا بار بار انکار اس لئے تھا کہ حضورؐ کوئی حکم صادر نہیں کر رہے تھے بلکہ صرف سفارش فرما رہے تھے۔ اس لئے اس کے بار بار کے انکار پر اسے عاصی نہ کہا بلکہ بخیل کہا اور ناراض نہ ہوئے۔

بابُ الاِستِیذانِ

اِذُن = علم - اجازت - حکم

استیذان = علم حاصل کرنا - اجازت چاہنا

شرع میں استیذان سے مراد یہ ہے کہ اپنے یا پرائے گھر میں قدم رکھنے سے پہلے آدمی معلوم کر لے کہ اندر کون ہے اور داخل ہونے کے لئے اجازت حاصل کرے۔

Marfat.com

استیذان

اسلام سے قبل عرب میں پردے کا رواج نہ تھا۔ دروازوں کے پٹ تک نہ ہوتے تھے۔ اور نہ ان پر پردے لٹکائے جاتے تھے۔ دروازے پر کوئی کھڑا ہوتا تو سب اہلِ خانہ نظر کے سامنے ہوتے تھے۔ تہذیب و شائستگی کا فقدان تھا۔ رشتہ دار اور دوست آشنا بے تکلف گھر میں چلے آتے اور کوئی برا نہ مانتا تھا۔

اسلام آیا تو چند برس کے بعد پردے کا حکم نازل ہوا۔ گھر کی حرمت اور باپردگی کی بھی تلقین ہوئی۔ اس بات سے روک دیا گیا کہ کوئی آدمی بغیر اذن و اجازت کے کسی کے گھر میں قدم رکھے۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ بُیُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَ تُسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَهْلِهَا۔

ترجمہ :- اے ایمان والو اپنے گھروں کے (اور) گھروں میں داخل نہ ہو جب تک کہ ان کے مکینوں (کی موجودگی) معلوم کر لو اور ان پر سلام ڈالو۔

اپنے گھروں کے بارے میں تنبیہ ہوئی کہ دروازے میں بے محابا قدم مت رکھو۔ گھر میں عورتیں ہوں تو اور بھی احتیاط کرو۔ پہلے اذن طلب کرو۔ ایسا نہ ہو کہ کوئی عورت بغیر اوڑھنی یا موزوں ستر کے بیٹھی ہو اور تمہاری نگاہ اس پر جا پڑے۔ ایک صحابی اجازت حاصل

Marfat.com

کئے بغیر کاشانۂ نبوت میں جا حاضر ہوئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، واپس جاؤ اور کہو "اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ"! کیا میں آسکتا ہوں؟" (خازن۔ سورۂ نور)

معاشرہ کی بنا چونکہ گھر کی بنیاد پر ہے اس لئے گھریلو زندگی کی حرمت اور نگہبانی پورے معاشرہ کو سالمیت عطا کرتی ہے۔ اسلام نے خانگی حرمت کو اس قدر اہمیت دی ہے کہ حکومت کے کسی کارندے کو بھی عام حالات میں کسی کے گھر بغیر آگاہ کئے داخل ہونے کی اجازت نہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:۔

رَسُوْلُ الرَّجُلِ اِلَی الرَّجُلِ اِذْنُہٗ (مشکوٰۃ)

ترجمہ:۔ دو آدمیوں کے درمیان اذن قاصد کا کام کرتا ہے۔

جو شخص دوسرے کے گھر میں بغیر اجازت نظر ڈالتا ہے وہ گویا اس کی عزت و آبرو کے حصار میں رخنہ اندازی کرتا ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے:۔

مَنْ سَبَقَتْ عَیْنُہٗ اِسْتِیْذَانَہٗ فَقَدْ اٰذَمَرَ (تفسیر قمی)

ترجمہ:۔ جس کی آنکھ نے استیذان سے پہل کی تو اس نے ہلاکت کا سامان کیا۔

اِس موضوع پر چند مزید احادیث درج ذیل ہیں:۔

اگر کسی شخص نے بغیر اذن کے تیرے گھر جھانکا اور تو نے کنکر مار کر اس کی آنکھ پھوڑ دی تو تیرے لئے کوئی مضائقہ نہیں۔

(مسلم کتاب الادب)

اگر کسی شخص نے اذن ملنے سے پہلے دروازے کا پردہ

Marfat.com

ہٹا کر کسی کے گھر کی کوئی پوشیدنی بات دیکھی تو اس نے اس حد کو چھوا جس تک اسے نہیں پہنچنا چاہیے تھا۔ اگر نظر ڈالتے وقت گھر کے آدمی نے سامنے آ کر اس کی آنکھ پھوڑ دی تو میں حمایت نہیں کروں گا۔ اور اگر کوئی شخص کسی کے کھلے دروازے کے پاس سے گزرا اور اس کی نظر (اچانک) پڑ گئی تو اس کی کوئی خطا نہیں۔ خطا گھر والوں کی ہے۔

(ترمذی ابواب الاستیذان)

اس حدیث میں یہ تلقین بھی ہے کہ دروازوں کو مستور رکھو۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک دن گھر میں تشریف فرما تھے کہ ایک شخص نے اندر جھانکا۔ آپؐ تیر کی انی لے کر اس کی طرف تیزی سے بڑھے گویا اسے زخمی کر دیں گے۔ وہ شخص پیچھے ہٹ گیا۔ (ترمذی، مسلم)

ایک دن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے حجرہ میں تھے کہ ایک شخص نے اندر نظر ڈالی۔ آپؐ کے ہاتھ میں سلائی تھی۔ آپؐ نے فرمایا، اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تم دیکھ رہے ہو تو اس سلائی سے تمہاری آنکھ پھوڑ دیتا۔ استیذان کا حکم نگاہ ہی کے لئے ہے۔ (مسلم۔ بخاری۔ الفاظ ترمذی کے ہیں)

استیذان کا حکم ارکانِ خانہ کے لئے بھی ہے۔ قرآن حکیم نے تین اوقات ایسے بتائے ہیں جن میں نابالغ بچوں کو بھی گھر میں قدم رکھنے سے پہلے اذن طلب کرنا ہے۔ یہ تین وقت وہ ہیں جب کہ گھر کے آدمی عموماً پورے شرعی ستر میں نہیں ہوتے یعنی

Marfat.com

عشاء کے بعد فجر سے پہلے اور دوپہر کو گرمی کے وقت۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار حضرت انس رضؓ سے ارشاد فرمایا، بیٹا! جب گھر والوں کے پاس جاؤ تو انہیں سلام کہو۔ یہ تمہارے لئے اور تمہارے گھر والوں کے لئے برکت کا موجب ہوگا۔

(ترمذی ابواب الاستیذان)

ایک صحابیؓ کے سوال پر حضورؐ نے انہیں فرمان دیا کہ گھر میں والدہ کے سوا اور کوئی فرد بھی نہ ہو تو جب بھی اذن مانگنا چاہیے۔ اس کو اس بات پر حیرت ہوئی تو آپؐ نے فرمایا، کیا تو اسے بے ستر دیکھنا چاہتا ہے؟ آپ کی مراد یہ تھی کہ عین ممکن ہے سائل کی والدہ کسی وقت پورے ستر سے نہ بیٹھی ہو۔ ایسے میں اس کا اچانک گھر جا پہنچنا درست نہ ہوگا۔

آدابِ استیذان

۱۔ کسی کے گھر جانا ہو تو پہلے معلوم کر لو کہ آیا گھر میں کوئی ہے۔ اگر ہو تو دروازے پر کھڑے ہو کر سلام کہو اور اذن طلب کرو۔ اگر جواب نہ آئے تو واپس چلے جاؤ۔

۲۔ استیذان کے الفاظ یہ ہیں:

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ! کیا میں آ سکتا ہوں؟

بنو عامر کا ایک شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں باریاب ہونے کے لئے آیا اور دروازے پر کھڑے ہو کر بھدے الفاظ میں اجازت چاہی۔ آپؐ نے خادم کو حکم دیا کہ جاؤ اسے استیذان کا طریقہ سکھاؤ اسے بتاؤ کہ کہے: اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ! کیا میں آ سکتا ہوں؟۔ عامری

نے حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد سُن لیا اور عرض کیا:
اَلسَّلامُ علیکم! کیا میں آسکتا ہوں ؟
آپؐ نے اسے اِذن فرمایا۔ (تفسیر خازن)

۳۔ استیذان تین بار ہونا ہے۔ اگر جواب نہ آئے یا اجازت نہ ملے تو واپس چلے جاؤ۔

۴۔ اِذن طلب کرتے وقت دروازے کے سامنے کھڑا ہونا منع ہے۔ ہو سکتا ہے نگاہ اندر چلی جائے اور گھر کی بے پردگی ہو۔ اس لئے دروازے کے دائیں یا بائیں پہلو کھڑے ہونا چاہیے۔

۵۔ استیذان کے جواب میں اگر گھر والے پوچھیں "کون ہے ؟" تو اپنا معروف نام یا کنیت وغیرہ بتاؤ۔ صرف "میں ہوں" مت کہو۔

۶۔ اہلِ خانہ کہیں تو لوٹ جاؤ۔ مُصِر ہو کر ان کے لئے ملال اور بدمزگی پیدا نہ کرو۔

ثمرات استیذان سے دوسروں کی آبرو اور شرم و حیاء کی پاسداری کا جذبہ قوت پکڑتا ہے۔ جیسے دوسروں کی عزت و حرمت کا دھیان ہوگا وہ اپنی پاک دامنی کی بھی فکر رکھے گا لہٰذا استیذان آبرو اور حیاء کے تحفظ کے لئے ازبس ضروری ہے۔ سورۂ نور میں آیات استیذان کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے اخلاقی بصیرت اور پاکیزگی پیدا ہوتی ہے۔

Marfat.com

بَابُ الْاِسْتِيْذَانِ

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ قَالَ اَتَانَا

سے ابو سعید خدری کہا آیا ہمارے پاس

ابو سعید خدری سے (روایت ہے۔ انہوں نے کہا (کہ) ہمارے پاس

اَبُوْمُوْسٰی قَالَ اِنَّ عُمَرَ اَرْسَلَ اِلَیَّ

ابو موسیٰ کہا یقیناً عمر بھیجا طرف میرے

ابو موسیٰ آئے (اور) کہا، عمر نے مجھے کہلا بھیجا

اَنْ اٰتِیَهٗ فَاَتَیْتُ بَابَهٗ فَسَلَّمْتُ

کہ آؤں پاس اسکے تو آیا میں دروازہ اس کا اور سلام ڈالا میں نے

(کہ) میں اس کے پاس آؤں تو میں اس کے دروازے پر آیا اور

ثَلٰثًا فَلَمْ یَرُدَّ عَلَیَّ فَرَجَعْتُ فَقَالَ

تین بار تو نہ پلٹا یا گیا مجھ پر تو واپس آیا میں تو کہا

تین بار سلام کیا۔ مجھے جواب نہ ملا تو میں پلٹ آیا۔ تو اس نے کہا

Marfat.com

مَا مَنَعَكَ اَنْ تَاتِيَنَا فَقُلْتُ اِنِّيْ

کیا روکا تجھے کہ تو آئے ہمارے پاس تو کہا میں نے کہ یقیناً میں

تجھے کس چیز نے روکا کہ ہمارے پاس آئے؟ تو میں نے کہا، میں یقیناً

اَتَيْتُ فَسَلَّمْتُ عَلٰى بَابِكَ ثَلَاثًا

میں آیا اور سلام کہا پر دروازہ تیرا تین بار

آیا اور آپ کے دروازے پر تین بار سلام کہا

فَلَمْ تَرُدُّوْا عَلَيَّ فَرَجَعْتُ فَقَدْ قَالَ

تو نہ پھیرا تم نے مجھ پر تو واپس ہوا میں تو ہے کہا

اور آپ لوگوں نے مجھے جواب نہ دیا تو میں واپس آگیا اور مجھ سے

لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

مجھ سے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے (کہ)

اِذَا اسْتَاْذَنَ اَحَدُكُمْ ثَلٰثًا فَلَمْ

جب اذن مانگا کوئی تم سے تین بار اور نہ

جب تم میں سے کوئی آدمی تین بار اذن طلب کرے اور

يُؤْذَنْ لَهٗ فَلْيَرْجِعْ فَقَالَ عُمَرُ اَقِمْ

اذن دیا گیا اس کو تو پلٹ جائے تو کہا عمر قائم کر

اسے اذن نہ دیا جائے تو پلٹ جائے تو عمر نے کہا (کہ) اس

عَلَيْهِ الْبَيِّنَةَ قَالَ اَبُوْسَعِيْدٍ فَقُمْتُ

اس پر ثبوت کہا تو اٹھا میں

پر ثبوت قائم کرو۔ ابو سعید نے کہا کہ میں اس کے ساتھ اٹھ

مَعَهٗ فَذَهَبْتُ اِلٰى عُمَرَ فَشَهِدْتُ

ساتھ اس کے اور گیا میں طرف عمر اور شہادت دی میں نے

کھڑا ہوا اور عمر کے پاس گیا۔ اور میں نے گواہی دی

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

متفق علیہ ہے

اَرْسَلَ: بھیجا۔ روانہ کیا۔ پیغام بھیجا۔ کسی آدمی کو بھیجا۔
اَتٰى: آیا۔ اٰتِیْ میں آتا ہوں۔ اَنْ اٰتِیَ کہ میں آؤں۔
رَدَّ: پلٹا۔ پھیرا۔ جواب دیا۔ یَرُدُّ جواب دیتا ہے۔ یُرَدُّ جواب دیا جاتا ہے۔ لَمْ یُرَدَّ جواب نہ دیا گیا۔ جواب نہ ملا۔ تَرُدُّوْنَ تم

Marfat.com

جواب دیتے ہو۔ لَمۡ تَرُدُّوۡا تم نے جواب نہ دیا۔
اَذِنَ اِذن دیا یُؤۡذَنُ اذن دیا جاتا ہے لَمۡ یُؤۡذَنۡ اذن نہ دیا گیا۔
یَرۡجِعُ پلٹتا ہے۔ لِیَرۡجِعۡ اسے چاہیئے کہ واپس چلا جائے۔
اَقَامَ قائم کیا اَقِمۡ قائم کر۔

پوری روایت بقول حضرت ابوسعیدؓ یہ ہے کہ میں ایک بار انصار کی ایک مجلس میں بیٹھا تھا کہ ابوموسیٰ اشعری تشریف لائے۔ وہ کچھ گھبرائے ہوئے تھے۔ بولے میں نے حضرت عمرؓ کے پاس حاضر ہونے کی تین بار اجازت مانگی۔ وہ خاموش رہے اور میں واپس چلا آیا۔ حضرت عمرؓ نے مجھے فوراً بلا بھیجا اور پوچھا کہ تم کیوں نہ آئے۔ میں نے جواب دیا کہ میں نے تین بار اجازت مانگی تھی لیکن اذن نہ ملا تو واپس چلا گیا کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب تم میں سے کوئی آدمی تین بار اذن طلب کرے اور اسے اجازت نہ ملے تو واپس چلا جائے۔ عمرؓ بولے، اللہ کی قسم تمہیں اس پر شہادت لانی ہوگی۔ کیا تم میں کوئی ایسا آدمی ہے جس نے یہ ارشاد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ اُبَیّ بن کعب نے فرمایا، واللہ ہم میں سے سب سے چھوٹا آدمی تمہارے ہمراہ جائے گا۔ میں ان سب میں چھوٹا تھا۔ ابوموسیٰ اشعریؓ کے ہمراہ چل دیا اور حضرت عمرؓ کے سامنے حدیث بیان کی۔

(خازن و بغوی سورۂ نور)

حضرت عمرؓ نے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ پر اس لئے سختی کی کہ انہوں نے یہ حدیث خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نہ سنی تھی۔ حضرت عمرؓ کا بیشتر وقت حضورؐ کی خدمت میں گذرا تھا اور اس حدیث

کا تعلق چونکہ آئے دن کے معمولات سے تھا اس لئے پہلی بار اسے ابوموسیٰ اشعریؓ کی زبان سے سن کر انہیں بہت حیرت ہوئی۔ انہوں نے خیال کیا کہ ابوموسیٰ اشعریؓ کو غلط فہمی ہوئی ہے یا انہوں نے بے احتیاطی کی ہے۔ چونکہ حضرت عمرؓ حدیث کے بارہ میں قطعاً کوئی بے احتیاطی برداشت نہ کرتے تھے اس لئے انہوں نے انہیں حکم دیا کہ ثبوت لائیں۔ ابوموسیٰ اشعریؓ انصار کی ایک مجلس میں پہنچے اور یہ ماجرا بیان کیا تو انصار بھی بہت حیران ہوئے کہ حضرت عمرؓ ایسی اہم اور روزمرہ سے تعلق رکھنے والی حدیث سے کیسے بے خبر رہ گئے۔ اس کا علم تو مدینہ کے کم عمر نوجوانوں کو بھی تھا۔ اس لئے حضرت کعبؓ نے فرمایا کہ ہم میں سے سب سے کم عمر آدمی فاروق اعظمؓ کے پاس جائے گا تاکہ ان کو خوب احساس ہو جائے کہ حضرت ابوموسیٰؓ ایسے صحابیؓ کے بارے میں حضرت عمرؓ کو ایسی بداحتیاطی کا گمان نہیں کرنا چاہیے تھا۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ

اور عبداللہ بن مسعودؓ سے (روایت ہے) انہوں نے کہا (کہ) مجھ سے

لِی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذْنُكَ

مجھ سے اذن تیرا

نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پاس آنے کو

Marfat.com

عَلَيَّ اَنْ تَرْفَعَ الْحِجَابَ وَاَنْ تَسْمَعَ

مجھ پر کہ اٹھائے تو پردہ اور کہ سنے تو

تیرے لئے یہ اذن ہے کہ تو پردہ اٹھائے اور میری

سِوَادِی حَتّٰی اَنْھَاکَ رَوَاہُ مُسْلِمٌ

دھیمی آواز میری یہاں تک منع کردوں میں تجھے بیان کیا اسے مسلم

دھیمی آواز سنے یہاں تک کہ میں تجھے منع کردوں، اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

رَفَعَ اٹھایا تَرْفَعُ تو اٹھاتا ہے۔

سِوَاد: سِرار، دھیمی آواز سے ہم کلام ہونا۔

نَھٰی منع کیا۔ اَنْھٰی میں منع کرتا ہوں یا کروں گا۔

شرح حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت قرب حاصل تھا۔ وہ اس کثرت سے حضور پر نور کی خدمتِ اقدس میں حاضر رہتے تھے کہ لوگوں نے انہیں اہل بیت میں شمار کرنا شروع کر دیا تھا۔ اس قرب کی وجہ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں رعایت دی تھی کہ ان کے استیذان کے وہی آداب ہوں گے جو ارکانِ خانہ کے لئے ہوتے ہیں۔ یعنی دروازے کا پردہ اٹھا کر کان لگائیں۔ حضورؐ کی باتوں کی آواز آرہی ہو تو بے شک اندر چلے جائیں سوائے اس کے کہ حضورؐ منع فرمادیں۔ حدیث سے ایک بات یہ ثابت ہوتی ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ کو

بلا استیذان اسی صورت میں داخلہ کی اجازت تھی کہ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں رونق افروز ہوں۔ دوسری یہ کہ امہات المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن ستر کی ہمیشہ اس قدر احتیاط رکھتی تھیں کہ باہر سے کوئی شخص اچانک آجاتا، تو کوئی حرج نہ ہوتا تھا۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ اَتَيْتُ النَّبِيَّ

اور سے جابر کہا آیا میں

اور جابر سے (روایت ہے) انہوں نے کہا کہ میں نبی کریم

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ دَيْنٍ كَانَ

بابت قرضہ تھا

صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا ایک قرضہ کے بارے میں

عَلٰى اَبِيْ فَدَقَقْتُ الْبَابَ فَقَالَ مَنْ

پر باپ میرا تو کھٹکھٹایا میں نے دروازہ تو فرمایا کون

جو میرے باپ پر تھا میں نے دروازے پر دستک دی تو آپؐ نے فرمایا، کون

ذَا فَقُلْتُ اَنَا فَقَالَ اَنَا اَنَا كَاَنَّهٗ

یہ تو کہا میں نے میں تو فرمایا میں میں جیسے وہ

ہے؟ میں نے کہا، میں تو فرمایا، میں۔ میں۔ گویا آپؐ نے

Marfat.com

كَرِهَهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

ناپسند کیا اسے

اسے ناپسند فرمایا ۔ متفق علیہ ہے ۔

دَقَّ کوٹا ۔ کھٹکھٹایا ۔ دَقَقْتُ میں نے کھٹکھٹایا ۔ دستک دی
مَنْ ذَا : یہ کون ہے؟ اردو میں ذَا کے ترجمہ کی ضرورت نہ ہوگی
صرف "کون ہے؟" ترجمہ کیا جائے گا ۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ دَخَلْتُ

اور سے کہا داخل ہوا میں

اور ابوہریرہ سے (روایت ہے) انہوں نے کہا کہ میں رسول اللہ

مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدَ

ساتھ تو پایا

صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ (گھر میں) داخل ہوا اور آپؐ نے

لَبَنًا فِیْ قَدَحٍ فَقَالَ اَبَا هِرٍّ اِلْحَقْ

دودھ میں پیالہ تو فرمایا اے ابوہریرہ پہنچ

ایک پیالہ میں دودھ دیکھا تو فرمایا اے ابوہریرہ اہلِ صُفّہ

Marfat.com

بِاَهْلِ الصُّفَّةِ فَادْعُهُمْ اِلَیَّ فَاَتَیْتُهُمْ

ساتھ والے صُفّہ اور بُلا انہیں طرف میرے تو آیا میں اُنکے پاس

کے پاس جا اور انہیں میرے پاس بلا۔ تو میں اُن کے پاس آیا

فَدَعَوْتُهُمْ فَاَقْبَلُوْا فَاسْتَاذَنُوْا

اور بلایا میں نے انہیں تو چل پڑے اور اذن مانگا انہوں نے

اور انہیں بلایا تو وہ چل پڑے اور انہوں نے اجازت مانگی

فَاَذِنَ لَهُمْ فَدَخَلُوْا رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ

اور اِذن دیا اُن کو اور داخل ہوئے وُہ بیان کیا اسے بخاری

اور آپؐ نے انہیں اجازت دی اور وُہ داخل ہوئے۔ اس کی بخاری نے روایت کی

لَحِقَ ملا اِلْحَقْ مل۔ پہنچ۔ پاس جا۔

اَهْلُ الصُّفَّه۔ مسجدِ نبوی کے ایک کنارے سائبان تھا جس میں چند صحابہؓ سکونت پذیر تھے۔ ان کا کام صرف تعلیم وتعلم اور تبلیغ تھا۔ سائبان کو عربی میں صفہ کہتے ہیں۔ اِن اصحاب کو اہلِ الصفّہ یعنی سائبان والے کہتے ہیں۔

دَعَا بلایا دَعَوْتُ میں نے بلایا اُدْعُ تُو بلا

احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ کسی کے پیچھے قاصد جائے اور اُسے بلا کر لائے تو اس قاصد کا ہمراہ ہونا ہی اِذن ہے۔ حدیث بالا میں بیان کیا گیا ہے کہ اصحابِ صُفّہ نے قاصد کے ہمراہی کے باوجود اِذن

Marfat.com

کی درخواست کی۔ یہ غالباً بنظرِ احتیاط تھا یا ان نفوسِ قدسیہ کی حیاداری اور فرطِ ادب کی وجہ سے تھا۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِی

کلدہ بن حنبل رضی اللہ عنہ سے (روایت ہے) کہ صفوان بن اُمیّہ نے کچھ دودھ، ایک غزالہ اور ککڑیاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس روانہ کیں۔ اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وادی[1] کے بالائی حصہ[2] میں تھے۔ انہوں[3] نے کہا کہ میں آپؐ کے پاس مکان میں جا پہنچا اور نہ سلام کہا اور نہ اِذن مانگا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، واپس جا اور کہہ: کیا میں داخل ہو سکتا ہوں۔ اس کو ترمذی اور ابو داؤد نے بیان کیا ہے۔

اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے (روایت ہے) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کو بلایا جائے اور وہ قاصد کے ہمراہ آئے تو یہ اس کے لئے اذن ہے۔ اس کو ابو داؤد نے بیان کیا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ انسان کا قاصد انسان کی طرف اس کا اذن ہے۔

نکتہ:۔ اگر احتیاط کے خیال سے اذن طلب کرنے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ قاصد کے ہمراہ آنے میں تاخیر ہو جائے اور خیال ہو کہ اہلِ خانہ اس وقت انتظار میں نہیں تو اِذن طلب کرنا چاہیے۔

اور عبد اللہ بن بُسر سے (روایت ہے) انہوں نے کہا کہ رسول اللہ

---

[1] وادیِ مکہ مراد ہے۔ [2] اسے معلا کہتے ہیں۔ [3] راوی حضرت کلدہ رضی اللہ عنہ نے

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کے دروازے پر آتے تو اس کے سامنے کھڑے نہ ہوتے بلکہ اس کے دائیں یا بائیں پہلو کھڑے ہوتے اور فرماتے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ[1] اور یہ اس لئے کہ ان دنوں دروازوں پر پردے نہ ہوتے تھے۔ اس کو ابوداؤد نے بیان کیا ہے۔

اور انسؓ کی حدیث کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ فرمایا بابُ الضیافۃ میں بیان کی گئی ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِث

عطاء بن یسار سے (روایت ہے) کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا اور پوچھا، کیا میں اپنی ماں کے پاس حاضر ہونے کا بھی اذن مانگوں؟ فرمایا، ہاں۔ اس شخص نے کہا، میں اسکے ساتھ گھر میں رہتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اس کے پاس جانے کی اجازت مانگ۔ اس شخص نے کہا میں اس کی خدمت کرتا ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس کے پاس جانے کی اجازت مانگ۔ کیا تو اسے بے ستر دیکھنا چاہتا ہے؟ اس نے کہا۔ نہیں آپؐ نے فرمایا، تو اس کے پاس جانے کی اجازت مانگ۔ مالک نے اسکی مرسلاً روایت کی ہے

اور علیؓ سے (روایت ہے)۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس میرا دن کو بھی آنا ہوتا تھا اور رات کو بھی آنا

---

[1] یہاں اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ صرف دو بار بیان کیا گیا ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ آپؐ بار بار اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ فرماتے تھے۔ احادیث سے ثابت ہے کہ آپؐ کا اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ فرمانا تین بار ہوتا تھا۔

ہوتا تھا ۔ تو جب میں رات کو آتا تو آپؐ میرے لئے کھنکھارتے تھے ۔ اس کی روایت نسائی نے کی ہے ۔

اور جابرؓ سے (روایت ہے) کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو آدمی سلام سے ابتداء نہ کرے اُس کو اِذن نہ دو۔ بیہقی نے اس کی شعب الایمان میں روایت کی ہے ۔

Marfat.com

بَابُ
اَلْمُصَافَحَةِ وَالْمُعَانَقَةِ

مُصَافحہ یہ لفظ صَفْح یا صُفْح سے ہے۔ صُفْح کے معنی ہیں: تلوار کی چپٹی سطح۔ صُفْحِ کَفّ ہتھیلی کو کہتے ہیں۔

تَصَافُح کے معنی ہیں ایک دوسرے سے مل جانا مثلاً

تَصَافَحَتِ الْاَجْفَانُ: پپوٹے باہم مل گئے۔

مُصَافَحَہ (یا تصافُح) کے معنی ہیں ایک دوسرے سے اس طرح ہاتھ ملانا کہ ایک کی ہتھیلیاں دوسرے کی ہتھیلیوں سے وصل ہو جائیں۔

مُعَانَقَہ یہ لفظ عُنُق (یا عُنْق) سے ہے۔ عُنُق کے معنی ہیں: گردن

مُعَانَقَہ، عِنَاق اور اِعْتِنَاق کے لغوی معنی ہیں: آپس میں گردن ملانا۔ عُرفِ عام میں معانقہ سے مراد ہے، آپس میں گردن اور سینہ ملانا۔

مُصَافحہ و مُعانقہ

باہمی قرب انسان و حیوان میں محبت و الفت کا ایک ہمہ گیر مظہر ہے ماں بچے کو جوشِ محبت میں سینے سے چمٹا لیتی ہے۔ جانوروں کی دنیا میں مائیں بچوں کو فرطِ محبت سے چاٹنے لگتی ہیں بلکہ انسان کی دنیا میں بھی بعض قبائل ایسے ہیں جہاں مائیں بچوں کو چاٹ کر اظہارِ محبت کرتی ہیں۔ بعض قبیلوں میں یہ رواج ہے کہ مائیں بچے کی ناک سے ناک رگڑتی ہیں بعض ملکوں میں لڑکے اور لڑکیاں در کنار بوڑھے اور بوڑھیاں بھی باہوں میں باہیں ڈالے مستِ خرام نظر آتے ہیں بلکہ سرِ راہ ایک دوسرے کو بے تکلف چوم لیتے ہیں۔ اگر اس قسم کے بدنی ملاپ کی عام رخصت دیدی جائے تو اذیت فوراً جنسی بے تکلفی تک پہنچ جاتی ہے۔ لہٰذا اسلام نے باہمی قرب کی جائز اور شفقت آمیز صورتوں کی تو اجازت دی لیکن شہوت انگیز مظاہر کی ممانعت کر دی ہے۔ ہادی برحق صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

قُبْلَةُ الْمُسْلِمِ اَخَاهُ الْمُصَافَحَةُ۔ (احیاء العلوم حقوق المسلم)

ترجمہ:۔ مسلمان کا اپنے بھائی کو چومنا یہ ہے کہ اس سے مصافحہ کرے۔

اسلام نے عام ملاقاتوں میں ہاتھ ملانے کو مستحب بلکہ سنت قرار دیا۔ لیکن عورت سے مرد کا مصافحہ ممنوع ٹھہرایا۔ معانقہ کی اجازت صرف اس صورت میں دی کہ کوئی آدمی مسافرت میں ہو یا اس کا والہانہ انتظار ہو اور وہ آئے تو شوق کی بے قراری خود بخود معانقہ تک لے جائے۔ ایسے میں ماتھا چوم لینے کی بھی اجازت ہے۔ مرد اور عورت کا معانقہ بہرحال حرام ہے۔ البتہ باپ اپنی بیٹی کو پیشانی پر بوسہ دے سکتا ہے

بیٹی کم سن ہو تو گال پر بھی اجازت ہے۔

معصوم بچے نہ صرف خود سراپا عصمت ہوتے ہیں بلکہ دوسروں میں بھی اپنی بھولی بھالی اور تقدس پرور صورت سے عصمت کا جذبہ ابھارتے ہیں ان سے جب بھی پیار ہو گا اس میں پاکیزگی ہی پاکیزگی ہو گی۔ ان کو پرورش کے لئے ماں کے دودھ کے ساتھ پیار کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ پیار ان کو فرحت و شگفتگی عطا کرتا ہے اور اس سے ان کی ذہنی اور بدنی نشوونما کی رفتار تیز ہوتی ہے۔ جو بدقسمت بچے ماں کی گود سے محروم ہوتے ہیں.. ان کی پرورش میں خلاء رہ جاتا ہے۔ وہ یتیم اور غریب بچے جن کو خاندان یا محلہ کے لوگوں سے پیار کے بجائے بے التفاتی ملتی ہے ان کے اعصاب میں ہمیشہ کے لئے تناؤ رہتا ہے اور معاشرہ میں کامیاب زندگی گزارنا اُن کے لئے مشکل ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یتیم بچے کے سر پر ہاتھ پھیرنے کا بہت ثواب ہے۔ یتیم بچوں کو بھلا کون چومتا ہے۔ اس لئے اس کا نعم البدل انہیں اس صورت میں مل سکتا ہے کہ اُن کے سروں پر شفقت سے ہاتھ پھیرا جائے۔ اس سے بچے کو جو ایک گونہ تسکین حاصل ہوتی ہے اُس کو اسی کا دل جانتا ہے۔

بچے کو اگر محبت کی آسیجات نہ ملے تو شیر مادر کے باوجود اس کے اعصاب تشنہ کام رہ جاتے ہیں۔ جو تشنگی بچپن میں بھڑکتی ہے وہ ساری عمر بجھائے نہیں بجھتی۔ جو لوگ بچوں کو پیار سے محروم رکھتے ہیں وہ ان پر ظلم کے پہاڑ گراتے ہیں۔ ایک صحرانشین رئیس کو اپنے بچوں سے پیار کرنے میں عار تھا اس سے جناب رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ لَا یَرْحَمُ لَا یُرْحَمُ (مشکاۃ)

ترجمہ:- جسے ترس نہیں آتا اس پر ترس نہیں ہوتا۔

بزرگانِ دین اور علمائے کرام کے ہاتھ کو تعظیم اور دینی سعادت کی نیت سے بوسہ دینا جائز ہے۔ بوسہ کی چھ قسمیں ہیں:

(۱) بوسۂ رحمت۔ مثلاً معصوم بچے کو چومنا

(۲) بوسۂ شفقت۔ مثلاً اولاد کا والدین کے ہاتھ چومنا

(۳) بوسۂ محبّت۔ مثلاً بھائی کا بھائی کی پیشانی پر بوسہ دینا۔

(۴) بوسۂ تحیّت۔ مثلاً بوقت ملاقات کسی بزرگ ہستی کا ہاتھ چومنا۔

(۵) بوسۂ شہوت۔ میاں بیوی کا بوسہ

(۶) بوسۂ دیانت۔ مثلاً حجرِ اسود یا قرآن کا چومنا۔

آداب و مسائل

۱- مصافحہ سنت ہے۔

۲- ہاتھ ملانے سے پہلے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہا جائے غور سے دیکھیں تو مُصافحہ تحیت ہی کا تکمیلی جزو ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے۔

تَمَامُ التَّحِیَّةِ الْاَخْذُ بِالْیَدِ

ترجمہ:- تحیت کی تکمیل ہاتھ ملانے میں ہے۔

۳- ہتھیلی سے ہتھیلی ملائی جائے۔ صرف انگلیاں ملانا درست نہیں۔

۴- دونوں ہاتھ سے مصافحہ کیا جائے۔

۵- رخصتی مصافحہ کا اگرچہ سنت ہونا ثابت نہیں لیکن پسندیدہ ضرور ہے۔

۶- مصافحہ میں کسی قسم کا تکلف شامل نہ کیا جائے، وہ مصافحہ جس میں

تکلف اور خود نمائی کا رنگ ہو جو مہر و محبت سے خالی ہوتا ہے اس لئے اس کا کوئی ثواب نہیں۔

۷۔ مصافحہ کرتے ہوئے ایک دوسرے کے آگے جھکنا منع ہے۔

۸۔ بزرگانِ دین اور علمائے کرام کے ہاتھوں کو بوسہ دینا جائز ہے۔

مصافحہ کے ثمرات

مصافحہ سے محبت اور ہمدردی کے جذبات ابھرتے ہیں۔ امراء اور رؤساء غرور سے محفوظ رہتے ہیں اور اخوت و مساوات کا آئین پختہ ہوتا ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ مصافحہ میں رسمی تکلف کا جذبہ نہ ہو بلکہ محبت خیرخواہی اور رضائے الٰہی کی روح کارفرما ہو۔ اس کا نتیجہ جیسا کہ حدیث سے ثابت ہوتا ہے یہ ہوگا کہ دلوں میں اگر کچھ کدورت تھی بھی تو صاف ہو جائے گی۔ برادرانہ محبت و شفقت کی موج اٹھے گی اور بدخواہی اور بداندیشی کے خس و خاشاک بہائے جائیں گے جس قدر گناہ ہوتے ہیں ان کے پس منظر میں عموماً دو رجحان کارفرما ہوتے ہیں ایک تو حکم الٰہی سے غفلت اور دوسرے انسان سے بے مہری۔ مصافحہ کی روح ان دونوں رجحانوں کو ناپید کر دیتی ہے۔ مندرجہ ذیل حدیث میں اس کی خوب وضاحت ہے۔

> جب دو مسلمان آپس میں ملتے ہیں، ہاتھ ملاتے ہیں اور حمد و استغفار کرتے ہیں تو ان کے گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔

Marfat.com

بَابُ الْمُصَافَحَةِ وَالْمُعَانَقَةِ

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

عَنْ قَتَادَةَ قَالَ قُلْتُ لِاَنَسٍ اَكَانَتِ

سے قتادہ کہا کہا میں نے انس سے کیا تھی

قتادہ سے (روایت ہے) انہوں نے کہا (کہ) میں نے انس رضی اللہ عنہ سے کہا (کہ) کیا

اَلْمُصَافَحَةُ فِيْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى

ہاتھ ملانا میں اصحاب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں مصافحہ

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ

کہا ہاں

(کا رواج) تھا کہا، ہاں۔ اس کی روایت بخاری نے کی۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَبَّلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

اور سے کہا چوما

اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے (روایت ہے) انہوں نے کہا کہ رسول اللہ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ وَ

صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن بن علی کا بوسہ لیا اور

Marfat.com

عِنْدَهُ الْاَقْرَعُ بْنُ حَابِسٍ فَقَالَ الْاَقْرَعُ

پاس اس کے تو کہا

اس وقت آپؐ کے پاس اقرع بن حابس تھا تو اقرع نے کہا

اِنَّ لِیْ عَشَرَۃً مِنَ الْوَلَدِ مَا قَبَّلْتُ

یقیناً میرے دس سے اولاد نہیں چوما میں نے

میرے دس بچے ہیں میں نے ان میں سے

مِنْهُمْ اَحَدًا فَنَظَرَ اِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ

ان سے کوئی تو دیکھا طرف اسکے

کسی کا بوسہ نہیں لیا تو رسول اللہ صلی اللہ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ مَنْ

پھر فرمایا جو

علیہ وسلم نے اس پر نظر ڈالی اور فرمایا جو (شخص)

لَا يَرْحَمُ لَا يُرْحَمُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَ

نہیں ترس کرتا نہیں ترس ہوتا ہے اس پر اور

رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔ متفق علیہ ہے اور

Marfat.com

سَنَذْكُرُ حَدِيْثَ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَثَمَّ لُكَعُ

جلد بیان کرینگے ہم حدیث کیا وہاں منّا

اور ہم ابو ہریرہ کی آثم لکعﷺ کے سر آغاز والی حدیث بیان کرینگے

فِيْ بَابِ مَنَاقِبِ اَهْلِ بَيْتِ النَّبِيِّ

میں باب

اہل بیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم و

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْنَ

علیہم اجمعین کے باب میں

اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَذُكِرَ حَدِيْثُ

اور بیان کی گئی حدیث

ان شاء اللہ تعالیٰ اور ام ہانیؓ کی

اُمِّ هَانِئٍ فِيْ بَابِ الْاَمَانِ۔

میں باب امان

حدیث باب الامان میں بیان کی گئی ہے۔

ﷺ آثم لکع کا ترجمہ ہے: کیا وہاں منّا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہؓ کے مکان پر تشریف لے گئے اور باہر کھڑے ہو کر آواز دی کہ کیا منّا ہے۔ آپ کی مراد حضرت حسنؓ سے تھی۔ حسنؓ دوڑتے آئے اور نانا کو فرطِ محبت سے لپٹ گئے۔ (مشکاۃ باب مناقب اہل بیت)

Marfat.com

وَلَد اولاد

یہ لفظ واحد، تثنیہ، جمع اور مذکر و مؤنث سب کو شامل ہے۔

قَبَّلَ چوما قُبْلَۃ بوسہ

رَحِمَ رحم کیا۔ ترس کھایا یَرْحَمُ وہ رحم کرتا ہے۔

یُرْحَمُ اس پر رحم کیا جاتا ہے۔

رَحْمَۃ اور مَرْحَمَۃ اسم مصدر ہیں۔

جاہلی عرب اپنے بچوں کی تربیت میں بہت سختی اور خشونت سے کام لیتے تھے۔ چھوٹوں کو بڑوں کی مجلس میں قدم تک رکھنے کی اجازت نہ تھی۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو عہدِ طفولیت میں حضرت عبدالمطلب اپنے ہمراہ مجلس اکابر میں لے جاتے اور ہمراہ بٹھاتے تھے۔ یہ امتیاز کسی اور بچے کو حاصل نہ تھا۔ بچوں پر یہاں تک ضبط رکھا جاتا کہ باپ بیٹے کو اپنے ساتھ کھانے پر بٹھانے میں بھی عار جانتا تھا۔ باپ مر جاتا تو کم سن بچوں کو جائداد میں حصہ نہ ملتا تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر طبقہ و جنس کے لئے رحمت کا پیغام سنایا۔ آپؐ نے معصوم بچوں کو صدیوں کی چھینی ہوئی محبت واپس دلائی۔ حدیثِ زیرِ نظر اس تاریخی حقیقت کا ایک روشن ثبوت ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِی

اور براء بن عازب سے (روایت ہے)۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب بھی دو مسلمان باہم ملتے ہیں اور مصافحہ کرتے ہیں تو الگ ہونے سے قبل ان کی بخشش ہو جاتی ہے

Marfat.com

اس کی روایت احمد اور ترمذی اور ابن ماجہ نے کی اور ابو داؤد کی روایت میں ہے (کہ) فرمایا، کہ جب دو مسلمان باہم ملے اور مصافحہ کیا اور اللہ کی حمد کی اور اس سے مغفرت مانگی تو وہ بخش دیئے گئے۔

اور انس رضی اللہ عنہ سے (روایت ہے) انہوں نے کہا کہ ایک شخص نے عرض کیا، یا رسول اللہ! اگر ہم میں سے آدمی اپنے بھائی یا دوست سے ملے تو کیا اس کے لئے جھکے۔ فرمایا، نہیں۔ عرض کیا، کیا اس سے ہاتھ ملا کر مصافحہ کرے؟ فرمایا، ہاں۔ اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

اور ابو امامہ سے (روایت ہے)۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مریض کی عیادت کا پورا ہونا یہ ہے کہ تم میں سے کوئی اپنا ہاتھ اس کی پیشانی یا اس کے ہاتھ پہ رکھے اور پوچھے کہ وہ کیسا ہے اور مصافحہ تمہارے درمیان تحیت کا پورا ہونا ہے اس کی روایت احمد نے کی اور ترمذی نے کی اور اس کو ضعیف بتایا۔

اور عائشہ رضی اللہ عنہا سے (روایت ہے) کہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ مدینہ پہنچے اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں تھے۔ وہ آپ کے پاس آئے اور دروازہ پہ دستک دی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدن پورا ڈھانپے بغیر اپنی چادر کھینچتے ان کی طرف اٹھ کر چلے۔ اللہ کی قسم میں نے اس سے قبل یا بعد میں آپ کو اس طرح نا تمام پوشش سے نہیں دیکھا۔ تو آپ نے ان کو سینے لگا لیا اور ان کا بوسہ لیا۔ اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

نکتہ۔ روایت میں عریان کا لفظ ہے جس کا ترجمہ میں نے "نا تمام پوشش سے" کیا ہے۔ عریان کا لفظ ضرور نہیں کہ

ہمیشہ پوری برہنگی کے معنی دے۔ شرعی اور رواجی پوشش میں کچھ بھی کمی رہ جائے تو اسے بھی عریانی کہتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں بھی چادر اوڑھے رکھتے تھے۔ زید بن حارثہ رض تشریف لائے تو فرط اشتیاق سے چادر اوڑھ نہ سکے اور کھینچتے ہی چل دیے۔ چونکہ یہ بات حضور پرنور کی عادت شریفہ کے خلاف تھی اس لئے حضرت عائشہ رض نے اسے عریانی کے لفظ سے تعبیر کیا اور کہا کہ صرف اسی موقع پر آپ کو میں نے چادر اوڑھے بغیر دیکھا۔

اور ایوب بن بشیر سے بنو عنزہ کے ایک شخص کی جانب سے (روایت ہے)۔ اس نے کہا کہ میں نے ابو ذر رض سے کہا، کیا جب تم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کرتے تو حضور تم سے مصافحہ کرتے تھے؟ انہوں نے کہا، میں جب کبھی آپ سے ملا آپ نے مصافحہ فرمایا ایک روز میری طرف آدمی بھیجا۔ میں اس وقت گھر پر نہ تھا۔ پھر جب میں آیا تو مجھے بتایا گیا۔ میں آپ کے پاس حاضر ہوا۔ اس وقت آپ چارپائی پر تھے۔ تو آپ نے مجھے سینے سے لگا لیا۔ تو یہ خوب ترین اور خوب ترین تھا۔ اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔

اور عکرمہ بن ابی جہل سے (روایت ہے)۔ انہوں نے کہا کہ جس روز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا آپ نے مجھ سے فرمایا، سوار مہاجر کو خوش آمدید ہے۔ اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

اور انصار کے ایک صاحب اسید بن حضیر سے (روایت ہے)۔ انہوں نے کہا کہ ایک روز جب کہ وہ لوگوں سے باتیں کر رہے تھے اور ان میں

Marfat.com

مزاح تھا اور اس وقت انہیں ہنسا رہے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایک شاخ سے چوکا دیا۔ انہوں نے کہا، مجھے بدلہ دیجیے آپؐ نے فرمایا، مجھ سے بدلہ دو۔ انہوں نے کہا: آپ (کے بدن) پر قمیص ہے اور مجھ پر قمیص نہ تھی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قمیص کچھ اٹھائی انہوں نے حضورؐ کو سینے لگا لیا۔ اور آپؐ کا پہلو چومنے لگے انہوں نے کہا، یا رسول اللہ! میں تو یہی چاہتا تھا۔ اس کی روایت ابو داؤد نے کی ہے۔

اور اسید بن حضیر سے (روایت ہے) انہوں نے کہا کہ انصار کے ایک آدمی میں مزاح تھا۔ تو جس وقت وہ انہیں ہنسانے کے لئے ان سے باتیں کر رہا تھا تو اچانک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے چوکا دیا ..... الخ

اور شعبی سے (روایت ہے) کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جعفر بن ابو طالب سے ملے اور انہیں سینے لگا لیا اور ان کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اس کی روایت ابو داؤد نے کی ہے اور بیہقی نے شعب الایمان میں مرسلاً اور مصابیح کے بعض نسخوں میں اور شرح السنۃ میں بیاضی سے متصلاً۔

اور جعفر بن ابو طالب سے (روایت ہے) ان کے حبشہ کے ملک سے واپسی کے قصہ میں۔ انہوں نے کہا کہ ہم روانہ ہوئے تا آنکہ مدینہ پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے ملے اور مجھے سینے لگا لیا۔ پھر فرمایا، میں نہیں جانتا کہ مجھے خیبر کی فتح کی یا جعفر کے آنے کی زیادہ خوشی ہے۔ اور یہ فتح خیبر کے وقت ہوا۔ اس کو شرح السنۃ میں روایت کیا ہے۔

اور زارع سے جو وفدِ عبد القیس میں تھے (روایت ہے)۔ انہوں نے

کہا کہ جب ہم مدینہ پہنچے تو سواریوں سے (اتر کر) ایک دوسرے سے آگے نکلنے لگے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ اور پاؤں چومنے لگے۔ اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔

اور عائشہؓ سے (روایت ہے) انہوں نے کہا میں نے وضع، اطوار اور سلیقہ میں اور ایک روایت میں ہے کہ بات چیت اور کلام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی کو فاطمہؓ سے زیادہ مشابہ نہیں دیکھا۔ جب وہ آپؐ کے پاس آتیں تو آپؐ کھڑے ہو جاتے۔ آپؐ ان کا ہاتھ پکڑ کر اسے چومتے اور اپنے بیٹھنے کی جگہ انہیں بٹھاتے اور جب آپؐ اُن کے پاس جاتے تو وہ آپؐ کے لیے اُٹھتیں۔ آپؐ کا ہاتھ پکڑ کر اسے چومتیں اور اپنے بیٹھنے کی جگہ آپؐ کو بٹھاتیں۔ اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔

اور براءؓ سے (روایت ہے) انہوں نے کہا کہ ابوبکرؓ کے مدینہ آنے کے اوائل میں میں اُن کے گھر گیا اور کیا دیکھتا ہوں کہ ان کی بیٹی عائشہؓ لیٹی ہوئی ہیں اور اُن کو بخار ہے، تو ابوبکرؓ ان کے پاس آئے اور کہا بیٹی تو کیسی ہے۔ اور آپؓ نے ان کے رخسار پر بوسہ دیا۔ اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔

اور عائشہؓ سے (روایت ہے) کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک بچہ لایا گیا۔ تو آپؐ نے اس کا بوسہ لیا اور فرمایا کہ یہ بخل اور ضعفِ قلب کا موجب ہوتے ہیں اور وہ اللہ کے پھولوں سے ہیں اس کو شرح السنۃ میں روایت کیا ہے۔

Marfat.com

بَابُ الْقِیَامِ

قیام

آدمیت کے استحکام کے لئے آدمی کا احترام لابدی ہے۔ یہی جذبہ ایک انسان سے دوسرے کے جان و مال اور آبرو کے حقوق منواتا ہے لیکن مصیبت یہ ہے کہ احترام کا مفہوم اور مراد متعین کرنے میں انسان نے اکثر ٹھوکریں کھائی ہیں۔ احترام بجائے انسان کے اس کے اقتدار سے وابستہ سمجھا جاتا ہے نتیجہ یہ کہ مادی اعتبار سے پست طبقہ تو بالائی طبقے کا احترام کرتا ہے لیکن بالائی طبقہ دوسروں کو لائق اعتناء نہیں سمجھتا۔ یہ یک طرفہ احترام جس کے لئے موزوں تر لفظ "تعظیم" ہے درحقیقت آدمیت کی توہین ہے۔ احترام کی روح یہ ہے کہ سب اس میں برابر کے شریک ہیں۔ اگر فرق ہو سکتا ہے تو صرف دینی

Marfat.com

اور اخلاقی اعتبار سے۔

اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ

تم میں سے اللہ کے نزدیک معزز ترین وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔

متقی کو اس لئے اوروں سے بڑھ کر عزت دار قرار دیا گیا کہ وہ انسانیت کا علمبردار ہوتا ہے۔ وہ آدمیت کو رفیع درجات پر پہنچاتا ہے۔ انسانی احترام کی جگہ شخصی تعظیم کو مل جائے تو خطا کا سلسلہ تعظیم تک ہی نہیں رہ جاتا بلکہ شرک کی گمراہیوں اور رسوائیوں تک جا پہنچتا ہے شخصیتوں کی بندگی کئی مسخ شدہ مذاہب میں شامل رہی ہے بلکہ آج تک ہے۔ تاریخ کے تاریک ادوار میں بادشاہوں کو مالک و رازق مانا گیا۔ بلکہ ان کے حق بادشاہی کو مقدس ٹھہرایا گیا۔

ناروا تعظیم سے سینکڑوں ہلاکت خیز رجحانات پیدا ہوتے ہیں۔ انسانیت کا حقیقی احترام مٹ جاتا ہے۔ غریبوں اور بے کسوں پر ظلم روا سمجھا جاتا ہے اور بندہ و خواجہ میں غیریت کی دیوار حائل ہو جاتی ہے چنانچہ جن اقوام میں بادشاہ کے حق کو مقدس مانا گیا وہاں ذات پات اور بلند و پست کی تمیز ایسی جم گئی کہ اس کا اکھیڑنا آج تک مشکل ہے انگلینڈ ایسے جمہوریت نواز کہلانے والے ملک میں بھی لارڈشپ یعنی نوابیت کو بدستور قانونی حمایت حاصل ہے۔

بیجا تعظیم سے شخصیت پرستی کی وہ وبائیں پھوٹیں کہ سینکڑوں امتیں توحید خالص سے ہاتھ دھو بیٹھیں۔ نادانوں نے اللہ کے اولیاء کو اللہ ہی کی طرح حاضر و ناظر جان لیا اور انبیاء کرام کو خدائی کے مرتبہ تک پہنچا دیا۔

Marfat.com

اسلام ان رجحانات کا قلع قمع کرتا ہے۔
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:
لَا تُطْرُوْنِیْ کَمَا اُطْرِیَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ وَقُوْلُوْا عَبْدُ اللّٰہِ وَرَسُوْلُہٗ (متفق علیہ)

ترجمہ:۔ میری اس طرح بے جا تعریف نہ کرو جیسے عیسیٰ ابن مریم کی کی گئی اور کہو" اللہ کا بندہ اور اس کا رسول"

زندگی کی آخری گھڑیوں میں فرمایا:۔

"یہود اور نصارٰی پر اللہ کی لعنت ہے انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا۔ (مسلم)

اسلام ہر خرابی کو جڑ پکڑنے سے پہلے ہی اکھاڑنے کا حکم دیتا ہے۔ اس کے تناور ہونے اور برگ و بار لانے کا انتظار نہیں کرتا۔ مثلاً حفظِ عفت کے لئے تاکید کر دی کہ کوئی مرد اجنبی عورت پر قصداً نگاہ نہ ڈالے اور نہ مرد و عورت کا آزادانہ اختلاط ہو۔ اسی طرح شرک کی ہر شاہراہ پر ہی نہیں بلکہ چھوٹی سے چھوٹی پگڈنڈی پر بندش لگا دی۔ بیجا تعظیم شرک کا ایک غیر مرئی لیکن نہایت ہی مضرت آمیز سرچشمہ ہے اس لئے اسلام نے اشخاص کی تدامی اور خوشامد اور ان کے آگے دست بستہ کھڑا ہونا ممنوع قرار دیا۔ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بے کنار محبت تھی۔ آپؐ کے ایک ایک اشارہ پر جان چھڑکتے تھے لیکن جب حضورؐ ان کے پاس تشریف لاتے تو وہ محبت و فریفتگی کی بے قراریوں کے باوصف کھڑے نہ ہوتے تھے۔ آپؐ نے انہیں شاہ پرست اقوام کی طرح سرو قد کھڑے ہونے سے منع فرمایا تھا۔

Marfat.com

تعظیم کی خود فراموشی اسی وقت کرشمے دکھاتی ہے جب کوئی شخصیت سامنے آتی ہے۔ اس کی واپسی کے وقت یہ کیفیت نہیں ہوتی۔ چنانچہ جن اقوام میں ملوک اور مذہبی سربراہوں کو سجدہ گزاری کی جاتی تھی ان میں دستور یہ تھا کہ ان کی آمد پر عوام سجدہ میں گر جاتے تھے لیکن رخصت کے وقت ایسی کوئی رسم ادا نہ ہوتی تھی۔ اس لئے اسلام نے قابلِ احترام اکابر کی رخصت کے وقت ان کے ہمراہ کھڑا ہونے کی اجازت دی ہے محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب صحابۂ کرامؓ کی مجلس سے اٹھتے تو وہ بھی کھڑے ہو جاتے تھے اور جب تک آپؐ گھر میں داخل نہ ہو جاتے اُن کی سرشارِ محبت نگاہیں آپؐ پر نثار ہوتی رہتی تھیں لیکن مشایعت نہ کرتے تھے کیونکہ یہ شکوہِ ملوکانہ ہوتا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت کا ذکر ہے کہ حضرت اُبیؓ بن کعب ایک مجلس سے اُٹھ کر چلے۔ چند اصحاب تعظیماً ساتھ ہو لئے۔ اتفاقاً حضرت عمرؓ آنکلے۔ آپ نے حضرت اُبیؓ پر دُرّہ اٹھایا۔ انہوں نے کہا میں آپ کا مطلب سمجھ گیا۔ آپ نے فرمایا ایسی تعظیم متبوع (پیشوا) کے لئے فتنہ اور تابع کے لئے ذلت ہے۔

احترام جائز حدود کے اندر رہ سکے، صاحبِ احترام کی بڑائی کا پہلو نہ نکلتا ہو اور اس کے دل میں تکبر پیدا ہونے کا اندیشہ نہ ہو تو اس میں مطلق حرج نہیں لیکن عوام تو عوام خواص کے لئے بھی اس کی نگہداشت مشکل ہے اس لئے ایک رسم کے طور سے تو قیام ممنوع ہوا لیکن بعض مواقع پر جوشِ محبت یا فرطِ احترام سے بغیر کسی خوشامد کے قیام کر دیا جائے تو گناہ نہیں۔ بچے والدین کے احترام کو اٹھیں یا والدین پیار سے بچوں کے لئے کھڑے ہوں تو عین مستحب ہے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

Marfat.com

جب کاشانۂ نبوت میں تشریف لائیں تو حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کھڑے ہو کر بحتِ جگر کی پیشوائی فرماتے۔ حضرت عکرمہؓ پردیس سے مکہ واپس آئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرطِ محبت سے کھڑے ہو گئے اور انہیں سینے لگا لیا۔ صحابۂ کرامؓ میں بھی ایسی مثالیں ملتی ہیں۔

بے جا تعظیم کی ایک نہایت نامرغوب صورت یہ ہے کہ کوئی بڑا آدمی بھری مجلس میں آئے تو اپنی جگہ بنانے کے لئے کسی دوسرے آدمی کو اٹھا دے۔ اس میں ایک طرف خود پرستی اور خود ستائی ہے اور دوسری طرف دلآزاری اور توہین۔ اس لئے ہادیِ برحق صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔

آداب و مسائل

۱۔ جو آدمی اس بات کا خواہش مند ہو کہ اس کے آنے پر لوگ سروقد کھڑے ہو جائیں وہ گنہگار ہے۔

۲۔ خوشامد کیلئے کسی کے آنے پر کھڑا ہونا حرام ہے۔

۳۔ ایسا شخص جو دینی اعتبار سے لائقِ تعظیم ہو اس کی خاطر کھڑا ہونا جائز ہے کیونکہ اس میں کوئی خوشامد ملحوظ نہیں ہوتی بلکہ بالواسطہ طور پر دین کی عظمت مقصود ہوتی ہے۔

۴۔ دوست یا رشتہ دار سفر سے آئے تو اس کے لئے کھڑا ہونا روا ہے۔

۵۔ کسی شخص کے مجلس سے اٹھنے پر اس کے ساتھ تعظیماً اٹھنا روا ہے لیکن مشایعت کی اجازت نہیں۔

۶۔ یہ اندیشہ ہو کہ میں کھڑا نہ ہوا تو آنے والے کے دل میں بغض اور کینہ پیدا ہو گا اور وہ فتنہ اٹھائے گا تو کھڑا ہونا روا ہے۔

۷۔ کوئی آدمی مجلس میں آئے اور آگے جگہ نہ ہو تو کنارے پر ہی بیٹھ جائے لیکن بہتر یہ ہے کہ اہلِ مجلس کچھ سمٹ کر اس کے لئے جگہ بنا دیں۔ اس فراخدلی کی آجکل لبوں میں بہت ضرورت ہوتی ہے۔

۸۔ کسی آدمی کو حق نہیں کہ کسی پہلے سے بیٹھے ہوئے آدمی کو اٹھا کر اس کی جگہ بیٹھے۔

۹۔ آنے والے کو اجازت نہیں کہ دو آدمیوں کو اپنے ہاتھ سے دھکیل کر ان کے درمیان جگہ بنائے۔

۱۰۔ وسطِ مجلس میں کھڑا ہونا بہت گناہ ہے۔

۱۱۔ کوئی آدمی اپنی جگہ سے عارضی طور پر جائے تو واپسی پر اس جگہ کا مستحق ہوگا۔ بہتر یہ ہے کہ جاتے وقت اپنی جگہ کوئی نشانی وغیرہ رکھ جائے۔

بَابُ الْقِيَامِ

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ قَالَ لَمَّا

سے ابو سعید خدری کہا جب

ابو سعید خدری سے (روایت ہے)۔ انہوں نے کہا، جب

نَزَلَتْ بَنُوْ قُرَيْظَةَ عَلٰى حُكْمِ سَعْدٍ بَعَثَ

اترے پر ثالثی سعد بھیجا

بنو قریظہ سعدؓ کی ثالثی پر (قلعوں سے) اترے تو رسول اللہ

Marfat.com

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن (یعنی سعد) کی طرف (آدمی)

اِلَیْہِ وَکَانَ قَرِیْبًا مِّنْہُ فَجَاءَ عَلٰی حِمَارٍ

طرف اسکے اور تھا قریب اس سے تو آیا پر گدھا

بھیجا اور وہ آپ کے قریب تھے اور گدھے پر آئے

فَلَمَّا دَنَا مِنَ الْمَسْجِدِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ

تو جب قریب ہوا سے مسجد فرمایا

تو جب مسجد کے قریب پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِلْاَنْصَارِ قُوْمُوْا

لئے انصار (انصار کو) اُٹھو

علیہ وسلم نے انصار سے فرمایا، اٹھ کر اپنے سردار

اِلٰی سَیِّدِکُمْ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ وَمَضٰی

طرف سردار تمہارا اور گزری

کی طرف جاؤ۔ متفق علیہ ہے اور پوری

Marfat.com

اَلْحَدِیْثُ بِطُوْلِہٖ فِیْ بَابِ حُکْمِ الْاُسَرَاءِ

قیدی[2]	ثالثی	باب	میں	ساتھ طول اسکے[1]	حدیث

حدیث قیدیوں کی ثالثی کے باب میں گزر چکی ہے۔

شرح : حدیث میں جس واقعہ کی طرف اشارہ ہے وہ یہ ہے کہ جنگ خندق کے بعد جناب پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو قریظہ کو غداری کی سزا دینے کیلئے ان پر چڑھائی کا حکم دیا۔ بنو قریظہ اپنے قلعوں میں محصور ہو کر بیٹھ گئے۔ آخر ایک مدت کے بعد اس شرط پر ہتھیار ڈال دیے کہ سعد بن معاذؓ ثالثی فرمائیں، ان کا فیصلہ ہمیں منظور ہوگا۔ حضرت سعد جنگ خندق کے دوران میں تیر سے زخمی ہو گئے تھے۔ تاہم جب بنو قریظہ نے ان کو ثالث ٹھہرایا تو حضورؐ نے انہیں بلا بھیجا۔ وہ گدھے پر سوار حاضر ہوئے۔ حضورؐ اس وقت مسجد میں تشریف فرما تھے سوال پیدا ہوتا ہے کہ حدیث میں جس مسجد کی طرف اشارہ ہے وہ کون سی مسجد تھی۔ اس کا مسجد النبی ہونا قرین قیاس نہیں کیوں کہ یہ قصہ بنو قریظہ کے محلّے کا ہے۔ یہاں اسلامی لشکر محاصرہ کے سلسلہ میں پچیس تیس دن مقیم رہا تھا اس لئے یہاں مسجد بنا لی ہو گی۔ حدیث میں اسی کی طرف اشارہ نظر آتا ہے۔

---

[1] بِطُوْلِہٖ = ساتھ طول اس کا یعنی سب۔ سارا

[2] اُسَرَاء : جمع ہے اسیر کی۔

اس حدیث سے قیام تعظیم کا جواز پیدا نہیں ہوتا۔ قُوْمُوْا اِلٰی سَیِّدِکُمْ کے معنی ہیں: اپنے سردار کی طرف اٹھ کر جاؤ۔ حضرت سعدؓ زخم کی وجہ سے کمزور تھے۔ لہٰذا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انصار سے فرمایا کہ اٹھو اور اپنے سردار کو سہارا دے کر سواری سے اترنے میں مدد دو۔ اگر الفاظ قُوْمُوْا لِسَیِّدِکُمْ ہوتے تو پھر یہ معنی ہوتے کہ اپنے سردار کی طرف اٹھو یعنی تعظیماً قیام کرو۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ

اور سے ابن عمر از

اور ابن عمر سے (روایت ہے) منجانب نبی کریم صلی اللہ

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یُقِیْمُ الرَّجُلُ الرَّجُلَ

فرمایا نہ اٹھائے[1] آدمی آدمی

علیہ وسلم۔ آپؐ نے فرمایا (کوئی) آدمی (کسی) آدمی کو اس کی جگہ

مِنْ مَّجْلِسِہٖ ثُمَّ یَجْلِسُ فِیْہِ وَلٰکِنْ

سے نشست اس کی پھر بیٹھے اس میں اور لیکن

سے نہ اٹھائے (تاکہ) پھر اس میں (خود) بیٹھے بلکہ

تَفَسَّحُوْا وَتَوَسَّعُوْا مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ

گنجائش کرو اور کشادگی کرو

گنجائش پیدا کرو اور کشادگی کرو۔ متفق علیہ ہے۔

[1] یہاں فعل مضارع نہی کے معنی دے رہا ہے۔

Marfat.com

مَجْلِس = بیٹھنے کی جگہ، نشست

تَوَسُّع اور تَفَسُّح ہم معنی ہیں، وضاحت اور تاکید کے لئے یکجا آئے ہیں۔ ان کے معنی ہیں، مجلس میں کشادگی یا فراخی پیدا کرنا۔ البتہ ایک باریک فرق یہ ہے کہ تَفَسُّح نتیجہ ہوتا ہے تَوَسُّع کا، اس لئے راقم ہذا نے تَوَسُّع کے معنی کشادگی کرنا اور تَفَسُّح کے معنی گنجائش کرنا لکھے ہیں، کیونکہ کشادگی کا نتیجہ گنجائش ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ

اور سے ابو ہریرہ کہ یقیناً

اور ابو ہریرہؓ سے (روایت ہے) کہ یقیناً رسول اللہ

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَامَ

فرمایا جو اٹھا

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو (شخص) اپنی نشست

مِنْ مَّجْلِسِہٖ ثُمَّ رَجَعَ اِلَیْہِ فَھُوَ

سے نشست اس کی پھر واپس آیا طرف اس کے تو وہ

سے اٹھا (اور) پھر اس کی طرف لوٹا تو وہ

Marfat.com

اَحَقُّ بِہٖ رَوَاہُ مُسْلِمٌ

زیادہ حقدار ساتھ اسکے

اس کا زیادہ حق دار ہے۔ اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِی

انسؓ سے (روایت ہے)۔ انہوں نے کہا کہ انہیں[1] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ پیارا کوئی نہ تھا اور جب وہ حضورؐ کو دیکھتے تھے تو کھڑے نہ ہوتے تھے حضورؐ کے اسے ناپسند کرنے کی وجہ سے جس کا انہیں علم تھا۔ اس کی روایت ترمذی نے کی ہے اور کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

اور معاویہؓ سے (روایت ہے)۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسے اس (بات) سے خوشی ہو کہ لوگ اس کے لئے سرو قد کھڑے ہو جائیں اسے چاہیے کہ اپنا ٹھکانا آگ کا بنائے۔ اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

اور ابو امامہ سے (روایت ہے) انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاٹھی کا سہارا لئے گھر سے نکلے تو ہم آپؐ کے لئے اُٹھے۔ آپؐ نے فرمایا، یوں نہ اُٹھو جیسے عجم کے لوگ ایک دوسرے کی بڑائی جتاتے ہوئے اٹھتے ہیں۔ اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔

اور سعید بن ابی الحسن سے (روایت ہے) انہوں نے کہا کہ ابو بکرہ ہمارے

---

[1] یعنی صحابہ کرامؓ

Marfat.com

پاس ایک شہادت میں آئے۔ ایک شخص ان کے لئے اپنی جگہ سے اٹھا
انہوں نے اس کی جگہ بیٹھنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے
اس سے (بھی) منع فرمایا ہے کہ آدمی اس کے کپڑے سے ہاتھ پونچھے
جسے اس نے (خود) کپڑا نہیں دیا ہے۔ اس کی روایت ابو داؤد نے کی ہے
اور ابوالدرداء سے (روایت ہے) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
جب بیٹھتے تھے تو ہم بھی آپؐ کے گرد بیٹھ جاتے تھے پھر اٹھتے اور واپسی
کا ارادہ کرتے تو اپنا جوتا یا کچھ اور پوشش اتار کر رکھ جاتے تو اس کو
صحابہؓ سمجھ جاتے اور بیٹھے رہتے۔ اس کی روایت ابو داؤد نے کی ہے۔
اور عبداللہ بن عمرو سے (روایت ہے) منجانب رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم، آپؐ نے فرمایا کسی آدمی کو روا نہیں کہ دو آدمیوں میں ان
کے اذن کے بغیر جگہ بنائے۔ اس کی روایت ترمذی اور ابوداؤد نے کی۔
اور عمرو بن شعیب سے منجانب ان کے باپ کے از طرف ان کے
دادا کے (روایت ہے) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،
دو آدمیوں کے درمیان ان کی اجازت کے بغیر نہ بیٹھ۔ اس کی روایت
ابو داؤد نے کی ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

ابو ہریرہؓ سے (روایت ہے) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ا؎ یعنی اولاد وغیرہ جس کے لباس کا وہ خود انتظام کرتا ہے۔

Marfat.com

ہمارے ساتھ مسجد میں بیٹھ کر ہم سے باتیں کرتے تھے۔ جب آپؐ اُٹھتے تو ہم بھی اُٹھ کھڑے ہوتے اور اس وقت تک آپؐ کو دیکھتے رہتے کہ آپؐ اپنی کسی زوجہؓ کے گھر میں داخل ہو جاتے۔

اور واثلہ بن خطاب سے (روایت ہے) کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب کہ آپؐ مسجد میں بیٹھے تھے حاضر ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی خاطر جگہ چھوڑ دی اس شخص نے عرض کیا، یا رسول اللہ! اس جگہ میں وسعت ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان کا حق ہے کہ جب اس کا بھائی اس کو دیکھے تو اس کے لئے جگہ چھوڑ دے۔ ان دو روایتوں کو بیہقیؒ نے شعب الایمان میں روایت کیا ہے۔

باب

اَلْجُلُوسِ وَالنَّوْمِ وَالْمَشْيِ

بیٹھنا ۔ سونا ۔ چلنا

انسان کی ہر حرکت و ادا میں اس کے خیالات اور تصورات کی جھلک ہوتی ہے ۔ قیافہ کے ماہرین انسان کی نشست و برخاست سے ہی اس کے اخلاق و کردار کا اندازہ کر لیتے ہیں بلکہ آج کل تو تحریر سے صاحب تحریر کے کردار کا مطالعہ کر رہے ہیں ۔ خیالات اور حرکات و سکنات کا آپس میں نہایت گہرا تعلق ہے اور یہ ہمیشہ ایک دوسرے پر اثر انداز رہتے ہیں ۔ جن پیشوں اور دستکاریوں میں دماغ سے زیادہ کام لینے کی احتیاج نہیں ہوتی ان کو اختیار کرنے والے

لوگ چالاک اور طرّاع نہیں ہوتے۔ سیدھے سادے اطوار کے مالک ہوتے ہیں۔ جو اشخاص پوشاک اور خوراک میں صفائی کا خیال نہیں رکھتے ان کے فکر میں شستگی اور ذہن میں شائستگی نہیں ہوتی۔ اثاث البیت کی بے ترتیبی خیالات میں انتشار کی غمّازی کرتی ہے اور نشست و برخاست کے ضابطے عقل و فکر کے ضابطوں کی عکاسی کرتے ہیں۔ اس لئے اسلام نے کلام، طعام، اٹھنے بیٹھنے اور میل ملاپ کے ایسے اسالیب مقرر کیے ہیں جو نہ صرف ظاہری اعتبار سے نفاست اور ثقافت کے مظہر ہیں بلکہ معنوی لحاظ سے بھی سادگی، صفائی اور خوش آئینی کی ضمانت دیتے ہیں۔

انسان کی ذہنی بساط پر زبان کے بعد غالباً رفتار ہی سب سے زیادہ نقش جاتی ہے۔ انسان جب قدم اٹھاتا ہے تو سینکڑوں پٹھے حرکت میں آجاتے ہیں۔ ہر پٹھے کا ذہن سے قریبی رابطہ ہوتا ہے اس لئے رفتار اور خیالات کے مابین گہرا تاثر کام کرتا ہے۔ منکبرانہ چال اور ہوتی ہے اور عاجزانہ چال اور۔ عام سمجھ بوجھ کا آدمی بھی بارہا دوسرے آدمی کے رفتار سے ہی اس کا عندیہ اور ذہنی کیفیت معلوم کر لیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ چال کو درست رکھنے کے لئے قرآن حکیم میں خصوصی تاکیدیں آئی ہیں۔ ارشاد ہے:

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ هَوْنًا

ترجمہ: اور اللہ کے بندے وہ ہیں جو زمین پر سکون سے قدم اٹھاتے ہیں۔

ایک اور مقام پر فرمایا ہے:

وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ

Marfat.com

مَرَحًا ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ
وَاقْصِدْ فِیْ مَشْیِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ
اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِیْرِ۔

ترجمہ۔ اور لوگوں کے سامنے گردن نہ کھینچ اور نہ زمین پر سرور سے چل۔ اللہ تعالیٰ کسی گھمنڈ اور فخر والے کو نہیں چاہتا۔ اور اپنی رفتار میں معتدل رہ اور اپنی آواز کچھ دھیمی رکھ یقیناً سب سے ناگوار آواز گدھوں کی آواز ہے۔

باب زیر نظر میں بیٹھنے، لیٹنے اور چلنے پھرنے کے چند بنیادی آداب بتائے گئے ہیں۔ ان تینوں ہیئتوں کا انسان کی فکر اور جذباتی زندگی سے نہایت مضبوط رابطہ ہوتا ہے۔ مثلاً غصہ کی حالت میں کھڑے ہوئے آدمی کو بٹھا دیا جائے تو دھیما پڑ جاتا ہے۔ بعض دفعہ آدمی کوئی مسئلہ سوچ رہا ہو تو دماغ کام نہیں کرتا لیکن ہیئت بدل دے یعنی بیٹھا ہے تو لیٹ جائے یا ٹہلنا شروع کر دے تو حل سوجھ جاتا ہے ایک اور آزمودہ نسخہ یہ ہے کہ آدمی بیٹھنے کے بجائے ٹہلتے ہوئے کوئی چیز رٹنا شروع کرے تو جلد حفظ کر لیتا ہے۔ درد میں انسان بار بار پہلو بدلتا ہے کبھی اٹھ بیٹھتا ہے اور کبھی لیٹ جاتا ہے کیوں کہ اس تبدیلِ حالت سے احساسِ درد میں کچھ فرق آجاتا ہے۔ انسان بیٹھ کر تقریر کرے تو وہ بے ساختگی اور روانی نہیں ہوتی جو کھڑے ہو کر خطاب کرنے میں ہوتی ہے

ان ہیئاتِ ثلاثہ کا فکر وتخیل، انفرادی خوش اطواری اور جماعتی نظم واسلوب سے ایک گونہ علت ومعلول کا سا رشتہ ہے اس لئے

Marfat.com

انہیں ہمیشہ ملحوظ خاطر رکھنا چاہیے ان کا مختصر تذکرہ درج ذیل ہے۔

بیٹھنے کے آداب ۱۔ ایسے انداز میں بیٹھنا چاہیے جس سے بدن کو راحت اور ذہن کو سکون ہو لیکن راحت اور سکون کی خاطر تمیز و تہذیب کو ہاتھ سے نہ دے اور ایسی وضع نہ اختیار کرے جو نو کمی اور مضحکہ خیز ہو۔

۲۔ اگر لباس کھلا اور ڈھیلا ہو مثلاً سلوار کی بجائے چادر باندھے ہوئے ہو تو اس انداز سے نیم دراز ہو کر ٹانگ پہ ٹانگ نہ رکھے کہ ستر کھل جائے۔

۳۔ گوٹ مار کر اور دو زانو یا چار زانو بیٹھنے کی اجازت ہے۔

۴۔ آدھا دھوپ میں اور آدھا سایہ میں بیٹھنا منع ہے۔

۵۔ مجلس میں ایک دوسرے سے ہٹ کر گروہ گروہ نہیں بیٹھنا چاہیے۔ اس سے جماعتی انتشار کا رجحان اٹھتا ہے۔

۶۔ جو آدمی بعد میں آئے اگر اس کو مجلس میں کوئی خالی جگہ نظر نہ آتی ہو تو کنارے پر ہی بیٹھ جائے۔

۷۔ خود آرام سے بیٹھنے کے لئے دوسروں کو زحمت نہیں پہنچانی چاہیے۔

سونے کے آداب ۱۔ بے ڈھنگی طرز سے لیٹنا منع ہے مثلاً آدمی پیٹ کے بل نہ سوئے۔

۲۔ اس بات کی احتیاط کی جائے کہ لیٹنے میں ستر نہیں کھلتا۔

۳۔ کھانا کھا کر چت لیٹنا ہاضمہ کے لئے مضر ہے۔

۴۔ کھلی چھت پر جس کے پردے نہ ہوں سونا خطرے سے خالی نہیں۔

Marfat.com

۵۔ زیادہ آرام دہ بستر کی ضرورت نہیں ہوتی حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام کا گدا چمڑے کا تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔ بچھونے کے لئے صرف ایک اونی چادر سے کام لیتے تھے اسے دوہرا کر لیتے تھے۔ ایک دفعہ اس کی چار تہیں کی گئیں تو آپؐ نے منع فرمایا کہ یہ نماز سے غافل کرتا ہے (البدایہ والنہایہ) آپؐ بارہا فرشِ زمین پہ ہی سو جاتے تھے۔

چلنے پھرنے کے آداب

۱۔ چال میں سادگی اور متانت ہونی چاہیے۔ مٹک کر چلنا یا تکبر سے قدم اٹھانا حرام ہے سوائے اس کے کہ دشمن کو مرعوب کرنا ہو۔

۲۔ رفتار میں اعتدال کو ملحوظ رکھا جائے۔ نہ بہت تیز اور نہ بہت آہستہ ہو۔

۳۔ راہ میں مرد اور عورتیں آجا رہی ہوں تو وہ ایک دوسرے سے الگ الگ رہیں۔ بہتر یہ ہے کہ عورتیں کنارے پر چلیں۔

۴۔ عورتوں کے درمیان سے گزرنا منع ہے۔

۵۔ دو آدمی اکٹھے جا رہے ہیں تو ان کے درمیان سے نہیں گزرنا چاہیے۔

بَابُ الْجُلُوْسِ وَالنَّوْمِ وَالْمَشْيِ

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ

سے ابن عمر کہا دیکھا میں نے

ابن عمر سے (روایت ہے) انہوں نے کہا (کہ) میں نے رسول اللہ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِفِنَاءِ الْكَعْبَةِ

میں صحن کعبہ

صلی اللہ علیہ وسلم کو کعبہ کے صحن میں دیکھا

مُحْتَبِيًا بِيَدَيْهِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ

گوٹ مارے ہوئے ساتھ دونوں ہاتھ اس کے

اپنے ہاتھوں سے گوٹ مار کر بیٹھے ہوئے۔ اس کی روایت بخاری نے کی۔

اِحْتِبَاء : گوٹ مارنا

اس کا طریقہ یہ ہے کہ آدمی یوں بیٹھے کہ گھٹنے کھڑے ہوں اور آدمی انہیں ہاتھوں کے حلقہ میں تھام رکھے یا پیٹھ کے پیچھے سے کپڑا وغیرہ گزار کر گھٹنوں پر بصورت حلقہ باندھ لے۔

اِحْتَبٰی گوٹ ماری   مُحْتَبِیْ گوٹ مارنے والا

وَعَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيْمٍ عَنْ عَمِّہٖ

سے چچا اس کا

اور عبّاد بن تمیم سے (روایت ہے) منجانب اُن کے چچا کے

قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ

کہا دیکھا میں نے

انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ

عَلَيْہِ وَسَلَّمَ فِی الْمَسْجِدِ مُسْتَلْقِيًا

میں مسجد چت لیٹے ہوئے

علیہ وسلم کو مسجد میں دیکھا چت لیٹے ہوئے

وَاضِعًا اِحْدٰی قَدَمَیْہِ عَلَی الْاُخْرٰی

رکھے ہوئے ایک پاؤں اس کا پر دوسری لہ

اور اپنا ایک پاؤں دوسرے پر رکھے ہوئے

مُتَّفَقٌ عَلَيْہِ۔

متفق علیہ ہے۔

لہ قدم مؤنث ہے۔

Marfat.com

اِسْتَلْقٰی پیٹھ کے بل لیٹا مُسْتَلْقِیْ پیٹھ کے بل لیٹنے والا
وَضَعَ رکھا وَاضِع رکھنے والا

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ

اور سے جابر کہا منع کیا

اور جابر سے (روایت ہے) انہوں نے کہا کہ رسول اللہ

صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّرْفَعَ

کہ اٹھائے

صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ آدمی

الرَّجُلُ اِحْدٰی رِجْلَيْهِ عَلَی الْاُخْرٰی

آدمی ایک پاؤں اس کا پر دوسری[له]

ایک پاؤں دوسرے پر رکھے

وَهُوَ مُسْتَلْقٍ عَلٰی ظَهْرِهٖ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

اور وہ چت لیٹا ہوا پر پیٹھ اس کی

جب کہ وہ اپنی پشت پر چت لیٹا ہوا ہو۔ مسلم نے اس کی روایت کی ہے۔

وَعَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اور اُن سے (روایت ہے) کہ یقیناً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

له رِجْلٌ مؤنث ہے۔

Marfat.com

قَالَ لَا يَسْتَلْقِيَنَّ اَحَدُكُمْ ثُمَّ

فرمایا، نہ چت لیٹے کوئی تم سے پھر

نے فرمایا تم میں سے کوئی بھی ہرگز چت نہ لیٹے (اور) پھر

يَضَعُ اِحْدٰى رِجْلَيْهِ عَلَى الْاُخْرٰى

رکھے ایک پاؤں اس کا پر دوسرے

اپنا ایک پاؤں دوسرے پر رکھے

رَوَاهُ مُسْلِمٌ

روایت کی اس کی مسلم

اس کی مسلم نے روایت کی ہے

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

اور سے کہا فرمایا

اور ابو ہریرہ سے (روایت ہے) انہوں نے کہا (کہ) رسول اللہ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَمَا رَجُلٌ

جب کہ آدمی

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (کہ) ایک شخص جب

Marfat.com

يَتَبَخْتَرُ فِىْ بُرْدَيْنِ وَقَدْ أَعْجَبَتْهُ

اترا کر چلتا (تھا) میں دو دھاری دار کپڑے اور لبھا گئی اسے

دو دھاری دار کپڑوں میں اترا کر چل رہا تھا اور اسے اپنی جان

نَفْسُهُ خُسِفَتْ بِهِ الْأَرْضُ فَهُوَ

جان اس کی دھنس گیا ساتھ اس کے زمین اور وہ

لبھا گئی تھی (تو) زمین اس سمیت دھنس گئی اور وہ

يَتَجَلْجَلُ فِيْهَا إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

گھستے گا اس میں تک دن قیامت

اس میں قیامت کے روز تک آگے گھستا چلا جائیگا۔ متفق علیہ ہے

يَتَبَخْتَرُ اترا کر چلا۔

بُرْد دھاریدار کپڑا۔ اس سے واحد بُرْدَہ یعنی کپڑے کا ٹکڑا ہے

عربوں میں یمن کے دھاریدار کپڑے بہت بیش قیمت تھے اور

امیرانہ لباس شمار ہوتے تھے۔

بُرْدَيْن دو کپڑے۔ یہاں لباس مراد ہے۔

اَرض چونکہ مؤنث غیر حقیقی ہے اس لئے اس سے قبل مذکر فعل

بھی آسکتا ہے۔ یہاں خَسَفَ آیا ہے۔

Marfat.com

اَلفَصلُ الثَّانِی

جابر بن سمرہؓ سے (روایت ہے) انہوں نے کہا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بائیں کروٹ تکیہ پر ٹیک لگائے ہوئے دیکھا۔ اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

ابو سعید خدریؓ سے (روایت ہے) انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مسجد میں بیٹھتے تھے تو ہاتھوں سے گوٹ کر لیتے تھے۔ اس کی روایت رزین نے کی ہے۔

قیلہ بنت مخرمہؓ سے (روایت ہے) کہا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد میں قُرفصاء[1] سے بیٹھے ہوئے دیکھا۔ وہ کہتی ہیں کہ جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عاجزی سے بیٹھے ہوئے دیکھا تو ہیبت سے کانپ گئی۔ اس کی روایت ابو داؤد نے کی ہے۔

اور جابر بن سمرہؓ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب فجر کی نماز پڑھ چکتے تو اپنی نشست گاہ میں چار زانو بیٹھ جاتے تھے۔ حتیٰ کہ دھوپ خوب چمک اٹھتی۔ ابو داؤد نے اس کی روایت کی ہے۔

اور ابو قتادہ سے (روایت ہے) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر میں رات کو اترتے تو دائیں پہلو پر استراحت فرماتے اور جب

---

[1] قرفصاء یہ ہے کہ آدمی زمین پر یوں بیٹھے کہ رانیں پیٹ سے لگی ہوں اور دونوں ہاتھوں سے گوٹ کیا ہو۔

Marfat.com

قریب صبح اٹھتے تو بازو کھڑا کر کے اس کی ہتھیلی پر سر رکھ لیتے[1]۔ اس کو شرح السُنّہ میں روایت کیا ہے۔

آلِ اُمّ سَلَمہؓ میں سے کسی سے (روایت ہے) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بچھونا ایسا تھا جیسا قبر میں رکھا جاتا ہے[2] اور مسجد آپؐ کے سر مبارک کی طرف ہوتی تھی۔ اس کو ابو داؤد نے روایت کیا ہے۔

اور ابو ہریرہ سے (روایت ہے) وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو پیٹ کے بل لیٹا ہوا دیکھا تو فرمایا کہ لیٹنے کی یہ وضع اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں۔ ترمذی نے اس کی روایت کی ہے۔

اور یعیش بن طِخفہؓ سے ان کے باپ کی طرف سے جو اصحاب صُفّہ میں سے تھے (روایت ہے)۔ انہوں نے کہا کہ ایک دفعہ جب کہ میں دردِ سینہ سے پیٹ کے بل لیٹا ہوا تھا اچانک ایک صاحب مجھے پاؤں سے حرکت دینے لگے اور فرمایا لیٹنے کی یہ وضع اللہ تعالیٰ کو بُری لگتی ہے۔ دیکھتا کیا ہوں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اس کو ابو داؤد اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

اور علی بن شیبانؓ سے (روایت ہے) انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے کسی بغیر پردے یا آڑ کے مکان پر رات گزاری تو اس سے حفاظت کا ذِمّہ[3] الگ ہوا۔ اس کی روایت ابو داؤد

---

[1] تاکہ گہری نیند نہ آئے اور نماز کا وقت فوت نہ ہو جائے [2] یعنی بہت مختصر
[3] الذِّمہ سے مراد حفاظت کا ذِمّہ ہے۔ قَدْ بَرِئَتْ مِنْهُ الذِّمَّةُ سے مراد یہ ہے کہ اس کی حفاظت کی ذمہ داری کون لے سکتا ہے جب کہ اس نے خود ہی اپنی حفاظت کا کوئی اہتمام نہیں کیا۔

Marfat.com

نے کی ہے۔ اور خطابی کی معالم السنن میں حجی (بردہ) کا لفظ ہے۔
اور جابرؓ سے (روایت ہے)۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کہ آدمی بغیر روک کی چھت پر سوئے۔ اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

اور حذیفہ سے (روایت ہے) انہوں نے کہا کہ جو شخص حلقہ کے وسط میں بیٹھا[1] وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے ملعون ہے[2]۔ اس کی روایت ترمذی اور ابوداؤد نے کی۔

اور ابوسعید خدری سے (روایت ہے) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بہترین مجلس وہ ہے جو کشادہ ترین ہو[3]۔ اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔

اور جابر بن سمرہؓ سے (روایت ہے) انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ اس وقت آپؐ کے اصحاب بیٹھے ہوتے تھے۔ آپؐ نے فرمایا، کیا بات ہے کہ میں تمہیں گروہ گروہ دیکھ رہا ہوں[4]۔ اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔

اور ابوہریرہؓ سے (روایت ہے) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی سایہ میں ہو اور سایہ اس سے سمٹ جائے اور

---

[1] یعنی مجلس جمی ہوئی ہے اور وہ لوگوں پر سے پھلانگ کر مجلس کے درمیان جا بیٹھتا ہے جس سے کوئی فائدہ تو حاصل نہیں ہوتا لیکن مجلس میں بدنظمی پیدا ہوتی ہے [2] یعنی حضور نے اس پر لعنت فرمائی ہے [3] یعنی کھلی جگہ ہو تاکہ لوگوں کو زحمت نہ ہو [4] کہ مجلس یکساں پھیلی ہو۔ ایسا نہ ہو کہ گروہ ادھر ادھر اس طرح منتشر ہوں جیسے باہم تعلق ہی نہیں۔

Marfat.com

وہ کچھ دھوپ میں اور کچھ سایہ میں رہ جائے تو اٹھ کھڑا ہو۔ ابو داؤد نے اس کی روایت کی ہے۔ اور اس[1] سے شرح السنۃ میں ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی آدمی سایہ میں ہو اور وہ اس سے سمٹ جائے تو وہ کھڑا ہو جائے۔ کیونکہ یہ شیطان کی نشست ہوتی ہے۔

اسی طرح معمر نے اس کو موقوفاً[2] روایت کیا ہے۔

اور ابو اُسید انصاری سے (روایت ہے) انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد سے نکلتے وقت ارشاد فرماتے سنا اور اس وقت مرد رستہ میں عورتوں سے مل گئے تھے پس آپؐ نے عورتوں سے فرمایا، تم پیچھے رہو۔ تمہیں راہ کے درمیان چلنے کا حق نہیں۔ رستہ کے کناروں پر رہو۔ تو (اس کے بعد) عورت دیوار سے لگ کر چلتی تھی یہاں تک کہ اس کا کپڑا دیوار میں اٹک جاتا تھا۔ اسکی روایت ابو داؤد نے کی ہے اور بیہقی نے شعب الایمان میں۔

اور ابن عمرؓ سے (روایت ہے) کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ چلے یعنی مرد[3] دو عورتوں کے درمیان۔ اس کی روایت ابو داؤد نے کی ہے۔

اور جابر بن سمرہؓ سے (روایت ہے) انہوں نے کہا کہ جب ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوتے تو جہاں مجلس ختم ہوتی[4] وہاں ہر ایک بیٹھ جاتا اس کی روایت ابو داؤد نے کی ہے۔ اور عبداللہ بن عمروؓ کی دو حدیثیں باب القیام میں بیان ہوئی ہیں[5]۔ اور ہم علیؓ اور ابو ہریرہؓ کی دو حدیثیں

---

[1] ابو ہریرہؓ سے۔ [2] یعنی ابو ہریرہؓ کے قول کے طور سے [3] الرجل کے الفاظ اصل حدیث کا جزو نہیں۔ راوی نے وضاحت کے لئے اپنے پاس سے بڑھائے ہیں۔
[4] یعنی مجلس کے کنارے [5] ایک کا سر آغاز ہے لا یجلس لرجل اور دوسری کا لا تجلس بین رجلین۔

Marfat.com

باب اسماء النبی صلی اللہ علیہ وسلم وصفاتہ میں انشاء اللہ تعالیٰ بیان کریں گے[1]

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

عمرو بن شرید سے ان کے باپ کی طرف سے (روایت ہے) انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس سے گزرے اور میں یوں بیٹھا تھا کہ میں نے بایاں ہاتھ پیٹھ کے پیچھے رکھا ہوا تھا۔ اور انگوٹھے[2] سے نچلے ابھار پر تکیہ کئے ہوئے تھا۔ آپؐ نے فرمایا کیا تم مغضوب علیہم کی وضع سے بیٹھتے ہو۔ اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔

اور ابوذرؓ سے (روایت ہے)۔ انہوں نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس سے گزرے اور میں پیٹ کے بل لیٹا ہوا تھا تو آپؐ نے مجھے پاؤں سے ٹھوکا دیا اور فرمایا اے جندب یہ تو صرف آگ والوں کا لیٹنا[3] ہے۔ اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے۔

---

[1] علیؓ والی حدیث کا سر آغاز ہے کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم لَیْسَ بِالطَّوِیْلِ اور ابوہریرہؓ والی حدیث کا سر آغاز ہے مَا رَاَیْتُ شَیْئًا اَحْسَنَ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ [2] یعنی دائیں ہاتھ کا انگوٹھا۔
[3] یعنی یہ طریقہ کفار کا ہے یا یہ کہ جہنم والے آگ میں اسی طرح اوندھے پڑے ہونگے

Marfat.com

بَابُ
اَلْعُطَاسِ وَالتَّثَاؤُبِ

عُطَاس عَطَسَ سے مصدر بھی ہے اور اسم بھی۔
عَطَسَ میں طا پر فتحہ ہے لیکن بعض کے نزدیک اس کو کسرہ دینا بھی جائز ہے۔
یَعْطِسُ مضارع ہے بعض کی رائے میں طا پر ضمہ یعنی یَعْطُسُ بھی درست ہے۔ مَعْطِس کے معنی ہیں: ناک۔
عُطاس کے اصل معنی ہیں: کھلنا۔ پھوٹنا
مثلاً عَطَسَ الصُّبْحُ: صبح پھوٹی۔ اس بناء پر صبح کو عاطس بھی کہتے ہیں
عام استعمال میں عُطاس کے معنی ہیں چھینک۔
تَثَاؤُب اسم مصدر ہے تَثَاءَبَ سے۔ الف کے بعد ہمزہ ہے' واؤ غلط ہے۔
ثُؤَبَاءُ اسم ہے جس کے معنی ہیں: جماہی
تَثَاءَبَ کے معنی ہیں: جماہی لی۔ اگرچہ تَثَيَّبَ اور تَثَأَّبَ بھی یہی معنی رکھتے ہیں لیکن عام استعمال تَثَاءَبَ کا ہے۔
تَثَاؤُب کے اصل معنی ہیں: ایسی چیز کھانا یا پینا جس سے کچھ دیر غنودگی طاری ہو جائے۔ اس سے جماہی پیدا ہوتی ہے۔ اس لیے تَثَاؤُب جماہی لینے کے معنی میں استعمال ہونے لگا جیسے بارش سماء سے آتی ہے تو اسے بھی عربی میں سماء کہنے لگے۔

Marfat.com

چھینک اور جمائی

چھینک اور جمائی کا انسان کی بدنی اور ذہنی صحت سے خاصا تعلق ہے۔ چھینک صحت کی دلیل اور جمائی سستی کی علامت ہے۔

چھینک
اللہ تعالیٰ نے انسانی بدن کی صحت اور سالمیت کے لئے اس کے اندر سینکڑوں خود کار نظام بنا رکھے ہیں ورنہ انسان چند ہی لمحوں میں خوفناک بیماریوں کا شکار ہو جائے۔ کہتے ہیں ہارون الرشید نے ایک دفعہ پانی مانگا۔ پیالہ پیش کرتے ہوئے اس سے پوچھا گیا کہ اگر آپ کو یہ پیالہ مفت نہ مل سکے تو اس کے عوض آپ کیا دینے کو تیار ہیں۔ اس نے کہا، نصف سلطنت۔ پھر سوال ہوا اگر یہ پانی بدن میں جا کر باہر آنے سے رُک جائے (یعنی پیشاب بند ہو جائے) تو؟ جواب دیا، نصف سلطنت۔ پوچھنے والا بول اٹھا، بس معلوم ہوا کہ آپ کی ساری سلطنت پیالہ بھر پانی کے بدن میں آنے جانے کی قیمت ہے۔

صحت کے خود کار نظاموں میں سے ایک نظام چھینک کا بھی ہے چھینک کیا ہے؟ ناک میں گندہ مواد اٹک جاتا ہے۔ جس کے دور کرنے کو ہوا کا زور دار جھٹکا لگتا ہے اس سے رکاوٹ دور ہو جاتی ہے۔ ناک کے آس پاس کے خانوں سے فاضل رطوبت کا ناک کی راہ سے بہاؤ شروع ہو جاتا ہے اور طبیعت کو فرحت ہوتی ہے۔ بدن میں چھینک کا نظام نہ ہو تو ناک اور اس کے ارد گرد کھوپری میں گندہ مواد جمع

Marfat.com

ہو کر بہم دکھوں کا موجب ہو جائے۔ بعض دفعہ جب ناک سے آنے والی رطوبت کا نکاس بند ہو جاتا ہے تو بڑی سی آفت آجاتی ہے۔ طرح طرح کے علاج کرتے ہیں۔ اس کا ایک علاج آپریشن بھی ہے۔ لیکن اس سے بھی مستقل آرام کی ضمانت نہیں ملتی۔ چھینک طبعی اور مفت علاج ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔

چھینک سے صرف ناک پر ہی اثر نہیں پڑتا بلکہ یہ پورے بدن کو مزے سے ہلا دیتی ہے۔ اس فرحت بخش جھٹکے سے بدن کی کئی بند نالیاں رواں ہو جاتی ہیں۔ اس کے بعض فوائد عام مشاہدہ میں آتے ہیں۔ ان میں بعض کا ذکر احادیث میں بھی ہے۔ مثلاً:

۱۔ بینائی صاف اور روشن ہو جاتی ہے۔

۲۔ مسام کھل جاتے ہیں۔

۳۔ معدہ ہلکا پڑ جاتا ہے۔

۴۔ دانت، کان اور کمر کا درد مدھم پڑ جاتا ہے یا دور ہو جاتا ہے۔

تشمیت جب کوئی شخص چھینک آنے پر اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہے تو پاس کے مسلمان بھائی کو چاہیے کہ اسے یَرْحَمُكَ اللّٰہُ کہے اس جواب کو تشمیت کہتے ہیں۔ بظاہر یہ ایک ادنیٰ سی بات ہے لیکن اس میں خلوص اور خیر خواہی کی دلفریب روح ہوتی ہے۔

آداب و مسائل ۱۔ چھینک آنے پر صفائی اور تہذیب کا دھیان رکھنا چاہیے۔ مثلاً:

○ منہ کو ڈھک لیا جائے۔

٥ حاضرین کی طرف سے منہ پھیر لیا جائے۔
٥ منہ پر کپڑا رکھا جائے۔ ورنہ ہاتھ سے ہی ڈھانپ لیا جائے۔
٥ چھینک کی آواز کو پست رکھنے کی کوشش کی جائے۔
٥ چھینک کے بعد ناک کو کپڑے وغیرہ سے اچھی طرح صاف کر لیا جائے۔

۲۔ جسے چھینک آئے وہ کہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ یا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْن

یا

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ

آخری دو صورتیں افضل ہیں۔

۳۔ سننے والا اسے فوراً یَرْحَمُكَ اللّٰہ کہے۔ اسے جواب کہتے ہیں۔

۴۔ اگر چھینکنے والا ایک سے زائد بار چھینک کر تحمید کرے تو اس کا جواب تین بار تک ضرور دینا چاہیے۔ پہلی بار کا جواب واجب ہے اور دوسری اور تیسری بار کا مستحب۔ اس سے زائد بار کا جواب دینا سامع کی مرضی پر ہے۔

۵۔ چھینکنے والا تحمید کرے۔ سننے والا اُسے یَرْحَمُكَ اللّٰہ کہے اس کے بعد پہلا شخص شکریہ کے طور سے مندرجہ ذیل الفاظ کہے۔

یَھْدِیْکُمُ اللّٰہُ وَیُصْلِحُ بَالَکُمْ

یا

یَغْفِرُ اللّٰہُ لَنَا وَلَکُمْ

یہ جواب الجواب مستحب ہے۔

۶۔ خطبہ کے دوران تشمیت کی اجازت نہیں۔

Marfat.com

۷۔ تشمیت سب حاضرین کر دیں تو بہتر ورنہ یہ واجب کفایہ ہے۔
۸ - مرد کو جوان عورت کی یا عورت کو جوان مرد کی بالجہر تشمیت کی اجازت نہیں - چاہے تو خاموشی سے تشمیت ہو سکتی ہے۔

جمائی بعض دفعہ سستی پر خوری اور بے کاری کی وجہ سے بدن پر غنودگی سی طاری ہو جاتی ہے اور اس کے سبب خود کار نظام ڈھیلے پڑ جاتے ہیں - بدن بوجھل ہو جاتا ہے کیونکہ فاضل مادہ کا پوری طرح اخراج نہیں ہوتا۔ خون کی صفائی میں فرق آجاتا ہے اور اسے زیادہ صاف ہوا کی ضرورت پڑتی ہے۔ بدن میں تازہ ہوا پہنچانا پھیپھڑوں کے ذمے ہے - وہ بھی سارے بدن کے ساتھ نیم غافل پڑے ہوتے ہیں جب بدن تازہ ہوا کی مطلوبہ مقدار کے لئے اصرار کرتا ہے تو پھیپھڑے نیم غنودگی ہی کی حالت میں ہوا کا ایک زوردار جھکڑ اندر کھینچ کر پھر ڈھیلے پڑ جاتے ہیں - پھیپھڑوں کے اس غافلانہ اور بے ترتیب عمل کو جمائی کہتے ہیں۔

جمائی سے غفلت اور بوجھل پن پیدا ہوتا ہے اور حواس کند ہو جاتے ہیں۔

سستی سے جمائی اور جمائی سے سستی پیدا ہوتی ہے لہٰذا جمائی کو روکا نہ جائے تو اس کا سلسلہ دراز سے دراز تر ہوتا چلا جاتا ہے۔
اس کی کئی خرابیاں ہیں:۔

۱۔ ہوا کی یکلخت اور طوفانی رو سے گلے کے خراب ہونے کا احتمال ہوتا ہے
۲۔ اگر منہ کے قریب کوئی مکھی مچھر اڑ رہا ہو تو ہوا کا تھپیڑا اسے

Marfat.com

سیدھے کھلے منہ میں دھکیل دیتا ہے۔

جمائی آنے پر منہ بند کر دیا جائے تو ہوا سیلی کی صورت میں اندر نہیں جا سکتی مجبوراً پھیپھڑوں کو اپنا کام اسلوب سے سنبھالنا پڑتا ہے اور جمائیوں کا سلسلہ ٹوٹ جاتا ہے۔

جمائیوں کی باگ ڈھیلی چھوڑنا اور منہ پھیلا کر "ھا! ھا!" کی دھن میں مچانا خوش آیند نہیں ہوتا۔ جمائی آہی جائے تو کھلے منہ کی نمائش لگانے کے بجائے اس پر فوراً ہتھیلی رکھ دی جائے۔ ایک تو بد نمائی نہ ہو گی اور دوسرے ہوا کی مضر رو اور مکھی مچھر وغیرہ سے حفاظت رہے گی۔

بعض دفعہ نیند کی یورش سے جمائیوں کا تار بندھ جاتا ہے۔ اس کو روکنے کا ایک عام طریقہ یہ ہے کہ منہ پر پانی کے چھینٹے دئیے جائیں۔

بَابُ الْعُطَاسِ وَالتَّثَاؤُبِ

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ

سے — ابو ہریرہ — سے

ابو ہریرہ سے (روایت ہے) منجانب نبی کریم صلی اللہ

وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْعُطَاسَ

فرمایا — یقیناً — اللہ — چاہتا ہے — چھینک

وسلم۔ آپ نے فرمایا یقیناً اللہ چھینک کو پسند کرتا ہے۔

وَيَكْرَهُ التَّثَاؤُبَ فَإِذَا عَطَسَ أَحَدُكُمْ

اورناپسند کرتا ہے جمائی تو جب چھینکا کوئی تم سے

اور جمائی ناپسند ہے تو جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے

وَحَمِدَ اللّٰهَ كَانَ حَقًّا عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ

اور حمد کی ہوا لازم پر ہر مسلمان

اور اللہ کی حمد کرے تو ہر مسلمان پر جس نے اسے سنا

سَمِعَهٗ أَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ

سنا اسے کہ کہے اس سے رحم کرے تجھ پر اللہ

لازم ہو جاتا ہے کہ اسے یَرْحَمُكَ اللّٰهُ کہے

فَأَمَّا التَّثَاؤُبُ فَإِنَّمَا هُوَ مِنَ الشَّيْطٰنِ

تو جمائی تو صرف وہ سے شیطان

اب رہی جمائی تو وہ محض شیطان کی طرف سے ہے

فَإِذَا تَثَاءَبَ أَحَدُكُمْ فَلْيَرُدَّهٗ مَا اسْتَطَاعَ

توجب جمائی آئی کوئی تم سے تو پھیردے اسے جانتک ہوسکا اس سے

اور جب تم میں سے کسی کو جمائی آئے تو جہاں تک ہوسکے اسے روک دے

Marfat.com

فَإِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا تَثَاءَبَ ضَحِكَ

کیونکہ یقیناً کوئی تم سے جب جمائی آئی اسے ہنسی اڑائی

کیوں کہ جب تم میں کوئی جمائی لیتا ہے تو شیطان

مِنْهُ الشَّيْطَانُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَ

شیطان

اس کی ہنسی اڑاتا ہے بخاری نے اس کی روایت کی ہے اور

فِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ فَإِنَّ أَحَدَكُمْ

میں روایت مسلم کی تو یقیناً کوئی تم سے

مسلم کی ایک روایت میں ہے (کہ) جب تم میں سے کوئی آدمی

إِذَا قَالَ هَا ضَحِكَ الشَّيْطَانُ مِنْهُ

جب کہا ها ہنسی اڑائی شیطان

ہا کہتا ہے (تو) شیطان اس کی ہنسی اڑاتا ہے۔

یُحِبُّ: چاہتا ہے۔ پسند کرتا ہے۔ عَطِسَ میں طٓ کا فتحہ اور کسرہ دونوں درست ہیں۔

كَانَ حَقًّا عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ ہر مسلمان پر لازم ہو جاتا ہے

حق کے لغوی معنی ہیں: ثابت شدہ چیز۔ یہاں حدیث میں حق سے مراد سنت ہے۔

Marfat.com

هُوَ مِنَ الشَّيْطَانِ : وہ شیطان سے ہے۔
شیطان: وہ چیز جو اللہ سے دُور یا غافل کر دے جمائی
اور غفلت لازم و ملزوم ہیں۔ اس لئے جمائی بھی ایک شیطان ہے
بعض نے نزدیک مِنَ الشَّیْطَان سے مراد یہ ہے کہ شیطان
کی سمت سے ہے یعنی
(ا) وہ اس کا سبب ہے۔ یا (ب) اس کا واسطہ ہے۔ یا
(ج) اس کی طرف مائل کرتا ہے۔
رَدَّ : پھیرا۔ واپس کیا۔ روکا۔ یَرُدُّ روکتا ہے۔ لِيَرُدَّ وہ روکے
ضَحِكَ : ہنسا۔ ضَحِكَ مِنْهُ اس کی ہنسی اڑائی۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

اور اس سے

اور اس سے (روایت ہے کہ) اس نے کہا (کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا عَطَسَ اَحَدُكُمْ

جب چھینکا کوئی تم سے

نے فرمایا، جب تم میں سے کوئی چھینکے

فَلْيَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلْيَقُلْ لَهٗ اَخُوْهُ

تو وہ کہے اور کہے اس سے بھائی اس کا

تو اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کہے اور اس کا (مسلمان) بھائی یا اس کے

أَوْ صَاحِبُهُ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ فَإِذَا قَالَ لَهُ

بیان ساتھی اس کا رحم کرے تجھ پر تو جب کہا اس سے

سا تھی والا اسے یَرْحَمُكَ اللّٰه کہے تو جب وہ اس سے

يَرْحَمُكَ اللّٰهُ فَلْيَقُلْ يَهْدِيْكُمُ اللّٰهُ

رحم کرے تجھ پر اللہ تو کہے ہدایت دے تمہیں اللہ

يَرْحَمُكَ اللّٰه کہے تو وہ کہے يَهْدِيْكُمُ اللّٰهُ

وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ

اور سنوار دے حال تمہارا

وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ بخاری نے اس کی روایت کی ہے

وَلْيَقُلْ اصل میں ہے: وَ (اور) لِيَقُلْ (کہے)
يَهْدِيْكُمُ اللّٰهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ کا ترجمہ ہے اللہ تمہیں
ہدایت دے اور تمہاری حالت سنوار دے۔

وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ عَطَسَ رَجُلَانِ

کہا چھینکا دو آدمی

اور انس سے (روایت ہے)۔ انہوں نے کہا (کہ) دو آدمیوں

عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چھینک آئی

یعنی چھینکنے والا

Marfat.com

فَشَمَّتَ اَحَدَهُمَا وَلَمْ يُشَمِّتِ الْآخَرَ

تو تشمیت کی ایک ان دو سے اور نہ تشمیت کی دوسرا

تو آپؐ نے ایک کی تشمیت فرمائی اور دوسرے کی تشمیت نہ فرمائی

فَقَالَ الرَّجُلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ شَمَّتَّ هٰذَا

تو کہا آدمی یا تشمیت کی تو نے اسے

تو اس آدمی نے کہا، یا رسول اللہ آپؐ نے اس کی تشمیت فرمائی

وَلَمْ تُشَمِّتْنِيْ قَالَ اِنَّ هٰذَا حَمِدَ اللّٰهَ

اور نہ تشمیت کی تو نے میری فرمایا یقیناً یہ حمد کی اللہ کی

اور میری تشمیت نہ فرمائی۔ آپؐ نے فرمایا، اس نے اللہ کی حمد کی

وَلَمْ تَحْمَدِ اللّٰهَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

اور نہ حمد کی تو نے اللہ کی

اور تو نے اللہ کی حمد نہ کی متفق علیہ ہے۔

وَعَنْ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ

اور سے ابو موسیٰ کہا سُنا میں نے

اور ابو موسیٰ اشعری سے (روایت ہے)، انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ

Marfat.com

صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِذَا

کہتا ہے جب

صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے سنا (کہ) جب تم میں

عَطَسَ اَحَدُکُمْ فَحَمِدَ اللّٰہَ فَشَمِّتُوْہُ

چھینکا کوئی تم سے اور حمد کی تو تشمیت کرو اس کی

سے کوئی چھینکے اور پھر اللہ کی حمد کرے تو اس کی تشمیت کرو

وَاِنْ لَّمْ یَحْمَدِ اللّٰہَ فَلَا تُشَمِّتُوْہُ

اور اگر نہ حمد کی اس نے تو نہ تشمیت کرو اسکی

اور اگر اللہ کی حمد نہ کرے تو اس کی تشمیت نہ کرو

رَوَاہُ مُسْلِمٌ

مسلم نے اس کی روایت کی ہے

وَعَنْ سَلَمَۃَ بْنِ الْاَکْوَعِ اَنَّہٗ

اور سے کہ یقیناً وہ

اور سلمہ بن اکوع سے (روایت ہے) کہ انہوں نے

Marfat.com

سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

سنا اس نے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا

وَعَطَسَ رَجُلٌ عِنْدَهُ فَقَالَ لَهُ

جب کہ چھینکا آدمی پاس اس کے تو فرمایا اس سے

جب ایک شخص آپؐ کے پاس چھینکا تو آپؐ نے اس سے فرمایا؛

يَرْحَمُكَ اللّٰهُ ثُمَّ عَطَسَ أُخْرٰى فَقَالَ

رحم کرے تجھ پر پھر چھینکا دوسری بار تو فرمایا

یَرْحَمُکَ اللّٰہ پھر وہ دوسری بار چھینکا تو فرمایا؛

اَلرَّجُلُ مَزْكُومٌ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَفِي رِوَايَةٍ

آدمی زکام والا اور میں روایت

اس شخص کو زکام ہے مسلم نے اس کی روایت کی ہے اور ایک روایت میں ہے

أَنَّهُ قَالَ لَهُ فِي الثَّالِثَةِ أَنَّهُ

کہ یقیناً وہ فرمایا اس سے میں تیسری بار کہ یقیناً وہ

کہ آپؐ نے تیسری بار اس سے فرمایا کہ اس کو

مَزْکُوْمٌ

زکام والا

زکام ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ

اور سے یقیناً

اور ابوسعید خدری سے (روایت ہے) کہ یقیناً رسول اللہ

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا تَثَاءَبَ

فرمایا جب جمائی آئی

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (کہ) جب تم میں سے کسی کو

اَحَدُکُمْ فَلْیُمْسِکْ بِیَدِہٖ عَلٰی فَمِہٖ

کوئی تم سے تو روک لے ساتھ ہاتھ اپنے کا پر منہ اس کا

جمائی آئے تو اپنا منہ ہاتھ سے ڈھانک دے

فَاِنَّ الشَّیْطٰنَ یَدْخُلُ رَوَاہُ مُسْلِمٌ

کیونکہ یقیناً شیطان داخل ہوتا ہے

کیونکہ شیطان داخل ہو جاتا ہے۔ مسلم نے اس کی روایت کی ہے۔

Marfat.com

اَمْسِكْ روکنا یُمْسِكُ روکے۔ امر کا صیغہ ہے
فَاِنَّ الشَّیْطَانَ یَدْخُلُ کے معنی ہیں شیطان یقیناً داخل ہوتا ہے
شیطان ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل کرنے
یا شرارت کرے یہاں اس کے مندرجہ ذیل معنی ہو سکتے ہیں:۔
(۱) سستی: جب بھی جمائی آئے اس سے سستی بڑھتی ہے
یا بالفاظ دیگر ہر جمائی کے ساتھ شیطان داخل ہوتا ہے
(۲) موذی چیز مثلاً مکھی مچھر وغیرہ
(۳) بیماری کا کوئی موجب: بیرونی ہوا کے اچانک گلے
میں داخل ہونے سے گلے کے خراب ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

ابوہریرہؓ سے (روایت ہے) کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب
چھینک آتی تو منہ کو ہاتھ سے یا کپڑے سے ڈھانپ دیتے اور اس
میں آواز پست کرتے تھے۔ اس کی روایت ترمذی اور ابوداؤد نے
کی ہے اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔
اور ابوایوبؓ سے (روایت ہے) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا ہے کہ جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے تو اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ
عَلٰی کُلِّ حَالٍ[۱] کہے اور جو آدمی اس کو جواب دے وہ
یَرْحَمُكَ اللّٰهُ کہے اور (پھر پہلا) یَهْدِیْكُمُ اللّٰهُ وَ

---

[۱] ہر حال میں اللہ کی حمد ہے۔

يُصْلِحُ بَالَكُمْ کہے۔ اس کی ترمذی اور دارمی نے روایت کی ہے۔
اور ابوموسیٰؓ سے (روایت ہے) کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یہود اس توقع پر چھینکنے کی کوشش کرتے تھے کہ آپؐ انہیں يَرْحَمُكُمُ اللهُ اور پھر يَهْدِيكُمُ اللهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ کہیں۔ اس کی ترمذی اور ابوداؤد نے روایت کی ہے
اور ہلال بن یساف سے (روایت ہے) کہ ہم سالم بن عُبَیدہ کے ساتھ تھے کہ لوگوں میں سے ایک شخص کو چھینک آئی اور اس نے کہا اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ۔ اس سے سالم نے کہا، اور (سلام) تم پر اور تمہاری ماں پر۔ تو بول لگا کہ اس آدمی نے محسوس کیا ہے۔ تو سالم نے کہا میں نے تو وہی کہا ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس وقت جب کہ ایک شخص کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چھینک آئی تو اس نے کہا اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وَعَلَيْكَ وَعَلٰى اُمِّكَ[1] جب تم میں سے کوئی چھینکے تو کہے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ اور جو اس کو جواب دے وہ کہے يَرْحَمُكَ اللهُ اور کہے[2] يَغْفِرُ اللهُ لِي وَلَكُمْ ترمذی اور ابوداؤد نے اس کی روایت کی ہے۔
اور عُبَید بن رِفاعہؓ سے منجانب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] حضور انہیں یرحمکم اللہ تو نہ کہتے البتہ ہدایت کے لئے مناسب دعا فرما دیتے
[2] یہ الفاظ بے شک دعائیہ ہیں لیکن سننے والا چونک سا گیا اور اسے تنبیہ ہو گئی ہے یعنی چھینکنے والا

ر روایت ہے) آپؐ نے فرمایا: چھینکنے والے کی تحمید کا تین بار جواب دے اور اس سے جو زائد کہا تو چاہے تو اس کی تحمید کا جواب دے اور چاہے تو نہ دے۔ اس کی روایت کی ہے ترمذی اور ابوداؤد نے اور کہا کہ یہ حدیث غریب ہے۔

اور ابوہریرہؓ سے (روایت ہے) انہوں نے کہا کہ اپنے بھائی کی تین بار تشمیت کر اور اگر زائد ہو تو زکام ہے۔ اس کی ابوداؤد نے روایت کی ہے۔ اور (ابوہریرہؓ کے راوی نے) کہا کہ میں تو یہی جانتا ہوں کہ ابوہریرہؓ نے اس حدیث کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک رفع کیا ہے[1]۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِث

نافع سے (روایت ہے) کہ ایک شخص نے ابن عمرؓ کے پہلو میں چھینکا اور کہا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ ابن عمرؓ نے کہا میں بھی اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ کہتا ہوں لیکن طریقہ یہ نہیں[2]۔ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھایا ہے کہ ہم کہیں اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ۔ اس کی ترمذی نے روایت کی ہے اور کہا ہے کہ غریب حدیث ہے۔

---

[1] یعنی یہ حدیث جہاں تک مجھے علم ہے مرفوع ہے صرف ابوہریرہؓ کا قول نہیں۔

[2] یعنی ان الفاظ کی برکت سے کون انکار کرسکتا ہے بیشک میں بھی کہتا ہوں لیکن چھینک کے موقع پر کہنے کو جو الفاظ ہمیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھائے ہیں وہ یہ نہیں۔ جو طریقہ حضورؐ نے سکھایا ہے اس میں تبدیلی نہیں کرنی چاہیے۔

Marfat.com

بَابُ الضَّحِكِ

ضَحَكَ کے معنی ہیں: ہنسنا۔ اس میں تبسم بھی آجاتا ہے۔ تبسم میں دانت دکھائی دیتے ہیں لیکن آواز نہیں اٹھتی۔ ضَحَكِ کے مندرجہ ذیل تلفظ ہیں:

ضَحَكَ ضِحِك ضُحِك

ضحک میں تمسخر یت یعنی ہنسی اڑانا بھی شامل ہے۔ تمسخریت یہ ہے کہ آدمی کسی کے عیوب یا نقائص کی بناء پر اس کی سبکی یا تحقیر کرے اس کی کئی صورتیں ہو سکتی ہیں۔ مثلاً پھبتی کس دی جائے یا قولاً و فعلاً نقل اتاری جائے یا اشارہ و ایماء سے اس کے عیب یا نقص کی طرف توجہ دلائی جائے۔

Marfat.com

خندہ و تبسم

اسلام نے راحت اور مسرت کا جو تصور پیش کیا ہے وہ دیگر اقوام کے تصورات سے بالکل جداگانہ ہے۔ اسلام نے بتایا ہے کہ حقیقی راحت اللہ تعالیٰ کے ذکر سے حاصل ہوتی ہے۔ جو چیز اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل کر دے اس سے کبھی راحت میسر نہیں ہو سکتی۔ جو اقوام چنگ و رباب اور ہا و ہو میں راحت ڈھونڈتی ہیں وہ فریب میں مبتلا ہیں۔ اس راحت کی مثال افیون کی راحت ہے جو اندر ہی اندر بدن کو گھن کی طرح کھا جاتی ہے۔ پھر بھی ایسی طلسم کار ہے کہ جب تک قانون اس کے مقابلہ پر نہ اٹھے فریب کا جال پھیلائے جاتی ہے۔

مصنوعی راحت کے سامانوں کی کثرت بالآخر قلبی اور اعصابی کمزوری کا سرچشمہ بن جاتی ہے۔ دل کی قوت سکون میں ہے۔ ہیجان اور جذباتی طوفان ان کی ہلاکت کے نقیب ہوتے ہیں۔ جن اصحاب کو حقیقی مسرت کا تجربہ ہو جائے وہ مصنوعی راحت کے سامانوں سے مکدر ہوتے ہیں۔ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ جب یہ کیفیت پیدا ہو جائے تو گویے کی آواز کوے کی آواز لگتی ہے۔

تاریخ بتاتی ہے کہ جب تک اہل اسلام نے اللہ کے ذکر اور عبادت میں مسرت کی تلاش کی وہ قلبی، ذہنی اور بدنی ہر لحاظ سے توانا رہے۔ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

Marfat.com

ہے کہ میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔ جب حضرت بلالؓ کو
نماز کے لئے کہنا ہوتا تو ارشاد فرماتے، اے بلال! ہمیں نماز
کی راحت دلواؤ۔

موجودہ دور میں قلبی کمزوری کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ
لوگوں کو حقیقی سکون حاصل نہیں۔ وہ مسرت کی تمنا میں مادی سامانوں
کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں لیکن ان سامانوں میں مسرت کہاں؟ البتہ
مسرت کا سراب ضرور ہے۔

غم کو کوئی آدمی مٹا نہیں سکتا۔ اس کی بیخ کنی کی سعی جنونی
حرکت ہو گی۔ غم نہ ہو تو آدمی بے پروا، غافل اور غیر ذمہ دار ہو
جائے۔ اقبال کہتے ہیں ؎

غم جوانی کو جگا دیتا ہے لطفِ خواب سے
ساز یہ بیدار ہوتا ہے اسی مضراب سے

اور

جس طرح رفعتِ شبنم ہے مذاقِ رم سے
میری فطرت کی بلندی ہے نوائے غم سے

انسان کا ماحول حوادث سے لبریز ہے۔ ؎

بجلیاں ہیں، زلزلے ہیں، قحط ہیں، آلام ہیں
کیسی کیسی دخترانِ مادرِ ایام ہیں۔

ارضی و سماوی حوادث سے زیادہ انسان کی خود آفریدہ آفات
اس کی تباہی کے درپے رہتی ہیں۔ عمل کی کوتاہیاں اور حدود
فراموشیاں، زبان و بیان کی لغزشیں، فکر کی ڈگمگاہٹیں، خیال

Marfat.com

کی ابلہ فریبیاں۔ غرض یہ ظلوم وجہول مخلوق ہر وقت اپنے گرد مصائب کا حصار کھینچتی رہتی ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے:

لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ لَبَكَيْتُمْ كَثِيْرًا وَّلَضَحِكْتُمْ قَلِيْلًا

ترجمہ:۔ اگر تم جانتے جس کا مجھے علم ہے تو روتے بہت اور ہنستے کم

ظاہر بین اور حق ناشناس لوگوں نے لہو ولعب اور بدمستی کی مجلسوں میں شرکت کرنے کا نام زندہ دلی رکھ چھوڑا ہے۔ حالانکہ یہ مردہ دلی ہے۔ قلب کی زندگی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی محبت سے سرشار رہے۔ یہ زندگی متانت اور خود آگاہی سکھاتی ہے۔ زیادہ ہنسی متانت، خود آگاہی اور بیدار دلی سے دور لے جاتی ہے۔ یہی قلب کی حقیقی موت ہے اسی سے دل کا نور بجھتا ہے اور چہرے کی رونق رخصت ہوتی ہے۔ ہادی برحق صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

اِيَّاكَ وَكَثْرَةَ الضِّحْكِ فَاِنَّهٗ يُمِيْتُ الْقَلْبَ وَيُذْهِبُ بِنُوْرِ الْوَجْهِ (الترغیب والترہیب جلد ۳)

ترجمہ:۔ ہنسی کی کثرت سے بچ کر رہ۔ کیوں کہ اس سے دل مردہ ہوتا ہے اور چہرے کا نور چلا جاتا ہے۔

مسکرانا اور ہنسنا طبعی وصف ہیں۔ مسکراہٹ اپنی حدود کو پہچانتی ہے۔ اس میں ہمیشہ ایک دلفریب حسن ہوتا ہے۔ انبیاء کے چہرے پر مسرت، بشر تبسم کے لباس میں ہی ظاہر ہوتی تھی۔ (خازن۔ سورۃ النمل) ایک صحابی فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ

وسلم سے بڑھ کر کسی کو متبسم نہیں دیکھا (ترمذی) بہت کم مواقع پر حضورؐ کھلکھلا کر ہنسے ہیں۔ زیادہ قہقہوں کو آپ نے مرگِ قلب کی علامت قرار دیا ہے۔

کبھی کبھی کھلکھلا دینے یا ایک آدھ قہقہہ لگانے میں کوئی حرج نہیں لیکن ہنسی عموماً قابو سے باہر ہو جاتی ہے اس لئے اس کا بہت کم بھروسا کرنا چاہیے۔ یہ حد کے اندر رہے تو بھلی لگتی ہے لیکن چھوٹ پڑے تو اس کا سارا حسن برباد ہو جاتا ہے۔ تمسخر یعنی ہنسی اڑانے سے ہمیشہ احتراز کرنا چاہیے۔ اس کا چسکا نہایت برا ہے۔ بعض اشخاص کو دوسروں پر پھبتی کسنے یا اُن کا خاکہ اڑانے کی ایسی عادت پڑ جاتی ہے کہ جب موقع ملے داؤ کر جاتے ہیں۔ اس سے دوسروں کی دل آزاری ہوتی ہے۔ آدمی دوسروں کو ادنیٰ اور خود کو بالا سمجھنے لگتا ہے اور تکبر، خودستائی اور خودپرستی کے مہلک امراض پیدا ہوتے ہیں۔ قرآن حکیم میں ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِنْ قَوْمٍ عَسَىٰ أَنْ يَكُونُوا خَيْرًا مِنْهُمْ۔

ترجمہ:۔ اے ایمان والو! لوگوں کو چاہیے کہ لوگوں کا مذاق نہ اڑائیں۔ ہو سکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں۔

بَابُ الضِّحْكِ

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ

سے عائشہ کہا نہیں دیکھا میں نے

اور عائشہ سے (روایت ہے)۔ انہوں نے کہا میں نے نبی کریم

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسْتَجْمِعًا ضَاحِكًا

بھرپور ہنستے ہوئے

صلی اللہ علیہ وسلم کو (اس حد تک) بھرپور ہنستے ہوئے نہیں دیکھا

حَتّٰى أَرٰى مِنْهُ لَهَوَاتِهٖ إِنَّمَا

کہ میں دیکھوں اس سے گلے اس کے صرف

کہ میں آپؐ کے گلے دیکھ پاؤں آپؐ تو

كَانَ يَتَبَسَّمُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ

تھا مسکراتا

صرف مسکرا دیتے تھے۔ بخاری نے اس کی روایت کی

اِسْتَجْمَعَ کے معنی ہیں: پورے اِمکان سے کام کیا

Marfat.com

مستجمع اس سے فاعل ہے۔
لقوات جمع ہے لھاۃ کی۔ گلے

وَعَنْ جَرِيْرٍ قَالَ مَا حَجَبَنِى النَّبِىُّ

اور سے جریر کہا نہ روکا مجھے

اور جریر سے (روایت ہے) انہوں نے کہا کہ میں جب سے اسلام لایا

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُنْذُ اَسْلَمْتُ

جب سے اسلام لایا میں

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے محروم نہیں کیا

وَلَا رَاٰنِىْ اِلَّا تَبَسَّمَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

اور نہ دیکھا مجھے مگر مسکرایا

اور مجھے جب دیکھا مسکرا دیئے۔ متفق علیہ ہے

مَا حَجَبَنِىْ : مجھے نہ روکا۔ باز نہ رکھا۔ یعنی
(۱) مجھے مجلس سے نہ روکا۔ میں جب گیا حاضری کی اجازت مل گئی۔
(۲) میرے سوال کو کبھی مسترد نہ فرمایا۔ میں نے جس چیز کے لیے عرض کی عطا ہوئی۔
(۳) میں نے جو کچھ کیا حضور نے اس سے نہ روکا۔ یعنی میری کسی بات کو بُرا نہ جانا۔

Marfat.com

وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ كَانَ

اور سے کہا تھا

اور جابر بن سمرہ سے (روایت ہے) انہوں نے کہا (کہ)

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا

نہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی

يَقُوْمُ مِنْ مُصَلَّاهُ الَّذِيْ يُصَلِّيْ

اٹھتا سے نمازگاہ اس کی جو نماز پڑھتا

نماز گاہ سے جس میں صبح کی نماز ادا فرماتے تھے

فِيْهِ الصُّبْحَ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ

اس میں صبح کی نماز خوب ظاہر ہو دھوپ

نہ اٹھتے تھے یہاں تک کہ دھوپ چمک جائے

فَإِذَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ قَامَ وَكَانُوْا

تو جب خوب ظاہر ہوئی دھوپ اٹھا اور تھے

تو جب دھوپ چمک اٹھتی تو آپ اٹھ کھڑے ہوتے اور

Marfat.com

يَتَحَدَّثُوْنَ فَيَاخُذُوْنَ فِيْ اَمْرِ

باتیں کرتے تھے اور شروع کرتے بابت بات

اس دوران (صحابہ) گفتگو کرتے تھے اور عہد جاہلیت کا قصہ

الْجَاهِلِيَّةِ فَيَضْحَكُوْنَ وَيَتَبَسَّمُ

جاہلیت اور ہنستے تھے اور مسکراتا تھا

شروع کرتے اور ہنستے تھے اور حضور

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَّفِيْ

اور میں

صلی اللہ علیہ وسلم مسکراتے رہتے تھے۔ مسلم نے اسکی روایت کی ہے۔ اور

رِوَايَةٍ لِّلتِّرْمِذِيِّ يَتَنَاشَدُوْنَ الشِّعْرَ۔

روایت ترمذی کی ہم سناتے تھے شعر

ترمذی کی ایک روایت میں ہے (کہ) شعر سنتے سناتے تھے

اَخَذَ فِيْ شروع کیا۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ

عبداللہ بن الحارث بن جزء کی روایت ہے، انہوں نے

Marfat.com

کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مسکرانے والا کوئی نہیں دیکھا۔ اس کی روایت ترمذی نے کی۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

قتادہؓ سے (روایت ہے)۔ انہوں نے کہا کہ ابن عمرؓ سے پوچھا گیا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ہنستے تھے؟ انہوں نے کہا، ہاں اور ان کے دلوں کا ایمان پہاڑ سے بھی عظیم تر ہوتا تھا۔ بلال بن سعد کہتے ہیں کہ میں نے انہیں دیکھا کہ ہدفوں کے درمیان دوڑتے ہیں اور ایک دوسرے کی طرف ہنستے ہیں اور جب رات ہوئی تو دنیا سے رشتہ توڑ کر اللہ کے ہو گئے۔ اسے بغوی نے شرح السنۃ میں روایت کیا ہے۔

Marfat.com

بَابُ الْاَسَامِیْ

اِسْم : عام استعمال میں اس کے معنی ہیں : نام
اِسم کی جمع اَسْمَاء ہے اور جمع الجمع اَسَامِیْ
اِسم کی اور لغتیں بھی ہیں : اُسْمٌ، سِمٌ۔ سُمٌ
اِسم کا لفظ سُمُوٌّ سے مشتق ہے۔ سُمُوٌّ کے معنی
ہیں : رفعت، بلندی

اِسم کسی چیز کی اس معنوی یا صوری علامت کو کہتے ہیں جس سے اس کا تعین اور شہرت ہو۔

لغت کے لحاظ سے اسم کا بنیادی عنصر شہرت ہے۔ عربی میں ذکر کے پھیلاؤ کے لئے رَفع کا لفظ بھی آتا ہے اس لئے مشہور علامت کو اسم کہنے لگے۔

اسم کا اشارہ عرض اور جوہر دونوں کی طرف ہو سکتا ہے۔ مثلاً عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ میں حقائق اشیاء کی طرف بھی اشارہ ہے۔
قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ کے بارے میں ارشاد ہے :-

Marfat.com

هَلْ تَعْلَمُ لَهُ سَمِيًّا (مریم ۔ ۶۵)

اس کا لفظی ترجمہ بظاہر یوں نظر آتا ہے، کیا تجھے اس کے کسی ہم نام کا علم ہے؟ لیکن اس کا اصل مفہوم یہ ہے: کیا تو نے اس جیسی صفات کسی اور میں دیکھی ہیں کہ اس کی طرح کے صفاتی ناموں کا مستحق ہو؟ حضرت یحییٰ کی بابت فرمایا:

لَمْ نَجْعَلْ لَّهُ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا (مریم ۔ ۷)

مراد یہ ہے کہ اس دور میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کا کوئی نظیر و مثیل نہ تھا۔

قرآن حکیم میں انبیائے کرام علیہم السلام کے اسماء دیکھئے۔ ان اسماء کے لغوی معنی ان کی شخصیتوں میں جھلملا رہے ہیں۔ آدم علیہ السلام کو اس لیے آدم کہا کہ وہ گندم گوں تھے۔ حضرت یحییٰ کا نام اس لئے یحییٰ ہوا کہ وہ علم و حکمت کی روح سے زندہ تھے اور ان کے نام کو ہمیشہ زندہ رہنا تھا۔

مندرجہ بالا حقائق کی بناء پر اسم کے معانی میں بہت وسعت ہو سکتی ہے۔ مثلاً

۱۔ حقیقی نام

اسے عرف عام میں اسم بامسمّٰی کہتے ہیں یعنی اسم کا صاحب اسم کے اوصاف و کردار کے عین موافق ہونا۔ قرآن حکیم میں ارشاد ہے:

وَجَعَلُوا لِلّٰهِ شُرَكَاءَ قُلْ سَمُّوهُمْ (رعد ۔ ۳۳)

مراد یہ ہے کہ مشرکین نے اللہ کے شرکاء بنا رکھے ہیں۔

(اے نبی!) ان سے فرمائیے کہ ان کی ذرا صفات تو بتاؤ۔

اس کے پیش نظر علماء کے ایک گروہ کے نزدیک اسم عین مسمّٰی ہے یعنی

Marfat.com

عین شخصیت ہوتا ہے یعنی ظاہر و باطن ہر دو کی علامت کا کام دیتا ہے۔

۲۔ محض نام

لوگ بعض اشیاء اور اشخاص کے ایسے نام رکھ دیتے ہیں جن کا ان اشیاء و اشخاص کی حقیقت سے دور کا تعلق بھی نہیں ہوتا مثلاً (ا) کسی جنگے بھلے انسان کا نام حجر یا عقرب (بچھو) رکھ دیا

(ب) بروں کو اچھے القاب دیئے۔

(ج) اچھوں کو برے القاب دیئے۔

۳۔ تعبیر بالمثل۔ یعنی:

کسی شے یا شخص کی حقیقت کو اپنی دانست میں جیسا سمجھا ویسا نام دے دیا۔ قرآن حکیم میں ارشاد ہے:

أَتُجَادِلُونَنِي فِي أَسْمَاءٍ سَمَّيْتُمُوهَا (اعراف ۷۱)

مراد یہ ہے کیا بتوں سے ایسی صفات منسوب کرتے ہو اور پھر ان کے بارے میں بحثتے ہو جن کے پیچھے کوئی حقیقت اور واقعیت نہیں؟ مشرکوں کی دانست میں اُن کے بُت اُن کے خالق، مالک اور رازق وغیرہ تھے۔ لہٰذا انہیں ایسے مغالطہ پر تنبیہ کی گئی۔

ایسے ناموں کی مندرجہ ذیل مزید مثالیں بھی ہو سکتی ہیں:

(ا) غلام کو اپنا بندہ کہنا حالاں کہ وہ اللہ کا بندہ ہے۔

(ب) مظاہر فطرت مثلاً فلک، زمانہ، ہوا، بارش وغیرہ کو برے الفاظ سے یاد کرنا۔

Marfat.com

۴۔ کنیت

عربوں میں کنیت کا عام رواج تھا۔ بچوں اور بچیوں بلکہ جانوروں اور اشیاء کی بھی کنیت رکھ دیتے تھے۔ بعض اشخاص کی کنیت اس قدر مشہور ہوئی کہ نام کو لوگ بھول ہی گئے۔

صاحب مشکوٰۃ نے باب زیر نظر کا نام بابُ الاسماء نہیں بلکہ بابُ الاسامی رکھا ہے۔ جمعُ الجمع اسی لئے لائے ہیں کہ اس میں ہر قسم کے نام اور لقب شامل ہو سکتے ہیں۔

Marfat.com

آسامی

نام شخصیت کی علامت ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر شخص کو اپنے نام کی لاج عزیز ہوتی ہے۔ بارہا اس لاج کی خاطر وہ جان اور مال کی قربانی بھی دے دیتا ہے۔ مرنے کے بعد دنیا میں انسان کا نام ہی رہ جاتا ہے، انسان کی زندگی بھر یہ کوشش رہتی ہے کہ اس کے بعد اس کا نام زندہ اور تابندہ رہے۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو نام شخصیت کی محض علامت ہی نہیں بلکہ بعض دفعہ عین شخصیت بلکہ اس سے بھی بڑھ کر بیش قدر حقیقت ہوتی ہے۔ بعض لوگ نام کو اس حد تک خودی کا ترجمان قرار دیتے ہیں کہ وہ اپنے نام میں کسی اور کو شریک ہوتا نہیں دیکھ سکتے۔ ایسے لوگ ڈھونڈ ڈھونڈ کر نئے نام لاتے ہیں۔ البتہ جہاں محبت آمیز روابط ہوں وہاں نام پر نام رکھنا محبت پروری کی دلیل سمجھا جاتا ہے نام سے چونکہ آدمی کی آبرو وابستہ ہوتی ہے اس لئے تقریباً ہر شخص اپنے نام کے معنی و مفہوم کو سچ کر دکھانے کی کوشش کرتا ہے اور بارہا جب کسی عزم کا اظہار کرتا ہے تو کہہ اٹھتا ہے کہ مجھے "فلاں" کہتے ہیں۔ نام انسان کے کردار پر گہرا نقش چھوڑتا ہے۔ ایک شخص کا نام حزن تھا۔ حزن کے معنی ہیں: سخت زمین اس کے پوتے حضرت سعید بن مسیّب کا بیان ہے کہ اس نام کی وجہ سے ان کے سارے خاندان میں سخت مزاجی رہی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ

والسلام نے حیدر اور اسماء کے علاوہ حارث (کمانے والا) اور ہمام (صاحب عزم) کی بہت ترغیب دی ہے کیوں کہ ان سے انسان میں ہمت اور محنت کی طرف میلان پیدا ہوتا ہے۔ ایک شخص مضطجع (لیٹنے والا) تھا۔ آپ نے بدل کر منبعث (قیام کرنے والا) رکھا۔ حضرت علیؓ میدانِ جنگ میں قدم رکھتے تھے تو فرمایا کرتے تھے:

سَمَّتْنِیْ اُمِّیْ حَیْدَرَہ

ترجمہ: میری ماں نے میرا نام شیر رکھا ہے۔

اچھے نام اچھے جذبات کا سرچشمہ ہوتے ہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ اولاد کا والد پر حق ہے کہ ان کے اچھے نام رکھے اور انہیں اچھا ادب سکھائے (بہارِ شریعت بحوالہ بیہقی)

ہر شخص اپنے لئے اچھا نام پسند کرتا ہے۔ کانے کو کانا کہا جائے تو برا مانتا ہے حالانکہ وہ کانا ہوتا ہے۔ ایک دوسرے کو اچھے ناموں سے یاد کرنے سے محبت پیدا ہوتی ہے۔ حضرت عمرؓ کا قول ہے کہ ایک دوسرے کو اچھے ناموں سے بلاؤ گے تو تم میں خلوص پیدا ہوگا۔

اپنے ناموں کی طرح باپ دادا کے نام بھی پیارے ہوتے ہیں۔ ان کا انسان کے اخلاق پر دیرپا اثر ہوتا ہے۔ نیک بزرگوں کے نام نیکی کے علم ہوتے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جنگِ حنین میں فرمایا۔

أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِب
أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِب

ترجمہ: میں نبی ہوں یہ جھوٹ نہیں۔ میں عبدالمطلب کا پوتا ہوں

Marfat.com

نیک اور صاحب عظمت اصحاب کے ناموں پر نام رکھے جائیں تو اُن کے اوصاف و اخلاق کو اپنانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ ہادی برحق صلّی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اچھے لوگوں کے ناموں پر نام رکھو۔ آپؐ نے خصوصیت سے انبیائے کرامؑ کے نام اختیار کرنے کی تلقین فرمائی ہے۔

افرادِ قوم کے اسماء میں قوم کے مجموعی کردار اور تہذیب و ثقافت کی تصویر نظر آتی ہے۔ مہذب اقوام کے نام مہذبانہ ہوتے ہیں اور غیر مہذب اقوام کے غیر مہذبانہ۔ جن اقوام میں رنگ برنگ کے پتھروں اور چرند و پرند کی گوناگوں انواع کے سوا کوئی ارفع تصور نہیں ہوتا ان میں کوئی اپنا نام "کالا پتھر" رکھ لیتا ہے اور کوئی "سیاہ پرندہ"۔ عربوں میں غراب (کوّا) اور حُباب (سانپ) وغیرہ نام اکثر ہوا کرتے تھے۔ اسلام نے ان کا رواج توڑ ڈالا۔ جو قوم گل و یاسمن کے تخیّل میں پروان چڑھی اُس نے اپنے نام پھولوں کے نام پہ رکھے اور جو دین و ثقافت کی گود میں پل کر جوان ہوئی اس کے ناموں میں دین و ثقافت کی روح سما گئی

انسانیت کے نباضِ اعظم صلّی اللہ علیہ وسلم نے الفاظ و اسماء کی تاثیر کی طرف توجّہ دلائی ہے۔ آپؐ نے ایسے الفاظ اور ناموں سے منع فرمایا جو خیالات اور کردار میں بگاڑ پیدا کریں۔ اس کے پیشِ نظر آپؐ نے کئی اصحاب کے نام بدل دیئے۔ اگر آپؐ کے ارشادات کی روشنی میں اُن الفاظ اور اسماء کا پس منظر دیکھا جائے جن کو آپؐ نے بدل ڈالا تو معلوم ہوتا ہے کہ مندرجہ ذیل الفاظ و اسماء سے اجتناب کرنا چاہیئے۔

(۱) ایسے نام جن سے نیکی کے بارے میں خودستائی یا غرور کا اندیشہ ہو۔
ایک صحابیہؓ کا نام بَرَّہ (نیک عورت) تھا حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے بدل کر جُوَیْرِیہ رکھدیا۔

(۲) ایسے نام جن سے تکبر کی بو آتی ہو۔

(۳) ایسے نام یا القاب جن میں شرک کی جھلک ہو مثلاً مَلِکُ الْاَمْلَاك

(۴) ایسے نام یا الفاظ جن سے اپنے بارے میں خواہ مخواہ یہ گمان پیدا ہو کہ میں بُرا ہوں۔ مثلاً کوئی شخص یہ بتانا چاہے کہ میری طبیعت ناساز ہے تو کہے۔ خَبُثَتْ نَفْسِیْ (میری طبیعت بد ہوئی) اُسے کوئی اور موزوں الفاظ استعمال کرنے چاہئیں۔ مثلاً کہے:

لَقِسَتْ نَفْسِیْ (میری طبیعت سست ہوئی)

(۵) ایسے الفاظ جن سے بروں کو اچھا کہا جائے۔ مثلاً فاسق یا منافق کو سَیِّد (آقا) کہنا۔

(۶) ایسے نام جن سے بُری اشیاء کے بارے میں یہ تاثر ہو کہ یہ مرغوب ہیں۔ جاہلی عرب انگور کو کَرْم اور شراب کو بِنْتُ الکَرْم کہتے تھے اس سے شراب کے بارے میں اچھا تاثر پیدا ہوتا تھا اس لئے ہادی برحق صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمادیا۔

(۷) ایسے الفاظ جن سے بُرے عقائد پیدا ہوں۔ مثلاً کائنات کی بست و کشاد تو اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ لیکن کسی پر بُرا وقت آئے تو وہ دہر یعنی زمانے کو گالیاں دینے لگے۔ ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک صحابیہ کی عیادت کو تشریف لے گئے اس نے بخار کو بُرا بھلا کہا۔ آپؐ نے فرمایا، بخار کو بُرا نہ کہو۔ یہ انسان کی خطاؤں کو ایسی

طرح مٹاتا ہے۔ جیسے بھٹی لوہے کی میل کچیل کو۔

(۸) ایسے نام جن سے قوم کے مزاج میں فساد رونما ہو۔

عربوں میں حرب (جنگ)، عاصی (نافرمان)، مُرّہ (تلخی) ایسے نام اکثر تھے۔ یہ نام ان کے امن شکنی، جنگجوئی اور غارتگری کے جذبات کو اور قوت دیتے تھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان سے منع فرمایا۔

(۹) ایسے نام جن میں بد مذاقی پائی جائے۔

ایک شخص کی کنیت اَبُوالاَجدَع تھی۔ اَجدَع کے معنی ہیں کٹا ہوا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس سے منع فرما دیا۔

(۱۰) ایسے نام جن سے کسی کی تذلیل ہوتی ہو۔ مثلاً کوئی شخص اپنے غلام کو "عَبدِی" کہے۔

بَابُ الْاَسَامِی

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

عَنْ اَنَسٍ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ

سے انس کہا

انس سے (روایت ہے) انہوں نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ

Marfat.com

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي السُّوْقِ فَقَالَ رَجُلٌ

میں بازار تو کہا شخص

علیہ وسلم بازار میں تھے کہ ایک شخص نے

يَا اَبَا الْقَاسِمِ فَالْتَفَتَ اِلَيْهِ النَّبِيُّ

اے تو توجہ فرمائی طرف اسکے

یا ابو القاسم کہا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّمَا

تو کہا صرف

طرف توجہ فرمائی تو اس نے کہا میں نے اس کو

دَعَوْتُ هٰذَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ

پکارا میں نے یہ تو فرمایا

پکارا تھا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمُّوْا بِاسْمِي وَلَا تَكْتَنُوْا

نے فرمایا نام رکھو پر نام میرا اور نہ کنیت رکھو

نے فرمایا میرے نام پہ نام رکھ لو لیکن میری کنیت

Marfat.com

بِکُنْيَتِیْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

پر کنیت میری

پہ کنیت نہ رکھو متفق علیہ ہے۔

سَمّٰی نام رکھا۔ سَمَّيْتُهُ زَيْدًا یا سَمَّيْتُهُ بِزَيْد۔
میں نے اس کا نام زید رکھا۔
اِكْتَنٰى = اپنی کنیت رکھی۔

كُنْيَت کنیت اس نام کو کہتے ہیں جو اَبُو یا اُمّ سے شروع ہوتا ہے۔ جیسے اَبُو بکرؓ ابو ہریرہؓ۔ اُمّ ہانی وغیرہ۔ کُنْيَت کی جمع کُنٰی ہے۔

اَبُو یا اَبٌ کے مندرجہ ذیل معنی ہو سکتے ہیں جن کی بناء پر کنیت کے مفہوم میں بھی فرق ہوگا۔ اسی پر اُمّ کی کُنْيَت کا بھی قیاس کر لیا جائے۔

(۱) باپ
اس کے معنی کے اعتبار سے بیٹے یا بیٹی کے نام سے کنیت ہوتی ہے جیسے اَبُوعبد اللہ (عبد اللہ کا باپ) یا اُمِّ خالد یعنی خالد کی ماں۔

(۲) مالک:۔

(۳) والا۔ مثلاً
ابو لہب : شعلے والا
ابو الفضل = فضیلت والا۔

Marfat.com

ابو العلاء : بلندی والا

ابو بطن : بڑے پیٹ والا

ابو یقظان : جاگنے والا۔ یہ مرغ کی کنیت ہے۔

اَبُو حُصَین : چھوٹے قلعے والا۔ یہ لومڑی کی کنیت ہے۔ کیونکہ وہ اپنے بھٹ میں دبک کر بیٹھ جاتا ہے۔

(۴) ایجاد یا اصلاح کرنے والا

یا

پرورش کرنے والا

یا

ترقی یا کمال عطا کرنے والا

مثلاً ابو ضیف یا اَبُو الاَضیاف : مہمان پرور

ابو الکلام : کلام میں کمال رکھنے والا

(۵) سرغنہ : مثلاً:

ابو الحارث : شیر ــــ کیونکہ وہ سب درندوں کا سردار ہے۔

ابو مالک : بھوک، بڑھاپا۔ کیونکہ یہ انسان پر خوب قابض ہو جاتے ہیں۔

اس معنی کے لحاظ سے کنیت مبالغہ کا مفہوم رکھتی ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کُنیت

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت خدیجہؓ سے بطن سے چار صاحبزادے ہوئے تھے۔ جو قبل اسلام ہی رحلت فرما گئے تھے سب سے بڑے فرزند کا نام قاسمؓ تھا۔ ان کے نام کی رعایت سے آپؐ کی کنیت ابو القاسم ہوئی۔ ابو القاسم کا ایک اور مفہوم بھی ہے

Marfat.com

یعنی سب سے بڑھ کر عمدہ تقسیم کرنے والا۔ اس کی طرف حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود بھی وضاحت سے اشارہ فرمایا ہے۔
ہادیِ برحق صلی اللہ علیہ وسلم نے انبیائے کرامؑ کے ناموں پر نام رکھنے کی ترغیب دی ہے اور اپنے اسم شریف کی بھی اجازت مرحمت فرمائی ہے لیکن کنیت سے منع فرما دیا کیوں کہ معنوی لحاظ سے اس میں حضورؐ کا جو اختصاص ہے اس میں کوئی اور کیونکر شریک ہو سکتا ہے۔ احادیث سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ممانعت صرف آپؐ کی حیاتِ دنیوی تک رہی تھی۔ آپ نے حضرت علیؓ کو اجازت عطا فرمائی تھی کہ آپؐ کے بعد اپنے بیٹے کا نام اور کنیت آپؐ کے نام اور کنیت پر رکھ لیں۔ بعض علماء کی رائے میں یہ اجازت صرف حضرت علیؓ تک محدود تھی۔ بہرحال بہتر یہی نظر آتا ہے کہ آپؐ کی کنیت اختیار نہ کی جائے اور نام و کنیت سے کسی صورت یکجا تسمیہ نہ کیا جائے۔

وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

اور جابرؓ سے (روایت ہے) کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

قَالَ تَسَمَّوْا بِاسْمِیْ وَلَا تَکْتَنُوْا بِکُنْیَتِیْ

فرمایا نام رکھو بہ نام میرا اور نہ کنیت رکھو بہ کنیت میری

فرمایا میرے نام پر نام رکھو اور میری کنیت پر کنیت مت رکھو

فَإِنِّيْ إِنَّمَا جُعِلْتُ قَاسِمًا

توبیقیناً میں صرف بنایا گیا ہیں تقسیم کرنے والا

کیوں کہ میں ہی قاسم بنایا گیا ہوں

أَقْسِمُ بَيْنَكُمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

تقسیم کرتا ہوں درمیان تمہارے

تمہارے درمیان تقسیم کرتا ہوں ۔ متفق علیہ ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ

اور ابن عمرؓ سے (روایت ہے) انہوں نے کہا کہ رسول اللہ

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ

کہ بیشک

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کو تمہارے

اَحَبَّ اَسْمَائِكُمْ اِلَى اللّٰهِ عَبْدُ اللّٰهِ

سب سے پیارا نام تمہارے کو اللہ بندہ

ناموں میں سب سے پیارے عبداللہ

Marfat.com

وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

اور بندہ

اور عبد الرحمٰن ہیں - مسلم نے اس کی روایت کی ہے۔

احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ عبداللہ عبدالرحمٰن سے بہتر ہے کیونکہ اللہ ذاتی نام ہے اور رحمٰن صفاتی۔ اللہ تعالیٰ کے اور بھی صفاتی نام ہیں جن سے عبد کی اضافت کر کے نام رکھا جا سکتا ہے مثلاً عبدالمالک، عبدالرزاق وغیرہ ان سب مذکورہ اسماء سے احمد اور محمد بہتر ہیں کیونکہ ذاتِ ایزدی نے خود رکھے ہیں

وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ

اور سمرہ بن جندب سے (روایت ہے)۔ انہوں نے کہا

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

لَا تُسَمِّيَنَّ غُلَامَكَ يَسَارًا وَلَا رَبَاحًا

ہرگز نام نہ رکھ لڑکا تیرا

اپنے لڑکے کا نام نہ یسار نہ رباح

وَلَا نَجِيحًا وَلَا أَفْلَحَ فَإِنَّكَ

کیونکہ یقیناً تو

نہ نجیح اور نہ افلح رکھ کیونکہ تو کہے گا

تَقُولُ أَثَمَّ هُوَ فَلَا يَكُونُ فَيَقُولُ

کہے گا تو کیا وہاں ۔ وُہ اور نہ ہوگا تو کہے گا

کیا وہ یہاں ہے؟ اور وُہ نہ ہوگا تو (جواب میں کوئی)

لَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَفِي رِوَايَةٍ

نہیں اور میں روایت

کہے گا: نہیں ۔ اس کی روایت مسلم نے کی ہے اور اس کی ایک روایت

لَهُ قَالَ لَا تُسَمِّ غُلَامَكَ رِبَاحًا

اس کی فرمایا نام نہ رکھ لڑکا تیرا

میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا اپنے لڑکے کا نام نہ رباح

وَلَا يَسَارًا وَلَا أَفْلَحَ وَلَا نَافِعًا

اور نہ یسار اور نہ افلح اور نہ نافع رکھ

سَمّٰی نام رکھ۔ تُسَمِّی تو نام رکھتا ہے، لَا تُسَمِّ تو نام نہ رکھ۔ لَا تُسَمِّيَنَّ تو ہرگز نام نہ رکھ۔ ثَمَّ۔ هنالك = وہاں۔

Marfat.com

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے شروع میں ایسے خوش معنی ناموں سے منع فرمایا کہ ان کے مسمّی سے کوئی الگ یا دُور ہو تو یہ سمجھا جائے کہ وہ کسی مستحسن چیز سے دُور ہوا ہے مثلاً کسی کا نام "رحمت" ہو اور اس کا کوئی عزیز یا دوست یہ کہے کہ "رحمت" مجھ سے خفا ہے۔ بار بار ایسا کہنے سے رحمت کی بے وقعتی ہوگی۔ ایک اُمّ المؤمنین کا نام بَرّہ تھا۔ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے یہ نام بدل کر جُوَیریہؓ کر دیا۔ بَرّہ کے معنی ہیں نیکوکار عورت۔ حضورؐ کو یہ بات پسند نہ تھی کہ جب آپؐ حضرت بَرّہ کے ہاں سے تشریف لے جائیں تو کہا جائے کہ آپؐ بَرّہ یعنی نیک عورت کے پاس سے چلے گئے۔ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے اسی خیال سے چند مزید ناموں سے بھی منع فرمایا۔ مثلاً: یسار۔ رَباح، نجیح، اَفلح نافع، یعلیٰ۔ برکۃ وغیرہ

ان اسماء کے مندرجہ ذیل لغوی معانی ہیں:

یَسار = آسانی، سہولت

رَباح = نفع پانا۔ تجارت کا بڑھنا

نجیح = بامراد

اَفلح = بہت کامران

نافع = فائدہ بخش۔ مفید۔ بھلا

یعلیٰ = علا (بلند ہوا) سے اسم مضارع ہے۔ مراد ہوگی۔ بلند ہونے والا۔

حضورؐ نے کچھ مدت بعد ایسے ناموں کی ممانعت ترک فرما دی

Marfat.com

معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ ان ناموں میں خوشنمائی کا پہلو بھی ہے اور ان سے طبیعت میں اچھی تاثیر بھی ہو سکتی ہے اس لئے آپؐ نے ان سے منع فرمانا چھوڑ دیا۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ اَرَادَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ

اور سے کہا چاہا

اور جابر سے (روایت ہے) انہوں نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَنْهٰى عَنْ اَنْ

کہ منع کرے سے کہ

علیہ وسلم نے چاہا کہ منع کر دیں کہ

يُسَمّٰى بِيَعْلٰى وَ بِبَرَكَةَ وَبِاَفْلَحَ

نام رکھا جائے ساتھ یعلیٰ اور ساتھ برکت اور ساتھ افلح

نام رکھا جائے یعلیٰ اور برکت اور افلح اور

وَبِيَسَارٍ وَ بِنَافِعٍ وَبِنَحْوِ ذٰلِكَ

اور ساتھ یسار اور ساتھ نافع اور ساتھ مانند وہ

یسار اور نافع اور اس کی طرح کے (نام)

ثُمَّ رَاَيْتُهٗ سَكَتَ بَعْدُ عَنْهَا

پھر دیکھا میں نے اسے خاموش ہوا بعد میں اس سے

پھر میں نے دیکھا کہ بعد میں آپؐ نے کہنا چھوڑ دیا

Marfat.com

ثُمَّ قُبِضَ وَلَمْ يَنْهَ عَنْ ذٰلِكَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

پھر وفات پائی بحالیکہ منع نہ کیا سے وہ

پھر آپؐ وفات پا گئے اس حال میں کہ اس سے منع نہ فرمایا۔ اسکی روایت مسلم نے کی ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

کہا فرمایا

اور ابوہریرہ سے (روایت ہے)۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخْنَى الْاَسْمَاءِ

بدبخت ترین نام

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز اللہ کے

يَوْمَ الْقِيَامَةِ عِنْدَ اللّٰهِ رَجُلٌ

روز پاس اللہ آدمی

نزدیک کم بخت ترین نام اُس شخص

يُسَمّٰى مَلِكَ الْاَمْلَاكِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ

نام رکھا جائیگا اس کا شہنشاہ روایت کی اسکی

کا ہوگا جو شہنشاہ کہلاتا ہے بخاری نے اس کی روایت کی ہے

Marfat.com

وَفِیْ رِوَایَۃِ مُسْلِمٍ وَقَالَ اَغْیَظُ

اور میں روایت اور فرمایا سب سے زیادہ غصہ دلانے والا

اور مسلم کی ایک روایت میں ہے : اور فرمایا قیامت

رَجُلٍ عَلَی اللّٰہِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَاَخْبَثُہٗ

آدمی سامنے روز اور

کے روز اللہ کو سب سے زیادہ غضب دلانے والا اور سب

رَجُلٌ کَانَ یُسَمّٰی مَلِکَ الْاَمْلَاکِ

آدمی تھا کہا جاتا شہنشاہ

سے بڑا شخص وہ ہوگا جو شہنشاہ کہلاتا تھا۔

لَا مَلِکَ اِلَّا اللّٰہُ۔

نہیں بادشاہ مگر اللہ

اللہ کے سوا کوئی بادشاہ نہیں۔

بعض نسخوں میں اَخْبَثُ کے بجائے اَخْنَعُ ہے جس کے معنی ہیں ذلیل ترین، سب سے گھٹیا۔

مَلِکُ الْاَمْلَاکِ شہنشاہ۔ مہاراج۔ ایمپریر

غَاظَ یا اَغَاظَ کے معنی ہیں: غصہ دلایا

اَغْیَظُ سب سے زیادہ غصہ دلانے والا۔

وَعَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ اَبِي سَلَمَةَ

اور سے

اور زینب بنت ابی سلمہ سے (روایت ہے)

قَالَتْ سُمِّيتُ بَرَّةَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

نام رکھا گیا میرا تو فرمایا

انہوں نے کہا کہ میرا نام برّہ رکھا گیا تھا تو رسول اللہ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُزَكُّوْا

مت پاکیزہ بتاؤ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے کو پاکیزہ مت جتاؤ

اَنْفُسَكُمْ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِاَهْلِ الْبِرِّ

جانیں تمہاری زیادہ جاننے والا ساتھ والے نیکی

اللہ تم میں سے نیکی والوں کو زیادہ جانتا

مِنْكُمْ سَمُّوْهَا زَيْنَبَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

سے تم نام رکھو اس کا زینب مسلم نے اس کی روایت کی ہے

ہے اس کا نام زینب رکھو

زکّی: پاکیزہ بتایا۔ نیک ظاہر کیا۔ صفائی پیش کی۔
لَا تُزَكُّوْا: پاکیزہ مت بتاؤ۔ صفائی مت پیش کرو۔

Marfat.com

حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے بَرّہ بنت ابی سلمہ اور بَرّہ بنت جحش دونوں کا نام بدل کر زینب رکھا (مسلم)

زینب بنت جحش امہات المومنین میں سے تھیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی پھوپھی اُمیمہ کی صاحبزادی تھیں۔

بَرّہ کے نام کو بدلنے کے حدیث سے دو سبب نظر آتے ہیں ایک تو یہ کہ اس اسم والی عورت کے دل میں نیکی کا غرور نہ پیدا ہو جائے جیسا کہ حدیث بالا سے ثابت ہے اور دوسرا یہ کہ اس نام کی بے قدری نہ ہو۔ جیسا کہ آئندہ حدیث سے ثابت ہوگا زینب ایک قسم کا خوشنما اور خوشبودار درخت ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَتْ

تھی

اور ابن عباس سے (روایت ہے) انہوں نے کہا (کہ)

جُوَيْرِيَةُ اِسْمُهَا بَرَّةُ فَحَوَّلَ رَسُوْلُ

تو بدل دیا — اس کا — نام

جویریہ کا نام بَرّہ تھا پھر رسول اللہ صلی اللہ

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِسْمَهَا

نام اس کا

علیہ وسلم نے اس کا نام بدل کر جُویریہ کر دیا

Marfat.com

جُوَيْرِيَةَ وَكَانَ يَكْرَهُ اَنْ يُّقَالَ

اور تھا ناپسند کرتا کہ کہا جائے

اور حضور ناپسند کرتے تھے کہ کہا جائے

خَرَجَ مِنْ عِنْدِ بَرَّةَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

چلا گیا سے پاس

کہ آپؐ برّہ کے پاس سے چلے گئے۔ مسلم نے اس کی روایت کی ہے۔

حضرت جُویریہؓ امہاتُ المومنین میں سے تھیں۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ بِنْتًا كَانَتْ

کہ یقیناً بیٹی تھی

اور ابن عمرؓ سے (روایت ہے) کہ عمرؓ کی ایک بیٹی

لِعُمَرَ يُقَالُ لَهَا عَاصِيَةُ فَسَمَّاهَا

عمر کی کہا جاتا اسے تو نام رکھا اس کا

تھی جس کو عاصیہ کہا جاتا تھا تو رسول اللہ

رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام

جَمِيْلَةَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

جمیلہ رکھا۔ مسلم نے اس کی روایت کی

عَاصِیَہ کے معنی ہیں = نافرمان عورت۔ جاہلی عربوں ہیں جھگڑے فساد کی خوبُو بہت تھی اس لئے ایسے ناموں کو پسند کرتے تھے کسی کا نام حرب (جنگ) کسی کا عَتَلہ (سرکشی) اور کسی کا مُرّہ (تلخی) رکھ دیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے ان ناموں سے ممانعت فرمادی۔

وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ أُوْتِيَ

لایا گیا

اور سہل بن سعد سے (روایت ہے) انہوں نے کہا کہ

بِالْمُنْذِرِ بْنِ أَبِي أُسَيْدٍ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى

منذر بن ابی اُسید جب پیدا ہوا تو اسے نبی کریم

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ وُلِدَ فَوَضَعَهُ

جب جنا گیا تو رکھا اسے

صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا۔ تو آپؐ نے اسے

Marfat.com

عَلٰى فَخِذِهٖ فَقَالَ مَا اسْمُهٗ قَالَ

پر ران اس کی اور فرمایا کیا نام اس کا کہا

اپنی ران پر رکھا اور فرمایا، اس کا کیا نام ہے؟

فُلَانٌ قَالَ لٰكِنِ اسْمُهُ الْمُنْذِرُ

فلاں فرمایا لیکن نام اس کا

(لانے والے نے) کہا فلاں ہے فرمایا، لیکن اس کا نام مُنذر ہے۔

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

متفق علیہ ہے

جس نومولود کا حدیث میں ذکر ہے اس کے باپ کے چچیرے بھائی منذر بن عمر نے بئر معونہ کے واقعہ میں پوری جماعت کے ساتھ شہادت پائی تھی۔ یہ تبلیغی جماعت تھی اور مُنذر اس کے امیر تھے اتفاق کی بات کہ مُنذر کے لغوی معنی بھی مُبلّغ کے ہیں۔ اس نام کو زندہ رکھنے کے لئے حضورؐ نے اس پر نومولود کا نام رکھا۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ

اور ابوہریرہ سے (روایت ہے) انہوں نے کہا کہ رسول اللہ

Marfat.com

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَقُوْلَنَّ

ہرگز نہ کہے

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی آدمی

اَحَدُکُمْ عَبْدِیْ وَ اَمَتِیْ کُلُّکُمْ

کوئی تم سے بندہ میرا اور لونڈی میری سب تم

"میرا غلام" اور "میری باندی" نہ کہے۔ تم سب

عَبِیْدُ اللّٰہِ وَ کُلُّ نِسَائِکُمْ اِمَاءُ اللّٰہِ

بندے اور سب عورتیں تمہاری بندیاں

اللہ کے بندے ہو اور تمہاری سب عورتیں اللہ کی بندیاں ہیں

وَلٰکِنْ لِیَقُلْ غُلَامِیْ وَجَارِیَتِیْ وَفَتَایَ

اور لیکن وہ کہے لڑکا میرا اور لڑکی میری اور نوجوان میرا

بلکہ کہے، میرا لڑکا اور میری لڑکی اور میرا نوجوان

وَفَتَاتِیْ وَلَا یَقُلِ الْعَبْدُ رَبِّیْ وَلٰکِنْ

اور نوجوان میری اور نہ کہے غلام رب میرا اور لیکن

اور میری نوجوان اور غلام "میرا رب" نہ کہے۔ بلکہ

Marfat.com

لِيَقُلْ سَيِّدِیْ وَفِیْ رِوَايَةٍ لِيَقُلْ

کہے آقا میرا اور میں روایت وہ کہے

کہے "میرے آقا" اور ایک روایت میں ہے: وہ کہے

وَمَوْلَایَ وَفِیْ رِوَايَةٍ لَا يَقُلْ

اور مولا میرا اور میں روایت نہ کہے

"میرے آقا" اور "میرے مولا" اور ایک روایت میں ہے

الْعَبْدُ لِسَيِّدِهٖ مَوْلَایَ فَاِنَّ

بندہ کو آقا اس کا مولا میرا کیوں کہ یقیناً

کہ غلام اپنے آقا کو "میرے مولا" نہ کہے کیونکہ یقیناً تمہارا

مَوْلَاكُمُ اللّٰهُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

مولا تمہارا اللہ

مولا اللہ ہے۔ اس کی روایت مسلم نے کی ہے

عِبید جمع ہے عَبْد (غلام) کی۔ اِمَاء جمع ہے اَمَۃ (باندی) کی

فَتیٰ نوجوان مرد۔ فَتَاۃ نوجوان عورت

وَعَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

اور اس سے (روایت ہے) منجانب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُولُوا الْكَرْمَ فَإِنَّ

کیونکہ یقیناً فرمایا مت کہو

آپ نے فرمایا کرم مت کہو کیوں کہ یقیناً

الْكَرْمَ قَلْبُ الْمُؤْمِنِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

کرم دل

کرم مومن کا دل ہے اس کی مسلم نے روایت کی ہے

وَفِي رِوَايَةٍ لَهُ عَنْ وَائِلِ بْنِ

اور میں روایت اس کی سے

اور اس[1] کی ایک روایت جناب وائل بن حجر یاں

حُجْرٍ قَالَ لَا تَقُولُوا الْكَرْمَ وَ

اور نہ کہو فرمایا

ہے (کہ) آپ نے فرمایا، کرم مت کہو بلکہ

لٰكِنْ قُولُوا الْعِنَبَ وَالْحَبَلَةَ

انگور اور انگور کہو لیکن

عنب اور حبلہ کہو

[1] یعنی مسلم کی۔

Marfat.com

عِنَب اور حَبَلہ کے معنی ہیں انگور۔ حبلہ ب کی زبر اور کسرہ ہر دو کے ساتھ صحیح ہے۔

کرم عربی زبان میں پسندیدہ اوصاف کے لئے ایک جامع نام ہے لیکن خصوصاً سخاوت کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ کریم شخص کو کرم بھی کہتے ہیں۔ اگرچہ یہ لفظ مصدر ہے لیکن عَدْل (منصف) اور ضَیف کی طرح بطور صفت بھی آتا ہے

اسلام سے قبل عرب کے لوگ انگور کو کرم کہتے تھے کیوں کہ ان کے زعم میں اس سے کشید کی ہوئی شراب سخاوت اور کرم پہ اکساتی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نام سے منع فرمایا کیوں کہ کرم کا صحیح اطلاق بموجب ارشاد قرآنی اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقَاکُمْ صرف متقی مسلمان پر ہی ہو سکتا ہے۔

بعض علماء کا خیال ہے کہ حدیث کا مقصود صرف یہ ہے کہ کرم کے تسمیہ کے لئے اولویت شخصِ کریم کو حاصل ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ

اور ابو ہریرہ سے (روایت ہے) انہوں نے کہا کہ رسول اللہ

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تُسَمُّوا

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مت نام دو انگور کو

الْعِنَبَ الْكَرْمَ وَلَا تَقُوْلُوْا يَا خَيْبَةَ الدَّهْرِ

انگور | کرم مت کہو | اور نہ کہو | اے | کم بختی | دہر

اور نہ "اے دہر کی کم بختی" کہو

فَإِنَّ اللّٰهَ هُوَ الدَّهْرُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

کیونکہ یقیناً | اللہ | وہ | دہر

کیونکہ یقیناً اللہ ہی دہر ہے۔ اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔

خَيْبَةَ: خسران وضیاع۔ گھاٹا، کم نصیبی، کم بختی

شرح: آئندہ حدیث کی شرح دیکھئے۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

اور اس سے | کہا | فرمایا

اور ان سے (روایت ہے) انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَسُبُّ أَحَدُكُمُ الدَّهْرَ

نہ | برا کہے | کوئی تم سے | دہر

نے فرمایا، تم میں سے کوئی دہر کو برا نہ کہے

فَإِنَّ اللّٰهَ هُوَ الدَّهْرُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

کیونکہ یقیناً | وہ | دہر

کیونکہ یقیناً اللہ ہی دہر ہے اس کی روایت مسلم نے کی

شرح کے لئے دیکھئے سابقہ حدیث کی شرح۔

Marfat.com

شرح:

قبل اسلام کے عربوں کا عقیدہ تھا کہ کائنات کی کار فرمائی دہر کے ہاتھ میں ہے۔ انہیں کوئی تکلیف پہنچتی تو دہر کو جلی کٹی سناتے تھے اہل اسلام کو اس بات کا علم تھا کہ سب قدرت اللہ تعالیٰ کی ہے۔ تاہم جاہلیت کی بعض دیگر عادات کی طرح دہر پر لاشعوری طور سے خفا ہونے کی عادت بھی آہستہ آہستہ چھوٹی۔

سابقہ دو حدیثوں میں ہدایت فرمائی گئی ہے کہ دہر پر غصہ نکالنے کی عادت چھوڑ دو۔ تم جانتے ہو کہ مالک و قادر اور فعّال کل اللہ تعالیٰ ہے اور دہر کا تو کوئی وجود ہی نہیں۔ جب تم جھنجھلا کر دہر کو کوستے ہو تو اس وقت تمہارے دل کے گوشوں میں یہ عقیدہ یقیناً جاگزیں ہوتا ہے کہ کائنات پہ اصل تصرف اللہ کا ہے۔ لہٰذا تمہارے اپنے ہی عقیدہ کی رو سے دہر کا مصداق اللہ ہے۔

دہر

مفہوم دہر اصل لغت کے اعتبار سے زمان کے معنی رکھتا ہے چاہے اس کی مدت کم ہو چاہے زیادہ۔ قرآن حکیم میں بھی دہر "زمانِ محض" کے معنی میں آیا ہے۔ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ کے معنی ہیں، زمان کا کوئی دفعہ۔

دہر کی حقیقت جب تک کائنات باقی ہے اور روز و شب کے نقوش جھلملا رہے ہیں اس وقت تک زمان بھی رہے گا۔ لیکن زمان کی حقیقت کیا ہے؟ اس کا صحیح اور دو ٹوک جواب از بس مشکل ہے۔ ارضی زندگی کے ہزاروں سال کائنات کے کسی اور مقام پہ ایک لمحہ کے برابر ہو سکتے ہیں۔ صاحبِ معراج علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیت المقدس سے ہو کر سات آسمان کی سیر کی، متعدد مناظر ملاحظہ فرمائے، خلوت کدۂ حق میں جلوہ ساماں ہوئے اور پھر بیت المقدس ہوتے ہوئے واپس تشریف لائے۔ لیکن فضائے مکہ کی چشمِ مشتاق نے ابھی پلک بھی نہیں جھپکی تھی۔

زمان کا عقدہ آج تک کسی فلسفی یا حکیم سے حل نہ ہو سکا۔ انسان فکر کی عمیق گہرائیوں میں ڈوب کر دیکھے تو گمان ہی نہیں بلکہ یقین ہوتا ہے کہ زمان کا کوئی خارجی وجود نہیں، یہ محض ایک ذہنی حقیقت ہے یہ حواس کا ایک ایسا فریب ہے جس میں مبتلا ہوئے بغیر چارہ نہیں۔ یہ ذہن کا تار و پود ہے جو ذہن ہی میں پیدا ہوتا ہے۔ اسے ایک عملی حقیقت

کے طور سے قبول نہ کیا جائے تو ذہن انتشار اور افراتفری بلکہ فوری ہلاکت کا شکار ہو جائے۔

زمان کی حقیقت کچھ بھی ہو ہمارے محدود حواس اسے رواں دواں وقت کی حیثیت سے ہی جانتے ہیں جو لمحوں، ساعتوں، دنوں ہفتوں مہینوں اور سالوں کے پر لگائے اڑے چلا جاتا ہے کبھی دن اور کبھی رات کے روپ بدلتا ہے۔ اور کبھی موسموں کے ردو بدل میں جلوہ آرائی کرتا ہے۔ زمان کا سلسلۂ دراز روزِ آفرینش سے جاری ہے مسلسل چلا آتا ہے لیکن کہیں سے نہیں آتا، برابر جا رہا ہے لیکن کہیں نہیں جاتا

دہریّت جاہلی عربوں کا ایک گروہ دہر کو خارجی اور فعّال حقیقت تسلیم کرتا تھا۔ وہ اللہ تعالیٰ کی صفات کمالیہ کے تو منکر تھے۔ لیکن دہر کو صفاتِ قدرت سے متصف مانتے تھے۔ ان کو بعد کے ادوار میں دہریّہ کہنے لگے جس سے دہری بطور مفرد آتا ہے۔ دہر کے بارے میں ان کے مندرجۂ ذیل عقائد تھے۔

(۱) عالم ازلی و ابدی ہے۔ اس کا کوئی خالق یا صانع نہیں۔ اس میں ایک خود کار نظام چل رہا ہے۔ جو عالم کی روح رواں ہے اس نظام کا انحصار طبع اور دہر پر ہے۔ طبع کے قریب المعنی فطرت اور نیچر کے لفظ ہیں اور دہر کے ہم معنی زمان اور وقت کے الفاظ ہیں۔

(۲) حیات کا سر رشتہ طبع کے ہاتھ میں اور ممات کا دہر کے ہاتھ میں۔ زندگی عناصر کی ترکیب و ترتیب کا نام ہے۔ طبع کا کام یہ ہے کہ ان عناصر کو باہم مربوط رکھے۔ دہر طبع کی گرفت کو رفتہ رفتہ کمزور کرتا جاتا ہے حتیٰ کہ اجزائے بدن کا شیرازہ بکھر جاتا ہے۔ یہی موت

ہے۔ ایک شاعر نے اس جاہلی تصور کو یوں پیش کیا ہے۔ ؎

زندگی کیا ہے عناصر میں ظہورِ ترتیب
موت کیا ہے انہی اجزا کا پریشاں ہونا

عربوں کے نزدیک یہ "ظہور ترتیب" طبع کے عمل سے ہوتا ہے اور "اجزاء کی پریشانی" دہر کا کرشمہ ہے۔

(۳) دہر کا عمل عموماً تدریجی ہوتا ہے جس میں چار مرحلے آتے ہیں اس کی مثال فصل سے ملتی ہے۔ یعنی فصل

اُگتی ہے
پروان چڑھتی ہے
پختہ ہوتی ہے۔
سوکھ کر ختم ہو جاتی ہے۔

عربوں کا خیال تھا کہ حیوانات کی زندگی بھی چار ادوار سے گزرتی ہے۔ آخری دور فنا کا دور ہوتا ہے۔

(۴) موت و حیات کا سلسلہ پیہم اور غیر مختتم ہے۔ عناصر پریشان ہو کر پھر ترکیب پاتے ہیں اور نئی نوع یا جدید شکل و صورت میں ظہور پذیر ہوتے ہیں۔

وَقَالُوْا مَا هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَآ اِلَّا الدَّهْرُ (جاثیہ۔ ۲۴)

ترجمہ:۔ اور وہ اس بات کے قائل ہیں کہ ہماری زندگی یہی دنیا کی زندگی ہے۔ ہم مریں گے اور زندہ ہو جائیں گے ہمیں صرف دہر ہی ہلاک کرتا ہے۔

آیت میں نحیا کا لفظ نموت کے بعد آیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ دہریہ زندگی کے غیر منتہی تسلسل کے قائل تھے یعنی جو وجود ختم ہو جاتے ہیں ان کے عناصر سے نئے مگر مختلف وجود پیدا ہوتے ہیں وہ قیامت کے قائل نہ تھے اور نہ بعث یعنی اجساد کے دوبارہ جی اٹھنے کو تسلیم کرتے تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ زندگی خاکدانِ ارضی تک ہی محدود ہے۔ آخرت کو نہ مانتے تھے۔

(۵) زمان ازلی، ابدی اور غیر فانی ہے۔ وہ ہر چیز کو ہلاک کر دیتا ہے۔ حتی کہ موت کو بھی فنا کے گھاٹ اتار دیتا ہے کیونکہ عناصر جب ترکیب نو سے حیات جدید حاصل کرتے ہیں تو ان کی موت کا دور ختم ہو جاتا ہے۔ ایک بار فرزدق نے جریر پر یوں چوٹ کی۔ ؎

فَاِنِّیْ اَنَا الْمَوْتُ الَّذِیْ هُوَ نَازِلٌ
بِنَفْسِكَ، فَانْظُرْ كَيْفَ اَنْتَ تُحَاوِلُهٗ

ترجمہ:- میں تو موت ہوں جو تجھ پر نازل ہو گی
پس سوچ لے تو اس سے کیا حیلہ کرے گا۔

جریر نے جوابی وار کیا ؎

اَنَا الدَّهْرُ يُفْنِي الْمَوْتَ، وَالدَّهْرُ خَالِدٌ
فَجِئْنِیْ بِمِثْلِ الدَّهْرِ شَيْئًا تُطَاوِلُهٗ

ترجمہ:- میں دہر ہوں جو موت کو فنا کر دیتا ہے۔ دہر کو دوام ہے۔ پس میرے سامنے کوئی ایسی چیز لا جو اس سے بڑھ جائے۔

Marfat.com

(۶) دہر ہمیشہ محوِ گردش رہتا ہے زمان درحقیقت "دوران" ہے لیل و نہار کا اختلاف اور ایام کی رفت وگزشت درحقیقت دہر کے چکر اور پھیر ہیں۔

(۷) زمان کا عمل اگرچہ بالعموم تدریجی ہوتا ہے لیکن اس کی رفتار کا کوئی اعتبار نہیں۔ بعض دفعہ اندھی اونٹنی کی طرح اس کی رفتار بے طور ہو جاتی ہے۔ جس پہ قدم رکھ دیا اسے کچل ڈالا۔ کوئی شخص مصیبت میں گھِر جاتا تو کہتے کہ دہر اس سے بگڑ گیا ہے۔

جاہلی عربوں کے وہم میں سب دکھ اور سارے مصائب دہر کی ہی کج رفتاری سے پیدا ہوتے تھے۔ اس لئے انہوں نے دہر اور اس کی حرکت کی نسبت سے جس قدر محاورے وضع کئے وہ عموماً آلام و اسقام ہی کی ترجمانی کرتے ہیں۔ مثلاً

دَهَرَهٗ أَمْرٌ اس کو کوئی بری بات پیش آئی۔
أَبَادَهُ الدَّهْرُ۔ اسے دہر نے ہلاک کر دیا
دَهَارِيرُ۔ حوادث
نَوَائِبُ الدَّهْرِ۔ مصائب
وَا دَهْرَاهُ = دہر تیری دہائی ہے۔

عرب کا دہریہ خود کو گردشِ دوراں کا اسیر سمجھتا تھا۔ اس کے نزدیک اجرام سماوی کا رفتارِ زماں سے گہرا رابطہ تھا۔ اس پر جیسے دن آتے تو کبھی فلک کج رفتار کے شکوے کرتا، کبھی ستاروں کی گردش سے نالاں ہوتا اور کبھی بے مہریِ ایام کی فریاد کرتا تھا۔

(۸) دہریہ رفتہ رفتہ دہر سے اس قدر مرعوب ہوئے کہ اسے فاعل

Marfat.com

حقیقی اور غالب عَلَی الکُلّ سمجھنے لگے۔ اب دہر میں غلبہ کے معنی بھی آ گئے لہٰذا دَھَرَہٗ کے معنی ہوئے: وہ اس پر غالب آیا۔ اب اس نظریہ نے سر اٹھایا کہ دہر جابر و قاہر مختارِ کل ہے۔ کائنات کا امر اسی کے ہاتھ میں ہے

اَمر کے معنی اگرچہ عموماً حکم کے لئے جاتے ہیں، لیکن اس کی معنوی وسعت بہت زیادہ ہے۔ اس کے مندرجہ ذیل متقارب معنی بھی ہیں

(۱) ہدایت (۲) رہنمائی (۳) کارفرمائی (۴) بست وکشاد

دہری کے ذہن میں یہ بات تو آگئی کہ موجودات خود بے بس اور ناچار ہیں۔ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْد یعنی مختارِ مطلق ہستی کوئی اور ہے لیکن اس ہستی کی تعیین وتشخیص میں وہ خطا کر گیا۔ اس نے سر رشتۂ امر دہر سے منسوب کر دیا یعنی ایسی چیز سے جس کا خارج میں کوئی وجود نہیں اور محض تصوّر اور تخیّل کی پیداوار ہے۔ دہر کو اب وُہ قادرِ مُطلق، مختارِ کُل، موجبِ حوادث اور مُسبّبُ الاسباب ماننے لگا۔ لیکن اسے سوچ سمجھ اور فکر و تدبّر سے بالکل عاری سمجھتا تھا۔

دہریہ کے ہاں دہر کی بے وقعتی | دہریہ روح کے قائل نہ تھے اس لئے دہر کو جبّار و قہّار ماننے کے باوصف اسے بے سمع، بے بصر اور بے سماعت توت سمجھتے تھے۔ انہیں دہر سے کسی رحم، رعایت یا جاں بخشی کی توقع سرے سے نہ تھی اس لئے ان پر بھی جب کوئی مصیبت آتی تو دہر کی کوئی رعایت نہ کرتے اور اسے جی بھر کر کوستے تھے۔

دہریت کی تردید | اسلام نے دہریہ کے بے بنیاد اور جاہلانہ

عقائد کی تردید کی اور انہیں بتایا کہ تم نے قادرِ مطلق کی تعیین میں سخت ٹھوکر کھائی ہے۔ قادرِ مطلق دہر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ ہے۔ دہر تو محض فریبِ تخیل ہے۔ اس کا جب اپنا ہی کوئی وجود نہیں تو وہ موجودات پہ کیونکر تصرف کریگا۔ کائنات کا امر اللہ کے ہاتھ میں ہے باقی ہر چیز مامور ہے۔ لیل و نہار کا غیاب و ظہور اللہ ہی کے دستِ قدرت میں ہے۔ حدیث قدسی ہے:

يُؤْذِينِي ابْنُ آدَمَ يَسُبُّ الدَّهْرَ وَأَنَا الدَّهْرُ بِيَدِي الْأَمْرُ أُقَلِّبُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ

(خازن سورۂ جاثیہ)

ابن آدم میرے خلاف بولتا ہے وہ قادرِ مطلق کو برا کہتا ہے۔ حالانکہ قادرِ مطلق میں ہوں۔ کارفرمائی میرے ہاتھ میں ہے میں شب و روز کو پلٹاتا ہوں۔

ایک اور روایت میں یوں ہے:

يُؤْذِينِي ابْنُ آدَمَ يَقُولُ يَا خَيْبَةَ الدَّهْرِ فَلَا يَقُولَنَّ أَحَدُكُمْ يَا خَيْبَةَ الدَّهْرِ فَإِنِّي أَنَا الدَّهْرُ أُقَلِّبُ لَيْلَهُ وَنَهَارَهُ فَإِذَا شِئْتُ قَبَضْتُهُمَا (خازن سورہ جاثیہ)

ترجمہ: ابن آدم میرے خلاف بولتا ہے۔ کہتا ہے اے دہر کی کم بختی! لیکن تم میں سے کوئی نہ کہے، اے دہر کی کم بختی! کیونکہ قادرِ مطلق تو میں ہی ہوں۔ میں زمان کے شب و روز کو پلٹاتا ہوں۔ جب چاہوں انہیں روک دوں۔

Marfat.com

ان روایات سے مندرجۂ ذیل امور ثابت ہوتے ہیں :-

۱- دہر سے اہل عرب مالک امر یعنی کارفرما مراد لیتے تھے۔ چنانچہ پہلی روایت میں بیدی الامر کے الفاظ اسی کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

۲- ان احادیث سے یہ قطعاً ثابت نہیں ہوتا کہ اللہ بعینہٖ دہر ہے۔ دوسری حدیث میں ارشاد ہے:

فَاِنِّیْ اَنَا الدَّهْرُ اُقَلِّبُ لَيْلَهٗ وَنَهَارَهٗ

اس میں ضمیر غائب کی ہے، متکلم کی نہیں یعنی شب و روز کی اضافت اللہ سے نہیں، زمان سے ہے۔

۳- مشکوٰۃ کی دو حدیثیں جو متن میں درج ہیں۔ ان میں یہ الفاظ مشترک ہیں:

فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَالدَّهْرُ

ان دونوں حدیثوں میں خطاب اہل اسلام سے ہے جن کے اذہان میں اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کا واضح تصور موجود تھا۔ وہ دہر کی بے حقیقتی سے بھی واقف تھے لیکن جاہلیت کو گزرے ابھی زیادہ دن نہ ہوئے تھے۔ اس لئے عادت قدیم سے مجبور ہو کر بعض افراد مصیبت پڑنے پر دہر کو کوسنے لگتے تھے حالانکہ انہیں بخوبی علم تھا کہ سب حوادث اللہ تعالیٰ کی قدرت سے رونما ہوتے ہیں۔ لہٰذا ان کی زبان سے نکلا ہوا دہر کا لفظ اللہ ہی پر صادق آتا تھا۔

۴- بعض لوگ دہر کو تیجر کا ہم معنی سمجھ کر احادیث زیر نظر سے نیچریت کا جواز لاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حدیث سے ہی ثابت ہوتا ہے کہ کائنات کا نظام بعض مقرر، ناقابلِ تبدیل اور ناقابلِ شکست

Marfat.com

قوانین کا پابند ہے اور اللہ درحقیقت انہی قوانین کا نام ہے۔ ہم نے سابقہ سطور میں دہر کی خوب وضاحت کر دی ہے۔ دہر کو نیچر کے مرادف سمجھنا صریحاً غلط ہے نیچر کے قریب المعنی کوئی لفظ ہو سکتا ہے تو وہ طبع (یا طبیعت) ہے۔ حدیث میں یہ کہیں نہیں آیا کہ اللہ (نعوذ باللہ) طبع یعنی نیچر ہے۔ اصل لغت کے لحاظ سے دہری کے معنی نیچری نہیں ہو سکتے۔ بلکہ اس سے مراد وہ شخص ہے جو زمان کو ازلی و ابدی اور خارجی حقیقت مانتا ہے اور اسے موجودات کا قہار اور جبار کار فرما تسلیم کرتا ہے۔ کیا اس عقیدہ کا نیچریت سے دور کا بھی واسطہ ہو سکتا ہے؟

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ

اور عائشہ رضی سے (روایت ہے) انہوں نے کہا کہ رسول اللہ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَقُوْلَنَّ اَحَدُكُمْ

ہرگز نہ کہے کوئی تم سے

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم میں سے کوئی آدمی

خَبُثَتْ نَفْسِيْ وَلٰكِنْ لِيَقُلْ لَقِسَتْ

پلید ہوئی جان میری اور لیکن کہے سست ہوئی

"خبثت نفسی" نہ کہے بلکہ "لقست نفسی" کہے

نَفْسِیْ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ وَذُکِرَ حَدِیْثُ

یہاں میری ... اور بیان ہوا ملہ

متفق علیہ ہے ... اور ... ابو ہریرہ کی حدیث:

اَبِیْ هُرَیْرَةَ یُؤْذِیْنِیْ اِبْنُ اٰدَمَ

ایذا دیتا ہے مجھے

یؤذینی ابن آدم ...... باب الایمان میں

فِیْ بَابِ الْاِیْمَانِ

میں

بیان کی گئی ہے۔

خَبُثَتْ کے معنی ہیں بدبوا۔ برا ٹھہرا۔ ناپاک ہوا اور لَقِسَ کے معنی ہیں کاہل ہوا۔ سست ہوا۔ محاورہ میں طبیعت خراب ہونے یا جی متلانے کے لئے خَبُثَتِ النَّفْسُ اور لَقِسَتِ النَّفْسُ ہر دو استعمال ہو سکتے ہیں لیکن چونکہ خُبْث کو اپنی جان سے نسبت دینا اچھا نہیں لگتا اس لئے حضورؐ نے فرمایا ہے کہ خَبُثَتْ نَفْسِیْ کوئی نہ کہے بلکہ لَقِسَتْ نَفْسِیْ کہے۔ یہ لفظ ایک اور اعتبار سے بھی ہم معنی ہو سکتے ہیں یعنی جبکہ کوئی شخص اپنے بارے میں یہ بتانا چاہے کہ میں دینی امور میں

سلہ حدیث عربی میں مذکر ہے۔

Marfat.com

سست ہوگیا ہوں لیکن ایسے میں بھی چاہیے کہ لَقِسَتْ نَفْسِیْ کہے اور خَبُثَتْ نَفْسِیْ نہ کہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

شُرَیح بن ہانی سے اپنے باپ کی جانب سے (روایت ہے) کہ وہ اپنے قبیلہ کے ہمراہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضورؐ نے سُنا کہ وہ اسے ابوالحکم کی کنیت سے پکارتے ہیں۔ حضورؐ نے اسے بلایا اور فرمایا کہ اللہ ہی حکم ہے اور فیصلہ کا مرکز وہی ہے؟ تجھے ابوالحکم کی کنیت کیوں دی جاتی ہے؟ اس نے کہا کہ جب میرے قبیلہ میں کسی بات میں اختلاف ہوتا ہے تو وہ میرے پاس آتے ہیں اور میں اُن کے درمیان فیصلہ کرتا ہوں اور دونوں فریق میرے فیصلہ پر راضی ہو جاتے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، یہ کیا خوب ہے۔ تو تیرے کون کون بیٹے ہیں اس نے کہا، شریح اور مسلم اور عبداللہ۔ آپؐ نے فرمایا، ان میں سب سے بڑا کون ہے؟ اس نے کہا کہ میں نے عرض کیا، شریح فرمایا، تو تو ابوشریح ہے۔ اس کی ابوداؤد اور نسائی نے روایت کی ہے۔

اور مسروق سے (روایت ہے) انہوں نے کہا کہ میری عمرؓ سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے کہا، تو کون ہے؟ میں نے کہا مسروق بن اجدع۔ عمرؓ نے کہا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا ہے کہ اجدع شیطان ہے[1]۔ اس کی ابوداؤد اور ابن ماجہ نے

---

[1] یعنی شیطان کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔

Marfat.com

روایت کی ہے۔

اور ابو درداءؓ سے (روایت ہے) انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے روز تمہیں تمہارے اور تمہارے آباء کے ناموں سے پکارا جائے گا۔ تو اپنے نام اچھے رکھو۔ اس کی احمد اور ابو داؤد نے روایت کی ہے۔

اور ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ کوئی شخص آپؐ کے نام اور کنیت کو اکٹھا کر کے اپنا نام محمد ابو القاسم رکھے اس کی ترمذی نے روایت کی ہے۔

اور جابرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میرا نام رکھو تو میری کنیت نہ رکھو۔ ترمذی اور ابن ماجہ نے اس کی روایت کی ہے اور ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے اور ابو داؤد کی ایک روایت میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ جس نے میرے نام پہ نام رکھا تو میری کنیت پہ کنیت نہ رکھے اور جس نے میری کنیت پہ کنیت رکھی تو میرے نام پہ نام نہ رکھے۔

اور عائشہؓ سے (روایت ہے) کہ ایک عورت نے عرض کیا، یا رسول اللہ! میرے ہاں ایک بچہ ہوا اور میں نے اس کا نام محمد اور کنیت ابو القاسم رکھی اب مجھے بتایا گیا ہے کہ آپؐ اسے ناپسند فرماتے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا، کس چیز نے میرا نام حلال ٹھہرایا اور کنیت حرام ٹھہرائی[1] یا کس چیز نے میری کنیت حرام ٹھہرائی اور میرا نام حلال ٹھہرایا۔ اس کی روایت ابو داؤد نے کی اور محی السنۃ نے کہا کہ غریب ہے۔

---

[1] راوی کو یہاں الفاظ کی ترتیب میں شک ہے ورنہ الفاظ وہی ہیں۔

Marfat.com

اور محمد بن الحنفیہ سے ان کے والد کی جانب سے (روایت ہے) انہوں نے کہا کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اگر آپؐ کے بعد میرا بیٹا ہو تو آپؐ کی کیا رائے ہے، میں اس کا نام آپؐ کے نام پر اور کنیت آپؐ کی کنیت پر رکھوں؟ فرمایا۔ ہاں۔ اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔

اور انسؓ سے (روایت ہے) انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری کنیت بقلہ[۱] پر رکھی جسے میں چنا کرتا تھا۔ اس کی روایت ترمذی نے کی اور کہا کہ ہم اس حدیث کو صرف اسی سند سے جانتے ہیں اور مصابیح میں اس کو صحیح بتایا ہے۔

اور عائشہؓ سے (روایت ہے) انہوں نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم برا نام بدل دیتے تھے۔ اس کی ترمذی نے روایت کی ہے۔

اور بشیر بن میمون سے ان کے چچا اسامہ بن اخدری کی جانب سے (روایت ہے) کہ اس گروہ میں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا ایک شخص کا نام اصرم تھا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیرا نام کیا ہے؟ اس نے کہا، اصرم۔ آپؐ نے فرمایا، نہیں تو زرعہ ہے اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے اور کہا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بدل دیا نام عاص[۲] اور عزیز اور عتلہ[۳] اور شیطان اور حکم اور غراب۔ اور حباب[۴] اور شہاب۔ اس نے کہا کہ میں

---

[۱] ساگ کی ایک قسم ہے۔ عربی میں اسے حمزہ کہتے ہیں حضرت انسؓ کی کنیت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ابوحمزہ رکھی۔ [۲] عاصی (نافرمان) سے مخفف ہے [۳] سرکشی [۴] سانپ

نے ان کی سندیں اختصار کے لئے چھوڑ دیں۔

اور ابومسعود انصاری سے (روایت ہے) انہوں نے ابوعبداللہ سے کہا یا ابوعبداللہ نے ابومسعود سے کہا، تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لفظ زعموا کے بارے میں کیا فرماتے سنا۔ اس نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ یہ آدمی کی بری سواری ہے[1]۔ اس کی روایت ابوداؤد نے کی اور کہا کہ ابوعبداللہ حذیفہ ہے۔

اور حذیفہ سے منجانب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (روایت ہے) کہ حضورؐ نے فرمایا کہ ماشاء اللہ وماشاء اللہ فلاں[2] مت کہو۔ بلکہ کہو ماشاء اللہ اور اس کے بعد شاء فلان[3]۔ اس کی احمد اور ابوداؤد نے روایت کی ہے اور ایک روایت انقطاع سے بیان کی ہے مت کہو، ماشاء اللہ وماشاء محمدؐ بلکہ صرف ماشاء اللہ کہو۔ اسے بغوی نے شرح السنۃ میں روایت کیا ہے۔

اور اس سے منجانب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (روایت ہے) کہ حضورؐ نے فرمایا، منافق کو سید مت کہو کیونکہ اگر وہ سید ہوا تو تم نے اپنے رب کو خفا کر دیا۔ اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔

---

[1] یعنی اس کو بار بار استعمال کرنا درست نہیں۔ حقائق کی تحقیق سے کام لینا چاہیئے۔ ہر بات میں گمان ہی دوڑانا جھوٹ بولنے کے مترادف ہے

[2] جو اللہ نے اور فلاں شخص نے چاہا۔ [3] پہلے کہو ماشاء اللہ یعنی جو اللہ نے چاہا اور اس کے بعد کسی لفظ یا قرینہ سے فاصلہ دیکر کہو "اور فلاں نے چاہا" کہے آقا

Marfat.com

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

عبدالحمید بن جُبیر بن شیبہ سے (روایت ہے) اس نے کہا کہ میں سعید بن المسیّب کے سامنے بیٹھا اور انہوں نے مجھ سے حدیث بیان کی کہ ان کا دادا جس کا نام حَزْن تھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا تو آپؐ نے فرمایا، تیرا نام کیا ہے؟ کہا: میرا نام حَزْن ہے۔ فرمایا، بلکہ تو سَہْل ہے[1]۔ وہ بولا! مجھے جو نام باپ دیا ہے اسے نہیں بدلوں گا۔ ابن المسیّب کہتے ہیں کہ اس کے بعد ہم میں سے حُزُونت یعنی سخت مزاجی نہ گئی۔ اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔

اور ابو وَہب جُشَمیؓ سے (روایت ہے) انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، انبیاءؑ کے ناموں پر نام رکھو اور اللہ کے نزدیک سب سے پیارے نام عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہیں اور ان میں سب سے سچے حارث اور ہمام ہیں اور سب سے بُرے حَرْب اور مُرّہ ہیں۔ اس کی روایت ابو داؤد نے کی ہے۔

---

[1] یعنی اب سے تیرا نام سہل ہو گا۔ حزن سخت زمین کو اور سہل نرم زمین کو کہتے ہیں۔

Marfat.com

بابُ البیانِ والشِّعر

بَیان بیان کے لغوی معنی ہیں :

خوب واضح ہونا

آشکار اور واشگاف ہونا

اصطلاح میں بیان اس کلامِ فصیح کو کہتے ہیں جو معنی و مدعا کو اس طرح واضح و واشگاف کرے کہ فوراً مخاطب کی سمجھ میں آجائے۔

شِعر شِعر کے لغوی معنی ہیں :

جاننا

راز پالینا۔ محرم ہونا

اصطلاح میں شعر اس کلامِ موزوں کو کہتے ہیں جو اپنے معنی و مدعا کی تفہیم سے قطع نظر تیر و نشتر بن کر دل میں اُتر جائے۔

جسے اردو میں شعر کہتے ہیں اُس کے لئے عربی میں عموماً بیت کا

Marfat.com

کا لفظ آتا ہے۔ شعر کے بنیادی اور عام معنی شعر گوئی، شاعری اور نظم کے ہیں۔ بیت شعر کا جزو ہوتا ہے۔

بیان اور شعر میں فرق | بیان عموماً نثری کلام کو کہتے ہیں۔ بیان کا مقصود توضیح و تفہیم ہے اور شعر کا اثر آفرینی چاہے معنی مبہم رہ جائیں۔

کلام | کلام کلمات کے بامعنی مجموعہ کو کہتے ہیں۔ یہ نظم و نثر ہر دو کے لئے مستعمل ہو سکتا ہے۔

Marfat.com

بیان اور شاعری

اللہ تعالیٰ نے انسان کو علم عطا کیا جس سے وہ فکر و معنی کی ثروت حاصل کرتا ہے۔ اس ذہنی ثروت کا افراد و اقوام کے درمیان تبادل از بس لازم ہے۔ ورنہ یہ ثروت از خود ختم ہو کر رہ جائے۔

علمی اور فکری تبادل کے لئے اللہ تعالیٰ نے انسان کو توضیح و تفہیم کا ملکہ عطا فرمایا جسے بیان کہتے ہیں۔ بیان کے لئے گویائی یا کلام کی قوت بخشی اور کلام کو تحریر میں پیش کرنے کا فن سکھایا۔ ارشاد خداوندی ہے۔ الرَّحْمٰنُ ۝ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۝ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ۝ مراد یہ ہے کہ رحمانیت الٰہی کی جلوہ گری کی ایک صورت یہ ہوئی کہ اللہ نے قرآن کی تعلیم دی۔ اس تعلیم کے لئے صرف انسان ہی موزوں ہو سکتا تھا۔ لہٰذا اسے پیدا کیا اور پھر بیان یعنی کلام کے ذریعے سمجھنے سمجھانے کی صفت ودیعت کی۔ آیات مذکورہ میں بیان کا لفظ اصطلاح کے طور سے نہیں آیا۔ بلکہ عام لغوی معنی میں آیا ہے۔ اس میں نظم و نثر ہر دو شامل ہیں۔ اصطلاحات کی دنیا میں نثر کے لئے بیان اور نظم کے لئے شعر کا لفظ آتا ہے۔

کلام اچھا بھی ہوتا ہے اور برا بھی۔ برے کلام کی ایک قسم وہ ہے جس پر نہایت رنگین اور نظر فریب پردے ہوتے ہیں

اس کو عالمگیر پیمانہ پر قبول بھی حاصل ہو جاتا ہے۔ اس کے لئے باقاعدہ مجلسیں مرتب ہوتی ہیں۔ اس کی ترتیب و تدوین ہوتی ہے اور ایوانِ علم میں اس کو نمایاں مقام مل جاتا ہے یہ مخربِ اخلاق نثر اور انسانیت سوز شاعری ہے۔ نظم و نثر میں تعمیری روح ہو تو اللہ تعالیٰ کی بیش قدر نعمتیں ہیں اور اگر تخریب کا بیڑا اٹھائیں تو ان سے پناہ مشکل ہے نظم و نثر نے کتنی ہی اقوام کو بامِ رفیع پر پہنچایا اور کتنی ہی اقوام کو پستی کے تاریک گڑھوں میں دھکیل دیا۔ اسلام نے ان کی بے پناہ قوت سے خبردار کیا اور ان سے تعمیری کام لینے کے لئے ہدایات صادر فرمائیں۔

بیان بیان کے لئے قرآن و حدیث میں مندرجہ ذیل ضوابط مقرر ہیں۔

۱۔ الفاظ سے زیادہ معنیٰ و مفہوم کا خیال رکھا جائے۔

۲۔ صحیح لفظ اپنے صحیح معنی میں استعمال کیا جائے۔

۳۔ بیان سے مقصود اچھے خیالات کا اظہار اور علم کی اشاعت ہو۔ محض اپنی خطابت کا لوہا منوانے کی خواہش نہ ہو۔ ایسے آدمی کے سب اعمال اکارت جاتے ہیں اور اس کی کوئی عبادت قبول نہیں ہوتی۔

۴۔ زیادہ سے زیادہ معانی کم از کم الفاظ میں بیان کئے جائیں اسے بلاغت کہتے ہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے فَاِنَّ الْجَوَازَ هُوَالْخَيْرُ: (ترجمہ) اختصار یقیناً بہتر ہے۔
حضورؐ نے فرمایا ہے: اُعْطِيْتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ میرا کلام ایسے

Marfat.com

کلمات پر مشتمل ہوتا ہے جو معانی کا مخزن ہیں، ان میں کوئی حرف یا لفظ زائد نہیں ہوتا۔ مثل مشہور ہے خَیْرُ الْکَلَامِ مَا قَلَّ وَدَلَّ (بہترین کلام وہ ہوتا ہے جو قلیل ہو اور وضاحت کرنے والا ہو)۔

۵۔ واعظ کو باعمل ہونا چاہیے ورنہ اُس کے وعظ کا الٹا اثر پڑے گا۔ قرآن حکیم میں ارشاد ہے۔

کَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ

ترجمہ:۔ اللہ کے نزدیک یہ بہت برا ہے کہ تم وہ کہو جو کرتے نہیں۔

حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسے خطیب دوزخ میں ہوں گے اور وہاں ان کے ہونٹوں پر آتشیں قینچیاں چل رہی ہوں گی۔

۶۔ کلام میں صاف گوئی سے کام لیا جائے۔ سخن سازی منافقت کی شاخ ہے۔ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک وقت آئے گا کہ دین کو سب سے زیادہ نقصان شیریں کلام منافقوں سے پہنچے گا۔

۷۔ صرف ایسے موقع پہ بولنا چاہیے جہاں بولنے کی ضرورت ہو بے کار اور لگاتار بولنا منع ہے۔

وہ ملکہ جسے اللہ تعالیٰ نے باہمی ربط و ضبط اور علم کا نور پھیلانے کے لئے عطا فرمایا ہے اسے بے کار صرف کیا جائے یا غلط موقع و محل پر استعمال میں لایا جائے تو کتنا ظلم اور کس قدر جہالت ہوگی۔ لایعنی کلام کے مقابل خاموشی میں ہزار حکمت ہے۔ گویائی کے آلات بدنی اور ذہنی طاقت کے خزینہ سے وافر حصہ وصول کرتے ہیں۔ اس لئے اطباء کمزوری کی حالت میں اور بعض امراض میں

Marfat.com

بولنے کی پابندی لگا دیتے ہیں۔ بے مقصد باتوں سے ذہن خلفشار کا شکار ہو جاتا ہے۔ گویائی چونکہ معنی و مطلب کی امین اور شخصیت کی آئینہ دار ہوتی ہے اس لئے اس کے ربط و ضبط سے نکل جانے کا شخصیت پر تباہ کن اثر پڑتا ہے۔

یہ کوئی ذہنی بیماری ہے۔ اس کی مندرجہ ذیل انواع عام ہیں:-

ثرثرہ : لگاتار اور لایعنی کلام۔ بے لگام بولنا۔ یہ ذہنی خبط اور اضمحلال کی دلیل ہوتا ہے۔

تشدق : ایسی سخن رانی جو مطلب سے تو جا ہے خالی نہ ہو لیکن فائدہ سے تہی اور احتیاط سے بعید ہو۔ بے باک کلام۔ ایسا کلام تخریب کا ضامن ہوتا ہے۔

تخلل باللسان : زبان کو منہ میں گردان رکھنا۔ سمع خراشی کرنا۔ یہ مرض عموماً ان لوگوں کو لاحق ہوتا ہے جنہیں اپنی آواز بہت پیاری لگتی ہے۔

اس مرض سے نہ بولنے والے کا پیچھا چھوٹتا ہے اور نہ اس کے ہم نشیں جان بچا سکتے ہیں۔

۸۔ لہجہ میں ناروا تکلف اور ساختہ پرداختہ تصنع ریاکاری کی دلیل ہے۔ اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں۔

تنطع تالو کے پیچھے سے آواز نکال کر رعب سے بولنا۔ یہ تکبر کی علامت ہے۔

تفیہق : آواز سے منہ بھر کر اور لہجہ لپا کر بولنا۔ یہ عموماً خود فریب اور نام نہاد علماء کا لہجہ ہوتا ہے۔

Marfat.com

شاعری

شاعری بنفسہ نہ بری ہے نہ بھلی۔ اس میں اچھے خیالات پیش کیے جائیں تو قابلِ تحسین ہے۔ اور برے خیالات کی اشاعت کی جائے تو مذموم ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ایک بار شاعری کے بارے میں پوچھا گیا تو آپؐ نے فرمایا کہ یہ کلام ہے۔ اس میں جو اچھائی ہے سو اچھائی ہے اور جو برائی ہے سو برائی۔

شعر کو ذہنی آراستگی، اخلاقی تعمیر اور قومی سربلندی کے لئے استعمال کیا جائے تو بہت قدر و قیمت کا مستحق ہوتا ہے۔ ایسے ہی شعر کو پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے "جہاد باللسان" کا نام دیا ہے۔ سورۃ الشعراء کی مندرجہ ذیل آیات میں شعراء کی دو قسمیں بتائی گئی ہیں۔

وَالشُّعَرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ ۝ أَلَمْ تَرَ أَنَّهُمْ فِي كُلِّ وَادٍ يَهِيمُونَ ۝ وَأَنَّهُمْ يَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ ۝ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَذَكَرُوا اللَّهَ كَثِيرًا وَانْتَصَرُوا مِنْ بَعْدِ مَا ظُلِمُوا۔

ترجمہ۔ اور شعراء کی پیروی تو گمراہ لوگ ہی کرتے ہیں۔ کیا تو نے نہیں دیکھا کہ وہ ہر وادی میں سرگرداں رہتے ہیں اور ایسی باتیں کہتے ہیں جو کرتے نہیں۔ سوائے ان کے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے اور اللہ کا بہت ذکر کیا اور ظلم کئے جانے کے بعد بدلہ لے لیا۔

Marfat.com

اِن آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ شعراء کی دو قسمیں ہیں:۔
اوّل : جو خود گمراہ ہیں اور دوسروں کو گمراہ کرتے ہیں۔ ان کی فکر غلط راہوں پر چلتی ہے۔ ان کے قول و عمل میں تضاد ہوتا ہے۔
دوم : جو صاحب ایمان اور صاحب عمل ہیں۔ ملی حمیت سے معمور ہیں اور ان کے اشعار میں اللہ کا ذکر ہے۔

شاعری اور مبالغہ لازم و ملزوم ہیں۔ مبالغہ کو احتیاط کی حدود میں بندر کھنا بہت مشکل ہے۔ اس لئے یہ بارہا کذب اور افتراء کی حد تک پہنچ جاتا ہے۔ اس کے بغیر شاعری کو عموماً شاعری سمجھا ہی نہیں جاتا۔ اس لئے اُس زمانے میں بھی جبکہ عرب میں شاعری کو حکمت کا ہم معنی اور مردانگی کا زیور سمجھا جاتا تھا قرآنِ حکیم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ارشاد فرمایا:

وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنۢبَغِىْ لَهٗ (یٰسٓ۔ ۷۰)

ترجمہ:۔ اور ہم نے آپؐ کو شعر کہنا نہیں سکھایا اور نہ یہ آپؐ کے شایاں ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں حضرت شبیر احمد عثمانیؒ لکھتے ہیں:

آپؐ کی طبع مبارک کو فطری طور پر اس فنِ شاعری سے اتنا بعید رکھا گیا کہ باوجود قریش کے اس اعلیٰ خاندان میں سے ہونے کے جس کی معمولی لونڈیاں بھی اس وقت شعر کہنے کا طبعی سلیقہ رکھتی تھیں۔ آپؐ نے مدت العمر کوئی شعر نہیں کہا۔ یوں رجز وغیرہ کے موقع پر کبھی ایک آدھ مرتبہ زبانِ مبارک سے مقفیٰ عبارت نکل کر بے ساختہ شعر کے سانچہ میں ڈھل گئی ہو وہ الگ بات

Marfat.com

ہے۔ ایسے شاعری یا شعر کہنا نہیں کہتے۔ آپ خود تو شعر کیا کہتے کسی دوسرے شاعر کا شعر یا مصرع بھی زندگی بھر میں دو چار مرتبہ سے زائد نہیں پڑھا اور پڑھتے وقت اس میں ایسا تغیر کر دیا کہ شعر شعر نہ رہے محض مطلب شاعر ادا ہو جائے غرض آپؐ کی طبع شریف کو شاعری سے مناسبت نہیں دی گئی تھی۔ کیوں کہ یہ چیز آپؐ کے منصب جلیل کے لائق نہ تھی آپؐ حقیقت کے ترجمان تھے اور آپؐ کی بعثت کا مقصد دنیا کو اعلیٰ حقائق سے بدوں ادنیٰ ترین کذب و غلو کے روشناس کرانا تھا۔ ظاہر ہے کہ یہ کام ایک شاعر کا نہیں ہو سکتا کیوں کہ شاعریت کا حسن و کمال کذب و مبالغہ خیالی بلند پروازی اور فرضی نکتہ آفرینی کے سوا کچھ نہیں۔ شعر میں اگر کوئی جز محمود ہے تو اس کی تاثیر اور دل نشینی ہو سکتی ہے۔ سو یہ چیز قرآن کی نثر میں اس درجہ پر پائی جاتی ہے کہ ساری دنیا کے شاعر مل کر بھی اپنے کلاموں کے مجموعہ میں پیدا نہیں کر سکتے۔ قرآن کریم کے اسلوب بدیع کو دیکھتے ہوئے کہہ سکتے ہیں کہ گویا نظم کی اصلی روح نکال کر نثر میں ڈال دی گئی ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ بڑے بڑے فصیح و عاقل دنگ ہو کر قرآن کو شعر یا سحر کہنے لگتے تھے۔ حالاں کہ شعر و سحر کو قرآن سے کیا نسبت؟ کیا شاعری اور جادوگری کی بنیاد پر کبھی قومیت و روحانیت کی ایسی عظیم الشان اور لازوال عمارتیں کھڑی ہوئی ہیں جو قرآنی تعلیم کی اساس پر آج تک قائم شدہ دیکھتے ہو؟ یہ کام شاعروں کا نہیں پیغمبروں

Marfat.com

کا ہے کہ خدا کے حکم سے مردہ قلوب کو ابدی زندگی عطا کرتے ہیں۔ حق تعالیٰ نے عرب کو یہ کہنے کا موقع نہیں دیا کہ آپؐ پہلے سے شاعر تھے۔ شاعری سے ترقی کر کے نبی بن بیٹھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسے اشعار کو پسند فرمایا ہے جن میں توحید و رسالت کی عظمت بیان ہوئی یا اخلاقی ترغیب کا سامان پیدا کیا گیا یا کفار کے ہجویہ اشعار کا جواب دیا گیا۔ ہجو کی اجازت صرف اسی صورت ہے کہ کفار کے مقابل ہو اور وہ بھی اس شرط سے کہ انہوں نے پہل کی ہو ورنہ قرآن تو ان کے بتوں کو بھی برا کہنے سے روکتا ہے مسلمان بھائی کے خلاف ہجو کہنا ممنوع ہے چاہے جو اباً ہی ہو۔

کعب بن زہیرؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں قصیدہ پڑھا تو آپؐ نے انہیں چادر عطا فرمائی اور بقولِ بعض ایک سو اونٹ بھی مرحمت فرمائے۔ یہ چادر حضرت معاویہؓ نے تیس ہزار اور بقولِ بعض بیس ہزار میں خریدی۔ خلفاء اسے جمعہ اور عید کے موقع پر پہنتے تھے (کتاب العمدہ ابن رشیق) حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے مسجد النبی میں منبر رکھا جاتا تھا اور وہ اس پر بیٹھ کر اشعار پڑھا کرتے تھے۔ آپؐ نے ایک بار ان سے فرمایا قریش کی ہجو کرو۔ جبرئیل تمہارے ساتھ ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جاہلی شاعروں کے ان صاف اشعار کو یاد رکھتے تھے جن میں کوئی تاریخی واقعہ مذکور ہوتا یا ان سے لغوی تشریح میں مدد ملتی تھی۔ ابن عباسؓ کا قول ہے کہ شعر عرب کا دیوان

Marfat.com

ہے (کتاب العمدہ) حضرت عائشہؓ نے فرمایا ہے کہ شعر میں اچھی بات بھی ہوتی ہے اور بری بھی۔ اس میں سے اچھی بات لے لو اور بری چھوڑ دو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

اِنَّ مِنَ الْبَیَانِ لَسِحْرًا وَاِنَّ مِنَ الشِّعْرِ لَحِکْمَۃً

ترجمہ: بعض بیان جادو ہوتا ہے اور بعض نظم حکمت ہوتی ہے۔

طبیعت کی موزونی سے وقتاً فوقتاً ارفع خیالات کے شعر کہہ دیئے جائیں تو حرج نہیں۔ حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ ایسے اکابر صحابہؓ سے اشعار منقول ہیں۔ لیکن شاعری کو دیگر علوم کے مقابل مستقل علم کے طور سے اختیار نہیں کیا جا سکتا۔ حضرت عمرؓ کا قول ہے کہ شاعری ان لوگوں کا علم ہے جن کے پاس اس سے بہتر علم نہ ہو۔ (کتاب العمدہ)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مندرجہ ذیل قسم کی شاعری سے منع فرمایا ہے:

(۱) آدمی شعر کی دنیا ہی میں کھو جائے۔ شعر گوئی اور شعر خوانی کو وظیفۂ حیات بنا لے اور کسی طرف توجہ نہ دے۔

(۲) ایسے اشعار کہنا جو عمدہ خیالات سے خالی ہوں۔ ان میں صرف تخیل پردازی اور دروغ باقی ہو۔

(۳) صرف موسیقی کی خاطر شعر کہنا۔

(۴) ایسے اشعار کہنا جن میں عشق و عاشقی کا ذکر اور سفلی جذبات کا اظہار ہو۔

(۵) وہ اشعار جن سے اپنی یا ممدوح کی شہرت مقصود ہو۔

(۶) وہ شعر گوئی جسے وسیلۂ رزق بنایا جائے۔

Marfat.com

بَابُ الْبَيَانِ وَالشِّعْرِ

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَدِمَ رَجُلَانِ

سے | کہا | آیا | دو آدمی

ابن عمر سے (روایت ہے)۔ انہوں نے کہا (کہ) دو آدمی

مِنَ الْمَشْرِقِ فَخَطَبَا فَعَجِبَ النَّاسُ

سے | مشرق | اور خطبہ دیا | اور تعجب کیا | لوگ

مشرق سے آئے اور انہوں نے تقریر کی اور لوگ ان کی فصاحت

لِبَيَانِهِمَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

بسبب فصاحت ان کی | تو فرمایا

سے متعجب ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنَ الْبَيَانِ لَسِحْرًا

یقیناً | کچھ | بیان | البتہ جادو

نے فرمایا، یقیناً بعض بیان جادو ہوتا ہے

رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ

اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔

لبیانِھما = لِ (لئے۔ لبب) بَیَان (فصاحت)
ھُمَا (ان دو کی) یعنی ان کی فصاحت کی وجہ سے۔

مِنْ = یہاں اس کے معنی ہیں، کچھ
لَسِحْرًا = لَ (البتہ۔ یقینًا) سِحْرًا خبر ہے اِنَّ کی۔

شرح: سحر یا جادو کا کام یہ ہے کہ اشیاء کو ناظرین کی آنکھوں کے سامنے کچھ سے کچھ بنا دے اور وہ مِعًا تسلیم کر لیں۔ کلام کا جادو یہ ہے کہ متکلم سامع کے دماغ کو جیسے چاہے متاثر کر دے اور جو بات چاہے منوا لے۔

اِنَّ مِنَ الْبَیَانِ لَسِحْرًا سے مراد یہ ہے کہ بعض فصیح کلام ایسا اثر انگیز ہوتا ہے کہ سننے والے کے دل و دماغ کو گرفت میں لے کر اپنی تاثیر میں ڈبو دیتا ہے۔ وہ باتیں جنہیں دماغ ویسے قبول نہ کرے فصاحت کے دم میں آ کر لاشعوری طور پر تسلیم کر لیتا ہے۔

حدیث میں سحر سے مراد اصل سحر نہیں کیونکہ وہ حرام ہے یہاں اس سے مراد سحر کی سی تاثیر ہے۔

حدیث زیرِ نظر میں صرف بعض بیان کو مستحسن ٹھہرایا گیا ہے۔ بہتیرے خطباء کی فصاحت محض زبان آوری ہوتی ہے وہ اپنے بیان کا دامن آسمان کے دامن سے ملاتے ہیں۔ لیکن اس میں معنویت نام کو نہیں ہوتی۔ ایسا بیان منافقت کا شاخسانہ ہوتا ہے۔

Marfat.com

وَعَنْ اُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ
اور سے

اور اُبَیّ بن کعب سے (روایت ہے) انہوں نے کہا (کہ) رسول اللہ

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنَ
یقیناً کچھ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (کہ) یقیناً بعض

الشِّعْرِ حِکْمَۃً رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ
شاعری حکمت

شاعری حکمت ہوتی ہے۔ اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔

شرح: شعر کا بنیادی مفہوم فطنت، راز آگاہی، نکتہ رسائی اور حقیقت رسی ہے۔ صحیح معنی میں تو شاعر وہی ہے جو روشن دل، روشن ضمیر اور روشن دماغ ہو۔ اس کا ہر لفظ گنجینۂ حکمت ہوتا ہے لیکن ایسے شعراء کا وجود نادر ہوتا ہے اس لئے حدیث میں بتایا گیا ہے کہ کچھ شاعری حکمت ہوتی ہے۔

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ
اور سے کہا فرمایا

اور ابن مسعود سے (روایت ہے) انہوں نے کہا (کہ)

Marfat.com

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

هَلَكَ الْمُتَنَطِّعُوْنَ قَالَهَا ثَلَاثًا

ہلاک ہوئے بڑ تکبر لہجہ بنانے والے فرمایا اسے تین بار

بہ تکلف لہجہ بنانے والے ہلاک ہوئے آپؐ نے اسے تین بار فرمایا

رَوَاهُ مُسْلِمٌ

اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

نَطْع، نِطَع، نَطَع : زبان کی جڑ سے اوپر کی خالی جگہ
تَنَطُّع : اس طرح لہجہ بنا کر بولنا کہ آواز زبان کی جڑ کے اوپر کے خلاء سے اٹھتی ہوئی معلوم ہو۔ یہ آواز اس وقت پیدا ہوتی ہے۔ جب الشان رعب اور دبدبہ بٹھا رہا ہو۔ تنطّع میں چونکہ تکبر پایا جاتا ہے اس لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اس انداز سے بولنے والا آدمی ہلاک یعنی برباد ہے

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ

اور سے کہا فرمایا

اور ابو ہریرہ سے (روایت ہے) انہوں نے کہا (کہ) رسول اللہ

Marfat.com

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَصْدَقُ كَلِمَةٍ

سب سے سچ بات

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، سب سے سچ بات

قَالَهَا الشَّاعِرُ كَلِمَةُ لَبِيْدٍ اَلَا كُلُّ

کہا اسے شاعر قول لبید جان لو ہر

جو شاعر نے کہی ہے (وہ) لبید کا قول ہے (کہ) جان لو

شَيْءٍ مَا خَلَا اللّٰهَ بَاطِلٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

شے سوا بے ثبات

اللہ کے سوا ہر شے بے ثبات ہے۔ متفق علیہ ہے۔

كَلِمَة اگرچہ نحو میں مفرد لفظ کے لئے آتا ہے لیکن عام لغت میں یہ کلام کے معنی بھی دیتا ہے۔

لَبِيد بن رَبِيعَہ : بنو عامر کا رئیس اور شاعر تھا۔ صاحب معلقہ تھا۔ اسلام سے قبل بھی اس کا شرفاء میں شمار ہوتا تھا۔ اسلام لانے کے بعد اس نے شاعری موقوف کر دی اور کہا کہ میرے لئے قرآن بہت ہے۔ اخیر میں کوفہ میں سکونت اختیار کر لی تھی۔

اَلَا : خبردار۔ آگاہ رہو۔ جان لو

مَا خَلَا : سوا

Marfat.com

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ الشَّرِيْدِ عَنْ اَبِيْهِ

اور سے — باپ اس کا — سے

اور عمرو بن شرید سے (روایت ہے) اِن کے باپ کی جانب سے

قَالَ رَدِفْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

کہا — شریک سواری ہوا

انہوں نے کہا (کہ) ایک روز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

وَسَلَّمَ يَوْمًا فَقَالَ هَلْ مَعَكَ مِنْ

دن — تو فرمایا — کیا — پاس تیرے — سے

کے ہمراہ سوار تھا کہ آپؐ نے فرمایا، کیا تیرے پاس

شِعْرِ اُمَيَّةَ بْنِ اَبِى الصَّلْتِ شَيْءٌ

نظم — کچھ

اُمیہ بن ابی صلت کے کچھ شعر ہیں؟

قُلْتُ نَعَمْ قَالَ هِيْهِ فَاَنْشَدْتُهُ

کہا میں نے — ہاں — فرمایا — اور سنا — تو سنایا میں نے اسے

میں نے کہا، ہاں۔ فرمایا تو سناؤ تو میں نے آپؐ کو ایک شعر سنایا

بَيْتًا فَقَالَ هِيهِ ثُمَّ اَنْشَدْتُهٗ

شعر تو فرمایا اور سنا پھر سنایا میں نے اسے

تو فرمایا، اور سناؤ۔ میں نے پھر آپؐ کو ایک شعر

بَيْتًا فَقَالَ هِيهِ حَتّٰى اَنْشَدْتُهٗ

شعر تو فرمایا اور سنا سنائے میں نے اسے

سنایا تو آپؐ نے فرمایا، اور سناؤ۔ یہاں تک کہ میں نے آپؐ کو

مِائَةَ بَيْتٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

سو شعر

ایک سو شعر سنائے۔ اس کی روایت مسلم نے کی ہے

رَدَفَ یا رَدِفَ: کسی کے پیچھے سواری پر بیٹھنا

رِدف یا رَدِیف = پیچھے سوار ہونے والا

اُمَیّہ بن ابی صَلْت: بنو ثقیف کا رئیس اور بلند پایہ شاعر تھا ۶۳۰ عیسوی میں فتح طائف سے کچھ قبل وفات پائی۔ اسلام سے مشرف نہ ہوا تھا۔ نیک اور خدا ترس آدمی تھا۔ حنفیت کا پیرو تھا یعنی توحید کو مانتا تھا اور بت پرستی کے خلاف تھا اس کے اشعار میں حمد الٰہی اور مذمت دنیا کے مضامین ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کے بارے میں فرمایا تھا کہ اس کی زبان ایمان لائی لیکن دل کافر رہا یعنی اس کے قول اور عقیدہ میں تضاد تھا۔

Marfat.com

ھِیہ : دراصل اِیْہِ ہے۔ اِیْہِ اسم فعل ہے جس کے معنی ہیں: اور سنا۔

وَعَنْ جُنْدُبٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ

اور سے جندب کہ یقیناً

اور جندب سے (روایت ہے) کہ نبی کریم صلی اللہ

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ فِیْ بَعْضِ الْمَشَاھِدِ

تھا میں کوئی معرکے

علیہ وسلم کسی معرکے میں تھے

وَقَدْ دَمِیَتْ اِصْبَعُہٗ فَقَالَ

اور خون آلود ہوئی انگلی اس کی تو فرمایا

اور آپؐ کی انگلی سے خون بہہ نکلا تو آپؐ نے فرمایا

ھَلْ اَنْتِ اِلَّا اِصْبَعٌ دَمِیْتِ

کیا تو مگر انگلی خون آلود ہوئی تو

تو صرف ایک انگلی ہی تو ہے جو خون آلود ہوئی

وَفِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ مَا لَقِیْتِ

اور میں راہ اللہ جو ملی تو

اور تجھے جو کچھ پیش آیا اللہ کی راہ میں

Marfat.com

مُتَّفَقٌ عَلَیہِ

متفق علیہ ہے

مَشَاهِدِ جمع ہے مَشْهَد کی۔ مَشْهَد کے لغوی معنی ہیں: حاضر ہونے کی جگہ۔ شہید ہونے کی جگہ۔ یہاں معرکہ مراد ہے۔

دَمِیَ: خون آلود ہوا۔ اس سے خون بہا۔ دَمِیت مؤنث کا صیغہ ہے۔

شرح: یقین سے بتانا مشکل ہے کہ حدیث میں کس معرکہ کی طرف اشارہ ہے۔ آگے اس میں بھی اختلاف ہے کہ یہ شعر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود موزوں فرمایا یا کسی اور شاعر کا ہے۔ طبری وغیرہ کا خیال ہے کہ یہ شعر حضورؐ کا اپنا نہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ ولید بن ولید کا ہے۔ اور بعض اسے عبداللہ بن رواحہؓ سے منسوب کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ شعر انہوں نے غزوۂ مُؤتہ میں کہا تھا۔

شعر میں زخمی انگلی سے خطاب ہے۔ اس سے کہا گیا ہے کہ بے شک تو زخم رسیدہ اور خون فشاں ہے لیکن مضائقہ نہیں کیونکہ تو نے یہ زخم اللہ کی راہ میں اٹھایا ہے۔ اس راہ میں انگلی تو کیا ساری جان بھی فدا ہو جائے تو عین سعادت ہو گی۔

Marfat.com

وَعَنِ الْبَرَاءِ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی

اور سے براء کہا فرمایا

اور براء سے (روایت ہے) انہوں نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمَ قُرَیْظَۃَ

جنگ قریظہ

علیہ وسلم نے جنگ قریظہ میں حسان بن ثابت

لِحَسَّانَ بْنِ ثَابِتٍ اُھْجُ الْمُشْرِکِیْنَ فَاِنَّ

کو حسان ہجو کر کیونکہ یقینًا

سے فرمایا مشرکوں کی ہجو کر کیوں کہ جبریل یقینًا

جِبْرَئِیْلَ مَعَکَ وَکَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ

جبرئیل ساتھ تیرے اور تھا

تیرے ساتھ ہے اور رسول اللہ

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لِحَسَّانٍ

کہتا (تھا) کو حسان

صلی اللہ علیہ وسلم حسان سے فرمایا کرتے تھے

Marfat.com

أَجِبْ عَنِّي اَللّٰهُمَّ أَيِّدْهُ بِرُوْحِ

جواب دے — میری طرف سے — اے اللہ — قوت دے اُسے — ساتھ روح

میری طرف سے جواب دے۔ اے اللہ تو رُوح القدس

الْقُدُسِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

قدس

سے اس کی تقویت کر۔ متفق علیہ ہے۔

یَوْمُ قُرَیْظَہ: بنو قریظہ کی جنگ۔ قریظہ یہودِ مدینہ کا ایک قبیلہ تھا۔ اس نے جنگِ خندق میں اہل اسلام سے غداری کی تھی۔ اس جنگ کے خاتمہ پر حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے غداری کی سزا دینے کے لئے ان پر فوج کشی کی۔

حسّان بن ثابت: انصاری شاعر تھے حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی خدمت میں اشعار کہا کرتے تھے۔ کفّار کی ہجو میں کمال رکھتے ان کا دیوان شعری سرمایہ ہی نہیں بلکہ اس وقت کا تاریخی تذکرہ بھی ہے۔

ھَجَا ہجو کی **یَھْجُو** ہجو کرتا ہے۔ **اُھْجُ** ہجو کر

اَیَّدَ قوت دی۔ **اَیْد** = قوت

اَجِبْ عَنِّی: میری طرف سے جواب دے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ کفار کی ہجو جواباً کی جاتی تھی۔

رُوْحُ الْقُدُس: جبرئیل

Marfat.com

وَعَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى

اور سے عائشہ کہ یقیناً

اور عائشہؓ سے (روایت ہے) کہ یقیناً رسول اللہ صلی اللہ

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اُهْجُوا قُرَيْشًا

فرمایا ہجو کرو قریش

علیہ وسلم نے فرمایا، قریش کی ہجو کرو

فَإِنَّهُ أَشَدُّ عَلَيْهِمْ مِنْ رَشْقِ

کیونکہ یقیناً وہ سخت تر ان پر سے بوچھاڑ

کیوں کہ یہ ان پر تیروں کی بوچھاڑ سے سخت تر

النَّبْلِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

تیر

ہے۔ اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

نَبْل: تیر۔ اس سے لفظاً واحد نہیں آتا۔ سَهْم ہی اس کا واحد سمجھا جاتا ہے۔

اُهْجُوا قُرَيْشًا سے مخاطب شاعر صحابۂ کرام تھے۔ مثلاً حسّان بن ثابتؓ اور عبداللہ بن رواحہؓ وغیرہ۔

Marfat.com

وَعَنْهَا قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ

اور سے وہ کہا سُنا میں نے

اور ان سے (روایت ہے)[1] انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لِحَسَّانٍ

کہتے کو حسان

صلی اللہ علیہ وسلم کو حسان سے فرماتے سنا (کہ)

اِنَّ رُوْحَ الْقُدُسِ لَا يَزَالُ يُؤَيِّدُكَ

یقیناً جبرئیل مسلسل ہے تقویت کرتا ہے تیری

جبرئیل برابر تمہاری تقویت کرتا ہے۔

مَا نَافَحْتَ عَنِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ

جب تک حمایت کی تو نے از طرف اللہ اور رسول اس کا

جب تک تم اللہ اور اس کے رسول کی حمایت کرتے ہو

وَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

اور کہا سنا میں نے

اور انہوں نے کہا (کہ) میں نے رسول اللہ صلی اللہ

[1] یعنی حضرت عائشہ سے

Marfat.com

عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ هَجَاهُمْ حَسَّانُ

فرماتے ہجو کی ان کی حسان

علیہ وسلم کو فرماتے سُنا، حسان نے ان کی ہجو کی

فَشَفٰى وَاشْتَفٰى رَوَاهُ مُسْلِمٌ

اور تشفی کی اور تشفی پائی

اور تشفی کی اور تشفی پائی ۔ مسلم نے اس کی روایت کی ہے

زَالَ = زائل ہوا ۔ کم ہوا ۔ یَزَالُ زائل ہوتا ہے ۔ لَا یَزَالُ = زائل نہیں ہوتا ۔ مسلسل رہتا ہے ۔

نَفَحَ روکا نَافَحَ مقابلہ کیا نَافَحَ عَنْهُ ۔ اس کی مدافعت یا حمایت کی ۔

شَفٰى : شفا دی ۔ مرض سے نجات دی ۔ رنج دور کیا

اِشْتَفٰى ۔ شفا پائی ۔ رنج سے نجات پائی ۔

وَعَنِ الْبَرَاءِ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

اور سے براء کہا تھا

اور براء سے (روایت ہے) انہوں نے کہا (کہ) رسول اللہ

Marfat.com

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْقُلُ التُّرَابَ

مٹی (ڈھوتا تھا)

صلی اللہ علیہ وسلم خندق کے موقع پر مٹی ڈھوتے تھے

يَوْمَ الْخَنْدَقِ حَتّٰى اِغْبَرَّ بَطْنُهُ يَقُوْلُ

دن موقع خندق غبار آلود ہوا پیٹ اس کا کہتا (تھا)

یہاں تک کہ آپ کا بطن (غبار آلود ہو گیا (اور) کہتے تھے

وَاللّٰهِ لَوْ لَا اللّٰهُ مَا اهْتَدَيْنَا

قسم اللہ اگر نہ اللہ نہ ہدایت پائی ہم نے

اللہ کی قسم (اللہ) کا کرم نہ ہوتا (تو) ہم ہدایت نہ پاتے

وَلَا تَصَدَّقْنَا وَ لَا صَلَّيْنَا

اور نہ صدقہ دیا ہم نے اور نہ نماز پڑھی ہم نے

اور نہ ہم صدقہ دیتے اور نہ ہم نماز پڑھتے

فَاَنْزِلَنْ سَكِيْنَةً عَلَيْنَا

تو ضرور نازل کر سکون ہم پر

تو ہم پر سکون نازل کر

Marfat.com

وَثَبِّتِ الْاَقْدَامَ اِنْ لَّاقَيْنَا

اور | پختہ رکھ | قدم | اگر | سامنا کیا ہم نے

اور جب ہمارا (دشمن سے) سامنا ہو تو ہمارے قدم پختہ رکھ

اِنَّ الْاُوْلٰی قَدْ بَغَوْا عَلَيْنَا

یقیناً | یہ | ہے | پیش دستی کی | ہم پر

انہوں نے ہم پر پیش دستی کی ہے

اِذَا اَرَادُوْا فِتْنَةً اَبَيْنَا

جب | چاہا انہوں نے | فتنہ | انکار کیا ہم نے

جب انہوں نے فتنہ چاہا (تو) ہم نے انکار کیا

يَرْفَعُ بِهَا صَوْتَهُ اَبَيْنَا اَبَيْنَا

اٹھاتا تھا | اس پر | آواز | اس کی

آپ اس پر اپنی آواز اَبَیْنَا اَبَیْنَا بلند فرماتے

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

متفق علیہ ہے

یَوْمٌ: عربی میں عموماً جنگ کے لئے بھی آتا ہے۔
اِغْبَرَّ: غبار آلود ہوا۔ اِغْبِرَار اس سے مصدر ہے۔
هَدٰی: ہدایت دی۔ اِهْتَدٰی ہدایت پائی۔ اِهْتَدَيْنَا ہم نے ہدایت پائی۔
اَنْزَلَ: اتارا۔ اَنْزِلَنْ نون خفیفہ سے امر کا صیغہ ہے۔
ثَبَّتَ: قائم رکھا۔ ثَبِّتْ قائم رکھ

اَقْدَام: جمع ہے قَدَم کی

لَاقَی یَلقِیَ سے مفاعلہ کے باب میں ہے۔ اس کے معنی ہیں: آمنے سامنے ہوئے۔ دو بدو ہوئے

اُولیٰ: ھٰؤُلاءِ = یہ۔ ایک روایت میں اِنَّ الاُولیٰ کے بجائے وَالمُشْرِکُوْن ہے۔

فِتْنَہ کا لفظ کئی معنی رکھتا ہے۔ یہاں دین سے پھیرنے کی کوشش مراد ہے۔ عرب کے مشرک چاہتے تھے کہ اہل اسلام دین کو چھوڑ کر ان کی صفوں میں شامل ہو جائیں۔ اس مقصد کے لئے انہوں نے مسلمانوں پر دلدوز ستم کئے اور ان پر بارہا فوج کشی کی۔ لیکن اہل اسلام نے ان کی اس خواہش کے آگے جھکنے سے ہمیشہ انکار کر دیا۔

اَبیٰ: اس نے انکار کیا۔ اَبَیْنَا ہم نے انکار کیا۔ اَبَیْنَا اَبَیْنَا کی تکرار سے یہ مراد ہے کہ انہوں نے بار بار سختی کی کہ ہم دین سے دست بردار ہو جائیں۔ لیکن ہم نے ہر بار ڈٹ کر انکار کر دیا۔

جنگ خندق:

یہ غزوہ ہجرت کے پانچویں برس مدینہ کی سرزمین میں واقع ہوا تھا۔ عرب کے یہود اور مشرکین نے اتحاد کر کے تقریباً چوبیس ہزار کی فوج گراں تیار کی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان کی تیاریوں کی پہلے ہی خبر مل گئی۔ چند ہزار مسلمانوں کے لئے مشکل تھا کہ کھلے میدان میں اتنے بڑے لشکر سے طاقت آزمائی کرتے اس لئے فیصلہ ٹھہرا کہ مدینہ کی جو اطراف کھلی ہیں اور ان سے دشمن شہر میں داخل

Marfat.com

ہوسکتا ہے وہاں خندق کھود دی جائے۔ تقریباً تین ہزار صحابہؓ نے چھ روز میں تین چار میل خندق کھود لی جو چار پانچ گز چوڑی اور اتنی ہی گہری تھی۔ زمین سخت تھی۔ موسم خراب تھا اور رسد کی کمی تھی۔ بارہا فاقہ گزر گیا۔ تاہم صحابہ کرامؓ نے نہایت ہمت سے کام لیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب کے ہمراہ خندق کھودنے میں برابر کا حصّہ لیا جیسا کہ حدیث زیرِ نظر سے ظاہر ہے۔ آپؐ خود مٹی ڈھوتے تھے جس سے بدن مبارک غبار آلود ہو جاتا تھا۔ آپؐ کا عزم دیکھ کر صحابہؓ کی ہمت اور بڑھتی تھی۔ بعض دفعہ ان کا دل بڑھانے کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام رجزیہ اشعار بھی پڑھتے تھے جن میں اصحاب کرامؓ بھی آپؐ کی ہم نوائی کرتے۔ قدوسی صدائیں مدینہ کی پاک سرزمین میں بلند ہوتیں۔ پہاڑوں میں گونج پیدا ہوتی اور ولولوں کا طلسم بڑھ جاتا تھا۔

ان اشعار کو دیکھئے تصنع اور مبالغہ سے یکسر پاک ہیں۔ سیدھے سادے الفاظ ہیں لیکن حرف حرف میں جذبات کا سمندر ابل رہا ہے آئندہ حدیث کا تعلق بھی اسی واقعہ سے ہے۔

وَعَنْ اَنَسٍ، قَالَ جَعَلَ الْمُهَاجِرُوْنَ

اور سے انس کہا شروع کیا

اور انس سے (روایت ہے)۔ انہوں نے کہا (کہ) مہاجرین

Marfat.com

بَابُ

حِفْظُ اللِّسَانِ وَالْغِيْبَةِ وَالشَّتْمِ

Marfat.com

حِفظُ اللِّسَان

معنی و مفہوم

حِفظُ اللِّسَان کے لغوی معنی ہیں:
زبان کی نگہداشت کرنا یا اپنے قابو میں رکھنا۔ مراد یہ ہے کہ زبان کو اپنے مقصد سے بھٹکنے نہ دیا جائے اور اسے اپنی حدود کے اندر رکھا جائے۔

زبان کے مقاصد

زبان کے مندرجہ ذیل مقاصد ہو سکتے ہیں:

۱۔ بیان: یعنی اپنی معلومات، مشاہدات اور افکار کا اظہار

۲۔ معاشرتی ربط: زبان معاشرتی ارتباط کا ایک بنیادی وسیلہ ہے۔
اِنَّ مِنَ الْبَیَانِ لَسِحْرًا یعنی زبان سے تسخیرِ قلب ہوتی ہے اور دل کو دل سے راہ ہوتی ہے۔

برا کلام چونکہ ارتباط کے بجائے افتراق پیدا کرتا ہے اس لئے اسے ہُجر کہتے ہیں۔ حدیث میں ہے لَا تَقُولُوا هُجْرًا[1] (بد کلامی نہ کرو)

زبان کی حدود

زبان کی حدود یہ ہیں کہ آدمی صرف وہ بات کہے جس میں بھلائی ہو۔ برا کلام درکنار اس کلام سے بھی پرہیز کرے جو عبث اور مشتبہ ہو۔

عبث کلام وہ ہے جس میں نہ نفع ہو نہ ضرر۔ اور مشتبہ کلام اسے کہتے ہیں جس میں نفع و ضرر دونوں کا احتمال ہو۔

حدیث میں حِفظُ اللِّسَان کا راز یوں بیان ہوا ہے:

---

[1] مفردات راغب

Marfat.com

كُفَّ لِسَانَكَ إِلَّا عَنْ خَيْرٍ[1] (ترجمہ: زبان کو بھلی بات کے سوا ہر چیز سے روک لے)

دراز نفسی سے ان الفاظ میں منع فرمایا گیا ہے:

إِنَّ اللهَ يَكْرَهُ لَكُمُ الْبَيَانَ كُلَّ الْبَيَانِ (احیاء العلوم، حقوق الاخوۃ)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کو تمہارے لئے باتیں ہی باتیں ناپسند ہیں۔

حفظ اللسان زبان کا دامن عمل بے کنار ہے۔ ایمان اور عمل کی بنیاد رکھنے میں زبان وافر حصہ لیتی ہے۔

ایمان کا مدار قلب پر ہے اور قلب کی استقامت زبان کی استقامت پر مبنی ہے۔ اس لئے ایمان کے لئے تصدیق بالقلب کے ساتھ اقرار باللسان لازم ہے۔ اس اقرار باللسان کو ارکانِ اسلام میں اوّلیں درجہ حاصل ہے ایمان اور زبان کے باہمی ربط کا مندرجہ ذیل حدیث سے اندازہ ہو سکتا ہے:

مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْمُتْ[2]۔ ترجمہ: جو شخص اللہ پر اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیئے کہ بھلی بات کہے یا چپ رہے۔

مراد یہ ہے کہ آدمی کو ایمان کی سلامتی درکار ہے تو زبان کو قابو میں رکھے۔ عمل بہت حد تک کلام کا تابع ہوتا ہے۔ اعضائے بدن کی نیاد تیں زبان کے ماتحت ہیں۔ حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ زبان راست رو ہو تو دیگر اعضاء بھی سیدھی راہ چلتے ہیں اور اگر وہ بہک جاتی تو یہ بھی گمراہ ہو جاتے ہیں۔

---

[1] الترغیب والترہیب جلد ۳۔ [2] اربعین نووی بحوالہ صحیحین۔

Marfat.com

زبان کی سلطنت شخصی اعمال تک ہی محدود نہیں بلکہ جملہ علوم وفنون اور خیالات و نظریات پر بھی چھائی ہوئی ہے۔ علوم وافکار کے لئے الفاظ کے ظروف لابدی ہیں اور ان ظروف کی صانع زبان ہے۔ زبان ناقص ہو تو تصورات اور تخیلات بھی ناقص ہوتے ہیں۔

الفاظ کے بغیر تخیل کا وجود نا ممکن ہے۔ تخیل اپنی معنویت کے لئے الفاظ کا محتاج ہے بلکہ بعض لوگ تو فکر و تخیل کو "خاموش کلام" سے تعبیر کرتے ہیں۔ ایک ماہر نفسیات میکس مُلر تو یہاں تک کہہ گیا ہے کہ سوچنا خاموشی سے بولنا ہے اور بولنا آواز کے لباس میں سوچنا ہے۔ اگرچہ یہ دعویٰ نقص سے خالی نہیں لیکن اس میں حقیقت کی طرف ایک واضح اشارہ ضرور ہے۔

زبان کی تخلیقات نہایت پائیدار اور قوی الاثر ہوتی ہیں۔ ہر لفظ اور ہر صوت ایک زندہ قوت ہوتی ہے جو فضا میں متحرک نقوش یا لہروں کی صورت میں آباد ہو جاتی ہے۔ جدید سائنس نے انکشاف کیا ہے کہ ہر صوت جداگانہ ہستی رکھتی ہے جو قوت یعنی انرجی ENERGY کا ایک متشکل جزو ہوتی ہے۔

صوت ایک فعّال قوّت ہے۔ اس میں زندگی اور ہلاکت ہر دو کی تاثیر ہوتی ہے۔ اچھی اصوات پیغامِ حیات لاتی ہیں اور بُری اصوات ہلاکت بدوش ہوتی ہیں۔ ان کا اثر حیوانات اور نباتات پر ہی نہیں بلکہ جمادات پر بھی ظاہر ہوتا ہے۔ حالیہ تجربات سے ثابت ہو چکا ہے کہ موسیقی سے پودوں کی نشو و نما بہتر اور تیز تر ہو جاتی ہے۔ آج اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی بالواسطہ تائید ہو رہی ہے کہ اگر قرآن کو پہاڑوں پر نازل کیا جاتا تو وہ دہشت سے پارہ پارہ ہو جاتے۔

الفاظ زندہ وجود رکھتے ہیں اور فضائے بسیط میں پرواز کر کے اپنا نشیمن تلاش کرتے ہیں۔ جس شخص یا چیز کے شایاں ہوتے ہیں اثر کر اسے متاثر کرتے ہیں۔ باب زیرِ نظر کی دوسری فصل میں ایک حدیث آتی ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ منہ سے نکلی ہوئی لعنت فضا میں ادھر اُدھر پرواز کرنے کے بعد اس شخص پر اترتی ہے جو اس کا سزاوار ہو۔

اصوات کی جداگانہ ہیئات ثابت ہو چکیں۔ اب کوئی دن جاتا ہے کہ ان کی بُو بھی سائنس کی تجربہ گاہوں میں سندِ وجود حاصل کر لے۔ صدیوں کے تجربات کو کون جھٹلا سکتا ہے۔ بعض اشخاص کے پاس بیٹھنے سے دل کو فرحت ہوتی ہے۔ بدمذہب افراد کے جسم سے بدبو اٹھتی رہتی ہے۔ جب عقیدہ اور خیال بُو رکھتے ہیں تو اصوات والفاظ اس سے کیوں کر خالی ہوں گے۔ حدیث ہے کہ جب بندہ جھوٹ بولتا ہے تو اس کے کلام کی بدبو سے فرشتہ ایک میل دور ہٹ جاتا ہے[۱]۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ ایک بار اچانک بدبودار جھونکا آیا جنابِ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کیا تم جانتے ہو یہ جھونکا کیا تھا؟ یہ ان لوگوں کی بُو تھی جو مومنین کی غیبت کر رہے ہیں[۲]۔

بدن کی صفائی، خیالات کی صفائی پر اثر انداز ہوتی ہے۔ اسی طرح خیالات اور کلمات بھی بدن کی صفائی کو متاثر کرتے ہیں۔ ایک دفعہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دو اشخاص کو غیبت کرنے کی بنا پر

---

[۱] مشکوٰۃ، الترغیب والترہیب بحوالہ ترمذی وابن ابی الدنیا۔

[۲] الترغیب والترہیب بحوالہ احمد وابن ابی الدنیا۔

Marfat.com

دوبارہ وضو کرنے کا حکم دیا تھا۔ صوفیہ کرامؒ کا قاعدہ تھا کہ دل میں کوئی بُرا خیال بھی گزرتا تو غسل فرماتے تھے۔ دورِ جدید میں تو یہاں تک ثابت ہو چکا ہے کہ ناپاک خیالات سے بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔

زبان ذہنیت کی تشکیل میں بہت دخل رکھتی ہے۔ حافظہ اور زبان کا آپس میں جو تعلق ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ اگر کسی درس کو حافظہ کے سپرد کرنا ہو تو خاموشی سے یاد کرنے کے بجائے زبان سے بول کر رٹنے سے جلد کامیابی ہوتی ہے۔ زبان کو ذہن کے دوسرے ملکات پر بھی دسترس حاصل ہے۔

زبان کی صفائی سے ذہن کی صفائی اور کلام کے حسنِ ترتیب سے ذہن کا حسنِ ترتیب حاصل ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ زبان کی نوک پلک اور اسلوب کی بہت نگہداشت کی جاتی ہے۔ اخلاقی انحطاط کے دور میں زبان پر بھی انحطاط آجاتا ہے۔

حسنِ کلام حسنِ عمل کی تمہید ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ حسنِ کلام جنت میں داخل کرتا ہے۔

صاف اور شائستہ کلام کے لئے از بس ضروری ہے کہ بے مطلب اور غیر متعلق مواد سے خالی ہو ارشادِ نبوی ہے :

مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْکُہٗ مَا لَا یَعْنِیْہِ (مشکوٰۃ)

ترجمہ : انسان کا حسنِ اسلام ایک یہ ہے کہ لا یعنی چیز کو چھوڑ دے۔

ایک اور حدیث ہے :

لَا تَقُلْ بِلِسَانِكَ اِلَّا مَعْرُوْفًا [1] ۔ ترجمہ : زبان سے

---

[1] الترغیب والترہیب جلد ۳۔

صرف شائستہ بات کہو۔

اس کی مزید وضاحت اس حدیث میں ہے:

اَکْثَرُ النَّاسِ ذُنُوْبًا اَکْثَرُھُمْ کَلَامًا فِیْمَا لَا یَعْنِیْہِ[1]

ترجمہ: سب سے زیادہ گنہگار وہ ہوتا ہے جو سب سے زیادہ بے مطلب کلام کرتا ہے۔

مراد یہ ہے کہ زائد از کار باتوں سے ذہن میں غلط خیالات پیدا ہوتے ہیں جو گناہ میں ڈھلتے رہتے ہیں۔ اسی کے پیش نظر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ جو مجھے زبان اور شرمگاہ کی (حفاظت کی) ضمانت دے میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔

زبان شخصیت کی آئینہ دار ہوتی ہے۔ شخصیت کی نمود اور مظاہرہ تقریباً سب کو عزیز ہوتا ہے۔ زبان اس مظاہرہ کا سہل ترین ذریعہ ہے اس لئے بسطِ کلام کا رجحان بالخصوص ان لوگوں میں جو ٹھوس شخصیت سے محروم ہوں۔ عام پایا جاتا ہے۔ لیکن اظہار شخصیت کا یہ کوئی ٹھوس ذریعہ نہیں بلکہ بناوٹی اور مصنوعی وسیلہ ہے اس لئے خطاؤں اور لغزشوں سے لبریز ہوتا ہے۔ مندرجہ ذیل احادیث اس کی شاہد ہیں:

اتنی لغزش پاؤں سے نہیں ہوتی جتنی زبان سے ہوتی ہے۔

اکثر خطائیں زبان کی ہوتی ہیں۔

---

[1] الترغیب والترہیب جلد ۳۔

Marfat.com

سب سے بڑھ کر دوزخ میں داخل کرنے والا منہ ہے۔

انسان زبان فرسائی کے ذریعے کوشش تو یہ کرتا ہے کہ سننے والوں پر اپنی شخصیت کا خوش نما نقش بٹھائے لیکن ہوتا یہ ہے کہ اپنی کئی پوشیدہ خامیوں اور کوتاہیوں سے نادانستہ پردہ اٹھا دیتا ہے۔

حدیث میں آیا ہے:

مَنْ حَفِظَ لِسَانَهُ سَتَرَ اللّٰهُ عَوْرَتَهُ۔[1]

ترجمہ: جس نے زبان کو سنبھالا اللہ نے اس کا پردہ رکھا۔

کلمات کا چونکہ دیرپا اور دور رس اثر ہوتا ہے اس لئے بہتیرے فقرے ایسے ہوتے ہیں کہ آدمی انہیں معمولی سمجھتا ہے لیکن وہ انسان کو سیدھے دوزخ میں پہنچاتے ہیں۔ کثرتِ کلام سے سینکڑوں ایسے ہی فقرے زبان سے ادا ہو جاتے ہیں۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کی ناراضی کی کوئی ایسی بات کہہ جاتا ہے جس کی اسے پروا نہیں ہوتی اور وہ اس سے دوزخ میں گرے چلا جائے گا۔[2]

الفاظ کی تاثیر سے لوگ عموماً بے توجہ رہتے ہیں۔ انہیں اس بات کی خبر نہیں ہوتی کہ بظاہر نہایت ہلکے الفاظ نے اعمال کے کتنے ہی سفینوں کو غرقاب کیا ہے۔ ایک صحابیؓ کا بیان ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا، کیا تجھے نہ بتاؤں کہ دین کا سر آغاز اور پایہ اور رفعت کیا ہے؟ میں نے عرض کیا، ہاں، یا رسول اللہ! آپؐ نے فرمایا، دین کا سر آغاز اسلام ہے۔ اس کا پایہ نماز ہے اور اس کی رفعت

---

[1] الترغیب والترہیب جلد ۳۔ [2] ریاض الصالحین بحوالہ بخاری۔

Marfat.com

جہاد ہے۔ پھر فرمایا، کیا اس سب کا قوام نہ بتاؤں؟ میں نے عرض کیا، ہاں! یا رسول اللہ! آپؐ نے اپنی زبان پکڑی اور فرمایا، اس کو اپنے تک روکے رکھ۔ میں نے عرض کیا، یا نبی اللہ! کیا ہم اپنی باتوں کے بدلے بھی پکڑے جائیں گے؟ فرمایا، تیری ماں تجھے کھوئے، کیا لوگوں کو آگ میں منہ کے بل ان کی زبانوں کی حاصلات کے سوا کوئی اور چیز گرائے گی (اربعین نووی بحوالہ ترمذی)

زبان کا تقویٰ زبان کا اپنے مقاصد سے نہ ہٹنا اور حدود کا پابند رہنا اس کا تقویٰ ہے۔ یہی حفظ اللسان ہے۔

جس طرح عام اخلاق کی بنا تقویٰ پر ہوتی ہے اسی طرح لسانی عمل کی بنا بھی تقویٰ پر ہے جو آدمی کلام میں تقویٰ رکھنے سے عاجز ہو اس سے دیگر اعمال میں پرہیزگاری کی کیا امید ہو گی۔ کلام کی کثرت دل کو نرمی اور گداز سے محروم کر دیتی ہے۔ حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ جو کثرتِ کلام ذکرِ الٰہی سے خالی ہو وہ دل کو پتھر کر دیتی ہے۔ مراد یہ ہے کہ اس کے ہاتھوں آدمی طبع سلیم اور حسن ذوق سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔ اس سے نیک و بد کی تمیز رخصت ہو جاتی ہے۔ فرمان نبوی ہے:

لَا يَبْلُغُ الْعَبْدُ حَقِيْقَةَ الْاِيْمَانِ حَتّٰى يَخْزُنَ مِنْ لِسَانِهٖ
(الترغیب والترہیب)

ترجمہ: انسان جب تک اپنی زبان کو بند نہ کر سکے وہ ایمان کی حقیقت تک نہیں پہنچ سکتا۔

ایمان کی حقیقت یہی ہے کہ آدمی حق و باطل میں تمیز کر سکے۔

بے قابو زبان کی آفتیں زبان کو قابو میں نہ رکھا جائے تو جیسا کہ بابِ زیرِ نظر کی احادیث سے ثابت ہوتا ہے اس

Marfat.com

سے بے شمار آفتیں پیدا ہوتی ہیں جن میں سے بعض درج ذیل ہیں۔

۱۔ باطل گفتگو، بے کار مسئلے، لایعنی سوالات۔

۲۔ مراء یعنی ناحق بحثنا۔

۳۔ خصومت، ناحق اور بلند بانگ دعوے پیش کرنا اور دوسروں سے لڑائی باندھ لینا۔

۴۔ فحش کلامی۔ یاوہ گوئی۔

۵۔ اخلاق سوز شعر و موسیقی۔

۶۔ فساد انگیزی۔ افراد اور معاشرے میں جھگڑے اٹھانا۔

۷۔ غیبت۔

۸۔ خودستائی۔ ریاکاری۔

۹۔ طعنہ زنی

۱۰۔ پردہ دری

۱۱۔ شماتت یعنی کسی کی مصیبت پر خوشی کا اظہار کرنا

۱۲۔ کسی کی ہنسی اڑانا۔

۱۳۔ گھٹیا مذاق

۱۴۔ لعنت گوئی

۱۵۔ افشائے راز

۱۶۔ وعدہ شکنی

۱۷۔ دروغ

۱۸۔ برائی کی اشاعت

۱۹۔ منافقت۔

Marfat.com

انہی آفات کے پیش نظر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ زبان سے بڑھ کر کوئی چیز طویل پابندی کی سزاوار نہیں (الترغیب والترہیب)

غالباً اسی وجہ سے بنو اسرائیل میں خاموشی کا روزہ ہوا کرتا تھا۔ ایک زبان کی پابندی سے ہزاروں راحتیں پیدا ہوتی ہیں۔ فرمان نبوی ہے۔

طُوْبٰی لِمَنْ مَلَكَ لِسَانَهٗ۔ (الترغیب والترہیب)

ترجمہ: جس نے زبان پر قابو پایا اس کے لئے راحت ہے۔

خاموشی کی اہمیت

بے قابو زبان جو آفتیں لاتی ہے ان کے پیش نظر بے لگام بولنے سے خاموشی ہزار درجہ بہتر ہے۔

حدیث ہے:

مَنْ صَمَتَ نَجَا۔

ترجمہ: جو خاموش ہوا اس نے نجات پائی۔

مراد یہ ہے کہ اس نے بہر نوع کلام کی آفتوں سے نجات پائی۔ لیکن حقیقی فضیلت اسی خاموشی میں ہے جس کے ہمراہ فکر وتدبر اور مطالعہ ہو۔ ایسی ہی خاموشی کے بارے میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ ساٹھ سال کی عبادت سے افضل ہے۔

Marfat.com

بَابُ حِفْظِ اللِّسَانِ وَالْغِیْبَةِ وَالشَّتْمِ

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

عَنْ سَھْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ

سے کہا فرمایا

سہل بن سعد سے (روایت ہے) انہوں نے کہا (کہ)

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

مَنْ یَّضْمَنُ لِیْ مَا بَیْنَ لَحْیَیْہِ وَمَا

جو ضمانت دیتا ہے مجھ کو جو درمیان دو جبڑے اس کے اور جو

جو مجھے ضمانت دیتا ہے اس کے جبڑوں کے درمیان اور اس کی

بَیْنَ رِجْلَیْہِ اَضْمَنُ لَہُ الْجَنَّۃَ

درمیان دو پاؤں اس کے ضمانت دیتا ہوں اس کو جنت

ٹانگوں کے درمیان کی چیز کی میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں

Marfat.com

رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ

بیان کیا اسے بخاری۔

اسے بخاری نے بیان کیا ہے۔

لَحْیٌ: جبڑے کی ہڈی۔ جبڑا۔ لَحْیَان۔ جبڑے۔ مَا بَیْنَ لَحْیَیْہِ جو جبڑوں کے درمیان ہے یعنی زبان۔ مَا بَیْنَ رِجْلَیْہِ جو دو ٹانگوں کے درمیان ہے یعنی شرمگاہ۔

زبان درازی اور شہوت رانی ہی اکثر گناہوں کے موجب ہوتے ہیں جو ان کے فتنہ سے محفوظ ہو، وہ جنت کا حق دار ہو جاتا ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ

اور سے کہا فرمایا

اور ابو ہریرہؓ سے (روایت ہے)۔ انہوں نے کہا (کہ)

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

اِنَّ الْعَبْدَ لَیَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ

کہ یقیناً بندہ بولتا ہے ساتھ بات

کہ بندہ اللہ کی رضا کی بات کہہ جاتا ہے۔

مِنْ رِضْوَانِ اللّٰهِ لَا يُلْقِي لَهَا

سے رضا نہیں رکھتا لئے اسکے

جس کا اسے دھیان نہیں

بَالًا يَرْفَعُ اللّٰهُ بِهَا دَرَجَاتٍ

دھیان بلند کرتا ہے اللہ ساتھ اسکے درجے

ہوتا۔ اللہ اس سے (اس کے) درجے بلند کر دیتا ہے

وَاِنَّ الْعَبْدَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ

اور کہ یقیناً بندہ بولتا ہے ساتھ بات

اور بندہ اللہ کی ناخوشی کی بات کہہ

مِنْ سَخَطِ اللّٰهِ لَا يُلْقِي لَهَا بَالًا

سے ناخوشی نہیں رکھتا لئے اسکے دھیان

جاتا ہے جس کا اسے دھیان نہیں ہوتا

يَهْوِي بِهَا فِي جَهَنَّمَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ

گرے گا بسبب اسکے بیچ جہنم

وہ اس سے جہنم میں گرے گا۔ بخاری نے اس کی روایت کی۔

Marfat.com

وَفِي رِوَايَةٍ لَهُمَا يَهْوِي بِهَا

اور میں روایت ان دو کی[1] گرے گا بسبب اس کے

اور شیخین کی ایک روایت میں ہے (کہ) وہ اس سے

فِي النَّارِ أَبْعَدَ مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ

میں آگ بعید تر جو درمیان مشرق

آگ میں گرے گا مشرق و مغرب کے فاصلہ

وَالْمَغْرِبِ۔

اور مغرب۔

سے بھی بڑھ کر دور تر۔

أَنْعَمَ۔ ڈالا رکھا۔ يُلْقِي ڈالتا ہے۔ رکھتا ہے۔ بال دل بحال۔ دل میں گزرنے والی بات۔ دھیان۔ مَا بَيْنَ جو درمیان ہے۔ یہاں فاصلہ مراد ہے

حدیث کا مقصود یہ ہے کہ ہمیشہ سوچ سمجھ کر بولنا چاہیے۔ مبادا زبان سے کوئی ایسا کلمہ نکل جائے جس کی پاداش جہنم ہو۔

---

[1] بخاری و مسلم مراد ہیں۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ

اور سے

اور عبداللہ بن مسعود سے (روایت ہے)۔

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

کہا فرمایا

انہوں نے کہا (کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِبَابُ الْمُسْلِمِ

برا کہنا مسلم

وسلم نے فرمایا (کہ) مسلمان کو برا کہنا فسق ہے

فُسُوْقٌ وَقِتَالُهٗ كُفْرٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

بد عملی اور لڑنا اس سے کفر متفق علیہ

اور اس کی جان پر حملہ کرنا کفر ہے متفق علیہ ہے۔

سِباب کے دو معنی ہو سکتے ہیں :۔ (۱) سَبّ سے اسم مصدر۔ اس صورت میں دوسرے مصدر سَبّ کے مقابلہ میں اس میں زیادہ مبالغہ ہوتا ہے۔ سَبّ کے معنی ہیں حقیقی عیوب بیان کرنا اور سِباب کے معنی ہیں کسی میں سچ اور جھوٹ دونوں طرح کے عیب بتانا۔

وَالْاَنْصَارُ يَحْفِرُوْنَ الْخَنْدَقَ وَيَنْقُلُوْنَ

کھودتے (تھے) خندق اور ڈھوتے (تھے)

اور انصار نے خندق کھودنا اور مٹی ڈھونا شروع

التُّرَابَ وَهُمْ يَقُوْلُوْنَ

مٹی اور وہ کہتے (تھے)

کیا اور (ساتھ ہی) کہتے تھے

نَحْنُ الَّذِيْنَ بَايَعُوْا مُحَمَّدًا

ہم جو بیعت کی ہم نے

ہم وہ ہیں جنہوں نے محمدؐ کی بیعت کی ہے

عَلَى الْجِهَادِ مَا بَقِيْنَا اَبَدًا

پر جہاد جبتک ہم رہے دائماً

جہاد پر ہردم جب تک زندہ ہیں

يَقُوْلُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ

اور

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے اور

Marfat.com

هُوَ يُحِبُّهُمْ

وہ محبت رکھتا تھا ان سے

آپؐ کو ان سے محبت تھی

اَللّٰهُمَّ لَا عَيْشَ اِلَّا عَيْشُ الْاٰخِرَه

اے ہمارے اللہ نہیں زندگی مگر زندگی آخرت

اے ہمارے اللہ زندگی صرف آخرت کی زندگی ہے

فَاغْفِرِ الْاَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَه

تو بخش انصار اور مہاجرین

تو انصار اور مہاجرین کی مغفرت کر

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

متفق علیہ ہے

حَفَرَ کھودا۔ يَحْفُرُوْنَ کھودتے ہیں
مُهَاجِرَه = مہاجرین کا گروہ

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

اور ابو ہریرہ سے (روایت ہے)۔ انہوں نے کہا (کہ) رسول اللہ

Marfat.com

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاَنْ يَّمْتَلِئَ

کہ[1] بھرے

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کسی آدمی کا سینہ بھر

جَوْفُ رَجُلٍ قَيْحًا يَّرِيْهِ خَيْرٌ مِّنْ

سینہ آدمی پیپ گلادے اسے بہتر سے

جائے پیپ سے جو اسے گلادے (تو) اس سے بہتر ہے کہ

اَنْ يَّمْتَلِئَ شِعْرًا ۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

کہ بھرے شاعری

شاعری سے لبریز ہو ۔ متفق علیہ ہے ۔

مَلَأَ بھر دیا اِمْتَلَأَ بھر گیا يَمْتَلِئُ بھر جاتا ہے اَلْوَرْیُ ایک بیماری ہے جس میں پھیپھڑوں کا کچھ حصہ پیپ سے بھر کر گل سڑ جاتا ہے۔ غالباً اِسی کا طبی نام ذَاتُ الْجَنْب ہے جسے انگریزی میں پلورزی کہتے ہیں قَیْح پیپ وَرَی الْقَیْحُ جَوْفَہٗ اس کے سینے میں پیپ بھر گئی یا اسے پلورزی ہوگئی وَرْیٌ سے يَرِيْ مضارع ہے جَوْف خالی جگہ۔ اس سے پیٹ اور سینہ دونوں مراد ہو سکتے ہیں لیکن یہاں سینہ مراد ہے کیوں کہ۔

(۱) ذات الجنب سینہ میں ہوتی ہے (۲) دل سینہ میں ہے اور اشعار کا خزینہ بھی سینہ ہی ہوتا ہے

---

[1] لام زائد ہے۔ تاکید کے معنی دے رہا ہے۔

حدیث زیرِ نظر میں شاعری سے یہ ممانعت نہیں کہ آدمی اسکے قریب ہی نہ جائے بلکہ مراد یہ ہے کہ آدمی شعر و سخن میں اس قدر کھو نہ جائے کہ کسی اور علم یا فن کی خبر ہی نہ رہے ایسی شاعری انسان کو تباہ کر دیتی ہے جس طرح ذات الجنب کا مرض اندر ہی اندر پیدا ہو کر بدن کو کھانے لگ جاتا ہے اسی طرح شاعری کا کلی غلبہ بھی زندگی کو چاٹ جاتا ہے۔ اقوام کی تاریخ دیکھیئے ان پر جب عمل کے بجائے شاعری کا تسلط ہوا تو وہ زندگی کی لگن سے محروم ہو گئیں اغیار نے ان پر تسلط جما لیا اور ذلت اور رسوائی کی زنجیروں میں جکڑ کر رہ گئیں۔ شاعری کے مرض سے ذات الجنب کا مرض بہر حال بہتر ہے کیونکہ اس میں آدمی گھل گھل کر موت سے تو ضرور ہمکنار ہوتا ہے لیکن ذلت اور رسوائی کا شکار نہیں ہوتا۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِی

کعب بن مالکؓ سے روایت ہے انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے شعر گوئی کے بارے میں جو نازل کیا سو کر دیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن اپنی تلوار اور زبان سے جہاد کرتا ہے۔ قسم اس کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ تم اس سے ان پر تیروں کی بوچھاڑ چلاتے ہو۔ اس کو شرح السنۃ میں روایت کیا ہے اور استیعاب ابن عبد البر میں ہے کہ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ شعر گوئی کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے تو آپؐ نے فرمایا کہ مومن اپنی تلوار اور اپنی زبان سے جہاد کرتا ہے۔

اور ابو امامہ سے منقول نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا حیاء اور کم گوئی ایمان کی شاخیں ہیں اور بیہودہ زبانی اور زیادہ گوئی نفاق کی شاخیں ہیں۔ اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

اور ابو ثعلبہ خشنی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت

؎ آپ دربارِ رسالت کے شاعر تھے اور کفار کو مرعوب کرنے کو رزمیہ اشعار کہتے تھے ؎ یعنی کعب بن مالکؓ نے۔

Marfat.com

کے روز مجھے تم میں سے سب سے پیارے اور سب سے قریب تر تم میں سے اخلاق کا بہترین لوگ ہوں گے اور میرے لیے سب سے ناپسندیدہ اور مجھ سے دور تر بن تم میں سے اخلاق کا بدترین اور زیادہ زبان اور بے باکی سے بولنے والے اور تکبر سے بجھ کر پیار نے والے ہوں گے اس کی روایت بیہقی نے شعب الایمان میں کی ہے۔ اور ترمذی نے اسی کے مانند جابرؓ سے روایت کی ہے اور ان کی روایت میں ہے کہ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ ہمیں ثرثارون (بے لگام بولنے والے) متشدقون (بے باکی سے بولنے والے) کا تو علم ہے لیکن متفیہقون کون ہیں؟ فرمایا تکبر کرنے والے۔

اور سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت نہیں آئے گی جب تک ایسے لوگ نمودار نہ ہوں گے جو اپنی زبانوں سے ایسے کھائیں گے جیسے گائیں اپنی زبان سے کھاتی ہیں[1] اس کی روایت احمد نے کی ہے۔

اور عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ کو ناگوار ہوتا ہے سمجھ دار شخص جو اپنی زبان کو ایسے گھماتا ہے جیسے گائیں (چارے پر) زبانیں پھیرتی ہیں۔ اس کی روایت ترمذی اور ابوداؤد نے کی ہے اور ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے۔

اور انسؓ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، معراج کی رات میں ایسے لوگوں کے پاس سے گزرا جن کے ہونٹ آتشی قینچیوں سے چاک کئے جا رہے تھے میں نے کہا، اے جبرئیل! یہ کون ہیں؟ بولا، یہ آپ کی امت کے وہ

---

[1] یعنی زبان سے اچھی اور بری، رطب و یابس ہر قسم کی کمائی کریں گے۔

Marfat.com

مقرر ہیں جو اپنے کیے پر عمل نہیں کریں گے۔ اس کی ترمذی نے روایت کی ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے۔

اور ابوہریرہؓ سے (روایت ہے)۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس نے کلام پر اس لئے تصرف حاصل کیا کہ لوگوں کے دل اسیر کرے اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس سے کوئی فرض یا نفل قبول نہیں کرے گا۔ اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔

اور عمرو بن العاص سے (روایت ہے) کہ ایک شخص (تقریر کے لئے) کھڑا ہوا اور بہت کلام کیا تو عمرو نے کہا اگر وہ تقریر میں اعتدال سے کام لیتا تو اس کے لئے بہتر ہوتا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے سنا ہے کہ میری رائے ہے یا مجھے حکم ہوا ہے[1] کہ میں کلام میں اختصار کروں کیوں کہ اختصار ہی بہتر ہے۔ اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔

اور صخر بن عبداللہ بن بُریدہ سے منجانب ان کے باپ کے از طرف ان کے دادا کے (روایت ہے) کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ بعض بیان جادو ہوتا ہے اور بعض علم جہل ہوتا ہے اور بعض شعر حکمت ہوتا ہے اور بعض قول بوجھ ہوتا ہے۔ اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

عائشہؓ سے (روایت ہے) انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ

---

[1] راوی کو الفاظ میں اشتباہ ہے۔

Marfat.com

علیہ وسلم مسجد میں حسّانؓ کے لئے ایک منبر رکھتے۔ وہ اس پر جم کر کھڑے ہوتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مفاخرت کرتے یا مدافعت کرتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے کہ حسان جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مفاخرت یا مدافعت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ روح القدس سے اس کو قوت دیتا ہے۔ اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔

اور انسؓ سے (روایت ہے) انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک حُدی خوان ہوتا تھا جسے انجشہ کہتے تھے۔ وہ خوش آواز تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا، اے انجشہ! دھیرے دھیرے! شیشے توڑ نہ دینا[1]۔ قتادہ کہتے ہیں کہ آپؐ کی مراد کمزور عورتوں سے تھی۔ متفق علیہ ہے۔

اور عائشہؓ سے (روایت ہے) انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شعر کا ذکر ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، وہ کلام ہے۔ اس کا خوب خوب ہے اور ناخوب ناخوب۔ اس کی روایت دارقطنی نے کی ہے اور شافعیؒ نے عروہؒ سے مرسلاً بیان کی ہے۔

اور ابوسعید خدری سے (روایت ہے)۔ انہوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ عرج کے مقام سے گزر رہے تھے کہ ایک

---

[1] راوی کا اشتباہ ہے [2] عورتوں کے لئے شیشے کا لفظ استعمال فرمایا۔ مراد یہ تھی کہ اونٹ تیز چلیں گے اور عورتوں کو تکلیف ہو گی۔

Marfat.com

شاعر شعر پڑھتا ہوا سامنے آیا۔ حضورؐ نے فرمایا، اس شیطان کو پکڑ دیا
روکو کیونکہ کسی شخص کے سینہ کا پیپ سے بھر جانا اس سے بہتر ہے
کہ وہ شعروں سے لبریز ہو۔ اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

اور جابرؓ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ موسیقی دل میں اسی طرح منافقت اگاتی ہے
جیسے مالی فصل کو اگاتا ہے۔ اس کی بیہقی نے شعب الایمان میں روایت
کی ہے۔

اور نافع سے (روایت ہے) انہوں نے کہا کہ میں ابن عمرؓ کے ساتھ
ایک راہ میں تھا کہ انہوں نے بانسری سنی اور اپنی انگلیاں کانوں میں
ڈال لیں اور رستہ سے دوسری جانب ہٹ گئے۔ پھر دور ہو جانے کے
بعد مجھ سے کہا، اے نافع! کیا تو کچھ سن رہا ہے؟ میں نے کہا، نہیں۔ تو
اپنی انگلیاں کانوں سے اٹھائیں اور کہا، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کے ہمراہ تھا کہ آپؐ نے نے کی آواز سنی اور ایسے ہی کیا جیسے
میں نے کیا ہے۔ نافع کہتے ہیں کہ میں اس وقت چھوٹا تھا۔ اس کی
روایت احمد اور ابوداؤد نے کی ہے۔

ؔ راوی کا اشتباہ ہے

Marfat.com

۲۔ سَبَابٌ سے اسم مصدر: اس صورت میں اس کے معنی ہوں گے۔ ایک دوسرے کی عیب چینی کرنا، ایک دوسرے کو بُرا کہنا۔

سَبّ کے کئی درجے ہو سکتے ہیں۔ معمولی برا بھلا کہنے یا عیب نمائی سے گالی گلوچ تک اس کے مفہوم میں شامل ہو سکتے ہیں۔

سَبّ کا ایک اور مرادف شَتْم ہے جو اس باب کے عنوان میں آیا ہے۔ شتم کے مفہوم میں بھی طعنہ سے لے کر گالی گلوچ تک شامل ہیں۔ کسی کو احمق یا جاہل کہنا بھی شتم ہے (احیاء العلوم ج ۲ ص ۱۷۷) حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی پر ناحق باتیں چسپاں کرنا مثلاً اللہ سے بیٹا منسوب کرنا بھی شتم ہے۔

قِتَال: قَاتَلَ سے مصدر ہے یعنی ایک دوسرے سے جنگ کرنا۔ قتال اس جنگ کو کہتے ہیں جس میں جان سے مارنا مقصود ہو

فِسق کے اصل معنی ہیں: باہر نکل آنا مثلاً فَسَقَ الرُّطَبُ کھجور چھال سے باہر نکل آئی۔

اگرچہ فسق اصل لغت کے اعتبار سے کفر کو بھی شامل ہو سکتا ہے لیکن اس کا عام استعمال شرع کی خلاف ورزی اور حد شکنی کے معنی میں ہے جسے کبیرہ گناہ بھی کہہ سکتے ہیں۔

کُفْرٌ: کی تنوین کا اس طرف بھی اشارہ ہو سکتا ہے کہ ایک قسم کا کفر ہے یعنی اعتقادی کفر نہیں بلکہ عملی کفر یعنی کافرانہ حرکت ہے۔

سِباب کسی درجے میں بھی ہو حرام ہے۔ اس کا شمار کبائر میں ہے۔ سباب کے جواب سے بھی حتی الوسع صبر کرنا چاہیے۔ اس صبر کا بہت صلہ ہے۔ آدمی جوابی سباب میں حد بڑھ جائے تو آغاز کرنے والے کے برابر گنہگار ہو جاتا ہے۔

Marfat.com

مسلمان کو ناحق قتل کرنے کی سزا جہنم ہے۔ جو شخص مسلمان سے جنگ کرنے کو عقیدۃً جائز سمجھتا ہے وہ کافر ہے۔ صرف دفاع کے لئے مسلمان پر ہاتھ اٹھانے کی اجازت ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ رَسُوْلُ

اور سے کہا فرمایا

اور ابن عمرؓ سے (روایت ہے)۔ انہوں نے کہا (کہ) رسول اللہ

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَیُّمَا

جو کوئی

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (کہ) جس

رَجُلٍ قَالَ لِاَخِیْہِ کَافِرٌ فَقَدْ

آدمی کہا کو بھائی اس کا تو ہے

آدمی نے اپنے بھائی کو کافر کہا تو

بَاءَ بِھَا اَحَدُھُمَا مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

سزاوار ہوا اس کا ایک ان دو سے

ان میں سے ایک اس کا سزاوار ہو جاتا ہے متفق علیہ ہے۔

بَاءَ بِھَا: ایسی جگہ بیٹھا جہاں وہ بات پہنچی یعنی اس کا مورد ہوا۔ اس کا سزاوار ٹھہرا

Marfat.com

فَقَدْ بَاءَ بِهِمَا اَحَدُهُمَا سے مراد یہ ہے کہ جسے کافر کہا گیا ہے وہ کافر نہیں تو کہنے والا کافر ہوگا۔

شرح: حدیث زیر نظر میں بھائی سے مراد مسلمان بھائی ہے مسلمان کو دیدہ ودانستہ کافر کہنا اور اسے عقیدۃً کافر سمجھنا عین کفر ہے۔

ایمان مسلمان کی عزیز ترین نعمت ہے۔ وہ ہر نعمت کو اس کے سامنے ہیچ جانتا ہے۔ اس کی خاطر کسی قربانی سے دریغ نہیں کرتا۔

مومن کو ایمان کی لاج جان سے بھی پیاری ہوتی ہے۔ جو لوگ اس کے شریک ایمان ہوتے ہیں ان کی ناموس کو اپنی ناموس سمجھتا ہے اور جو ایمان کا جھوٹا دعوای کرتے ہیں ان کی تردید کے لیئے جان وتن کی قربانی سے بھی گریز نہیں کرتا۔ اسے قطعاً گوارا نہیں ہوتا کہ مسلمان کو کافر یا کافر کو مسلمان کہا جائے۔ کیونکہ یہ حق پہ صریح حملہ ہوتا ہے۔ یہ حرکت ایک مسلمان سے کبھی سرزد نہیں ہو سکتی سوائے اس کے کہ وہ صرف نام کا مسلمان ہو اور دل سے کافر ہو۔

ایمان کے بعد نیکی کا درجہ آتا ہے اعمال حسنہ زندگی کا گراں قدر سرمایہ ہیں۔ نیکی میں بہت کشش ہے۔ نیک آدمی کو نہ صرف نیکی سے بلکہ نیکی والے سے بھی محبت ہوتی ہے۔ دونوں ایک ہی راہ عشق کے جادہ پیما نہ ہوتے ہیں۔ نیک آدمی کی یہ دلی خواہش ہوتی ہے کہ نیکی خوب پھیلے اور نیکوکاروں کی کثرت ہو۔ اسے یہ کبھی منظور نہیں ہوتا کہ کوئی آدمی نیکی کی راہ سے الگ ہو جائے۔ پھر یہ کیونکر ممکن ہے کہ وہ نیک آدمی پر جان بوجھ کر برائی کا لیبل لگائے اور اسے اپنی دنیا سے بیگانہ کرنے میں کوشاں ہو۔ یہ کام صرف فاسق اور بداعمال شخص ہی کر سکتا ہے۔

Marfat.com

وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ

اور سے کہا فرمایا

اور ابوذرؓ سے (روایت ہے)۔ انہوں نے کہا (کہ) رسولُ

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَرْمِیْ

نہیں الزام دیتا ہے

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (کہ) جب بھی کوئی آدمی

رَجُلٌ رَجُلًا بِالْفُسُوْقِ وَلَا

آدمی آدمی (کو) ساتھ بدعملی اور نہ

کسی آدمی کو بدعملی کا الزام دیتا ہے اور اسے

یَرْمِیْہِ بِالْکُفْرِ اِلَّا ارْتَدَّتْ

الزام دیتا ہے اسے ساتھ کفر مگر پلٹ آئی

کفر کا الزام دیتا ہے تو اس پر پلٹ آتا

عَلَیْہِ اِنْ لَّمْ یَکُنْ صَاحِبُہٗ کَذٰلِکَ

اس پر اگر نہ ہوا ساتھی اس کا ویسا

ہے اگر اس کا ساتھی ویسا نہ ہو

Marfat.com

رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

اس کی روایت بخاری نے کی

رَمٰی: کے اصل معنی ہیں تیر پھینکنا۔ کنایۃً اس کا مفہوم ہے۔ الزام دیا عیب لگایا
اِرْتَدَّتْ: پلٹ آئی۔ ارتدت کا اشارہ کلمۂ الزام کی طرف ہے۔
صَاحِبُہٗ: اس کا ساتھی۔ یعنی وہ شخص جس پر الزام لگانے والا الزام لگا رہا ہے۔ چونکہ دونوں کا دین میں ساتھ ہے اس لئے ساتھی کہا۔
شرح: دیکھئے سابقہ حدیث کی شرح۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

اور اس سے کہا فرمایا

اور ان[1] سے (روایت ہے) انہوں نے کہا (کہ) رسول اللہ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ دَعَا

جو پکارا

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی شخص کو

رَجُلًا بِالْكُفْرِ أَوْ قَالَ عَدُوُّ اللّٰهِ

آدمی (کو) ساتھ کفر یا کہا اسے دشمن اللہ کے

کفر سے (نسبت دے کر) پکارا یا اللہ کا دشمن کہا

[1] حضرت ابو ذرؓ سے

Marfat.com

وَلَيْسَ كَذٰلِكَ اِلَّا حَارَ عَلَيْهِ

اور نہیں ویسا مگر پلٹا اس پر

اور وہ ویسا نہ تھا تو اس پر پلٹ آیا

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

متفق علیہ ہے۔

عَدُوُّ اللّٰهِ : سے مراد ہے اللہ کے دین یا شریعت کا دشمن۔

حدیث میں عَدُوٌّ منصوب ہے یعنی اسے دشمنِ خدا۔ حَارَ: رجع

شرح: دیکھیے رسالہ سے پہلی حدیث کی شرح۔

وَعَنْ اَنَسٍ وَاَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ

اور سے انس اور کہ یقیناً

اور انس اور ابو ہریرہؓ سے روایت ہے) کہ یقیناً

رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

Marfat.com

قَالَ الْمُسْتَبَّانِ مَا قَالَا فَعَلَى

فرمایا برا کہنے والے دو آدمی جو کہا ان دونے تو پر

فرمایا، ایک دوسرے کو برا کہنے والے جو کہیں وہ

الْبَادِئُ مَا لَمْ يَعْتَدِ الْمَظْلُوْمُ

ابتداء کرنے والا جبتک نہ نکلا حد سے مظلوم

ابتداء کرنے والے پر پڑتا ہے جب تک کہ مظلوم حد سے نہ نکلے

رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

روایت کی اس کی مسلم۔

مسلم نے اس کی روایت کی ہے۔

اِسْتَبَّ: سَبٌّ سے افتعال کا صیغہ ہے۔ مُسْتَبّ فاعل ہے یعنی برا کہنے والا۔

بَدَأَ: شروع کیا بَادِی شروع کرنے والا۔

اِعْتَدَی حد سے نکلا یَعْتَدِی حد سے نکلتا ہے لَمْ یَعْتَدِ حد سے نہ نکلا۔

شرح: کسی کو ایذاء کی نیت سے برا کہنا حرام ہے۔ اگر کوئی شخص کسی کو برا کہنے لگے تو پہلا ظالم اور دوسرا مظلوم ہوگا۔ مظلوم کو حتی الوسع ضبط و تحمل اور درگزر سے کام لینا چاہیے۔ برداشت نہ کر سکے تو صرف اس قدر جواب دے جو ظالم کے کہے سے بڑھ کر نہ ہو۔ اگر وہ ظالم سے

Marfat.com

بڑھ جائے تو دونوں اس بدزبانی کے گناہ اور ظلم میں برابر کے شریک ہوں گے۔
اگر ظالم غلیظ گالیاں دے تو مظلوم کو ویسی ہی گالیوں سے جواب دینے کی اجازت نہیں۔ گالی گلوچ کسی حال میں جائز نہیں۔ مندرجہ بالا حدیث میں سبّا کے مفہوم میں گالی گلوچ شامل نہیں۔ اس سے مراد صرف برا کہنا ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ

اور سے — کہ یقیناً

اور ابو ہریرہ رضؓ (روایت ہے) کہ رسول

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

فرمایا

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

لَا يَنْبَغِیْ لِصِدِّيْقٍ اَنْ يَّكُوْنَ

نہیں روا ہوتا ہے لیے صدیق کہ ہو

کسی صدیق کو روا نہیں ہوتا کہ بہت

لَعَّانًا رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

بہت بددعا دینے والا بیان کیا اسے مسلم۔

لعنت گو ہو۔ اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

صِدِّیق صِدْق سے اسم مبالغہ ہے۔ صدیق اسے کہتے ہیں جس کے

رگ و پے میں صداقت اور حقانیت رچی ہوئی ہو۔ اس کے قول و عمل میں پوری مطابقت ہو۔

لعان کے معنی ہیں: بہت لعنت کرنے والا۔ بہت بد دعا دینے والا۔

لعنت کے معنی ہیں: اللہ تعالیٰ کا بندے کو بارگاہِ رحمت سے دور کر دینا۔ جب اس کا فاعل انسان ہو تو مراد ہوتی ہے اس کا اللہ سے درخواست کرنا کہ فلاں کو اپنی رحمت سے دور کر دے۔

اسلام رحمت کا پیغام عام ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین بن کر تشریف لائے تھے۔ آپؐ کا ارشاد ہے کہ مجھے بد دعا دینے کے لئے نہیں بھیجا گیا

صدیق اعتقاد و عمل میں امت کی بلند ترین ہستی ہوتی ہے۔ وہ اللہ اور اس کے رسول کے سامنے سراپا اطاعت ہوتا ہے۔ وہ رسولؐ کے رنگ میں امکانی حد تک رنگا ہوا ہوتا ہے۔ وہ سب مخلوق خدا کا خیر خواہ ہوتا ہے کسی کا برا نہیں چاہتا۔

حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ خیر خواہی کا وصف صدیقی اوصاف میں سے ہے۔ ہر مسلمان کو اس ارفع وصف سے متصف ہونے کی کوشش کرنی چاہیے۔

وَعَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ سَمِعْتُ

اور	سے		کہا	سنا میں نے

اور ابو درداء سے (روایت ہے)۔ انہوں نے کہا (کہ) میں نے

رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے

Marfat.com

يَقُولُ اِنَّ اللَّعَّانِيْنَ لَا يَكُوْنُوْنَ شُهَدَاءَ وَلَا

کہتا ہے کہ یقیناً بہت بددعا دینے والے نہ ہوں گے۔ گواہ اور نہ

سُنا (کہ) بہت لعنت کو لوگ قیامت کے روز گواہ اور نہ

شُفَعَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

سفارش کرنے والے روز قیامت بیان کیا اسے مسلم

سفارش کرنے والے نہ ہوں گے اس کی روایت مسلم نے کی ہے

شرح: جو آدمی سچے دل سے اپنے مسلمان بھائی کے لیئے دعا کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو ضرور سنتا ہے اور ساتھ ہی اس کی اپنی خواہشوں کو بھی پورا کر دیتا ہے۔ خیر اندیشی سے جو فضیلت وابستہ ہے وہ اس دنیا تک ہی محدود نہیں بلکہ قیامت کو بھی جاری رہے گی۔ جو لوگ محض رضائے الٰہی کی خاطر خلقِ خدا کی خیر خواہی کرتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں قیامت کے روز اس جذبۂ شیریں کی سیرابی کا مزید موقع دے گا یعنی انہیں احباب و اعزّہ کے لیئے سفارش کرنے کا اذن عطا فرمائے گا۔ اگرچہ شفاعت کا کامل حق صرف اس ذاتِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے جو کہ رحمت فرمائے عالمین ہے لیکن حضورِ پاکؐ کی شفاعت کے توسّل سے یہ اعزاز جزوی طور پر خیر خواہانِ امت کو بھی نصیب ہوگا۔

بدخواہ افراد قیامت کے روز نہ صرف شفاعت کے اعزاز سے بے نصیب رہیں گے بلکہ انہیں گواہی کے لئے بھی طلب نہیں کیا جائے گا۔

Marfat.com

اس بے قدری اور بے وقعتی سے بچنے کے لئے لازم ہے کہ آدمی سب کا خیر خواہ اور نیک اندیش ہو کر رہے۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ

اور سے کہا فرمایا

اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے (روایت ہے)، انہوں نے کہا (کہ) رسول

رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

إِذَا قَالَ الرَّجُلُ هَلَكَ النَّاسُ

جب کہا آدمی ہلاک ہوا (ہوئے) لوگ

کہ جب آدمی کہے (کہ) لوگ برباد ہوئے

فَهُوَ أَهْلَكُهُمْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

تو وہ سب سے زیادہ ہلاک ان میں بیان کیا اسے مسلم

تو وہ ان میں سب سے بڑھ کر برباد ہے مسلم نے اس کی روایت کی ہے۔

هَلَكَ: ہلاک ہوا، فنا ہوا، برباد ہوا، اس کا ستیا ناس ہوا۔

أَهْلَكَ: ہلاک کیا، برباد کیا۔

أَهْلَكُ: هَلَكَ سے اسم تفضیل ہے یعنی سب سے بڑھ کر ہلاک، برباد اور تباہ

Marfat.com

شرح: کسی عہد یا آبادی کے لوگ بدی کے نرغے میں کتنے ہی گرفتار ہو جائیں ان پر نجات کی راہ بند نہیں ہوتی۔ انھیں نہ حقیر سمجھنا چاہیے اور نہ ان کی اصلاح سے مایوسی کا اظہار کیا جائے۔ تکبر اور مایوسی دونوں انسانی جوہر کو برباد کر دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی ہر دیگر صفت کی طرح رحمت کی صفت بھی بیکنار اور بے حدود ہے۔ مایوسی اس کی رحمت کو محدود یا منتہی سمجھنے کے برابر ہے۔ بالفاظِ دیگر رحمت الٰہی سے مایوس ہونا اسکی صفت رحمت کا انکار ہے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کی ایک صفت کا بھی عقیدۃً منکر ہو وہ گویا اس کی الوہیت کو ناقص سمجھتا ہے۔ لہٰذا اس کے کفر میں کوئی شبہ نہ ہوگا۔ ارشاد باری ہے:

وَلَا تَايْئَسُوا مِن رَّوْحِ اللَّهِ ۖ إِنَّهُ لَا يَايْئَسُ مِن رَّوْحِ اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْكَافِرُونَ۔ (یوسف)

ترجمہ: اور اس کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔ اس کی رحمت سے صرف کافر لوگ ہی مایوس ہوتے ہیں۔

عرب کے کفار پستی کی انتہا تک جا پہنچے تھے لیکن پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی اعجاز پروری نے انہیں انسانیت کی رفعتوں سے آشنا کر دیا۔ فرد ہو یا قوم، برائی میں کوئی کتنا ہی ڈوب جائے اس کے لئے آخر تک فلاح کا دروازہ کھلا رہتا ہے۔ ممکن ہے زندگی میں اچانک کوئی ایسا موڑ آ جائے جو کایا پلٹ کر رکھ دے۔

مایوسی کا نقیب بزدل اور بے ہمت ہوتا ہے۔ قوم لاکھ برباد ہو وہ سب سے بڑھ کر برباد ہوتا ہے کیونکہ نشاۃِ ثانیہ کے لئے کوشش ہی بیکار سمجھتا ہے۔

Marfat.com

ایک روایت میں اَهْلَكَهُمْ کے بجائے اَهْلَكَهُمْ ہے یعنی کاف کے فتحہ کے ساتھ۔ اس کے معنی ہوں گے: اس نے انہیں برباد کر دیا یعنی قوم میں مایوسی اور بے ہمتی پھیلا کر ان کی تباہی کا مزید سامان کیا۔

قوم کی اخلاقی تباہی کا اعلان بعض اور محرکات سے بھی ہو سکتا ہے مثلاً!

(ا) تکبر یعنی انسان خود کو تو بلند کردار جانے اور دوسروں کو رذیل اور حقیر سمجھے۔ تکبر وہ نشہ ہے جس میں بھلے بُرے کی تمیز ہی نہیں رہتی۔ اس لئے متکبر شخص سے بڑھ کر اخلاقی تباہی کا شکار اور کون ہو سکتا ہے۔

(ب) عیب جوئی اور نقطہ چینی۔

معیوب اشخاص دوسروں کے نقائص ڈھونڈتے ہیں اس قدر مشغول رہتے ہیں کہ اپنی اصلاح سے یکسر غافل ہو جاتے ہیں۔ سمجھدار آدمی کو اپنی اصلاح و تکمیل سے اتنی فرصت ہی نہیں ملتی کہ دوسروں کے نقائص کی خبر رکھے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے:

طُوبٰى لِمَنْ شَغَلَهُ عَيْبُهُ عَنْ عُيُوبِ النَّاسِ۔

ترجمہ: راحت ہے اس کے لئے جس کے اپنے عیب (کی فکر) نے اسے دوسروں کے عیوب سے بے خبر رکھا۔

امام مالکؒ اور ان کے پایہ کے بعض دیگر علماء کا خیال ہے کہ اَلْکہ هَلَكَ النَّاسُ کے الفاظ رنج و تاسف اور ہمدردی کے جذبے سے کہے جائیں تو کوئی حرج نہیں۔[1] اس میں مایوسی، تکبر یا عجبیت کا دخل نہیں ہوتا بلکہ محض شدتِ احساس کا اثر ہوتا ہے۔

---

[1] ریاض الصالحین باب النهي عن الافتخار والبغي۔

Marfat.com

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ

اور اس سے کہا فرمایا

اور ان رضی اللہ عنہ سے (روایت ہے) انہوں نے کہا (کہ) رسول اللہ

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَجِدُوْنَ

دیکھو گے تم

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم قیامت کے روز

شَرَّ النَّاسِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ

سب سے برا لوگوں (میں) روز قیامت

لوگوں میں سب سے برا دو رخے

ذَا الْوَجْہَیْنِ الَّذِیْ یَأْتِیْ ھٰؤُلَاءِ

والا وہ رخ جو آتا ہے یہ

کو دیکھو گے جو ایک رخ کے ساتھ

بِوَجْہٍ وَھٰؤُلَاءِ بِوَجْہٍ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

ساتھ ایک رخ اور یہ ساتھ ایک رخ

ان کے پاس آتا ہے اور ایک رخ کے ساتھ ان کے پاس۔ متفق علیہ ہے

لہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے

ذا، ذُو کی نفسی حالت ہے۔ ذُوَا لُوَجْھَیْن کے معنیٰ ہیں دو رُخوں والا

وجہ منہ یا رخ کو کہتے ہیں۔

اَتیٰ آیا یا اُتِیَ آتا ہے۔

شرح:

دو رُخا پن انسانیت اور راست روی کا یہ تقاضا ہے کہ آدمی کی دو مخالف فریق سے راہ و رسم ہو تو ایسا نہ کرے کہ ہر ایک سے الگ الگ خلوص اور وابستگی جتا کر مطلب برآری کرے۔ مسلمان کے پاس آئے تو اسلام کا اظہار کرے اور یہودی کے پاس بیٹھے تو یہودیت کا دم بھرے۔ یہ دستور ان لوگوں کا ہوتا ہے جن میں اخلاقی جرأت کا فقدان ہو۔ بزدلی اور مصلحت پرستی ان سے مردانگی اور پامردی کے جوہر چھین لیتی ہے۔ ایمان ان کے قریب بھی نہیں آتا کیونکہ وہ صبر، ہمت اور عزم و استقامت کا طلبگار رہتا ہے۔

دو رُخے اور منافق شخص میں خودی اور حیا داری کا نشان ڈھونڈے نہیں ملتا۔ وہ کسی صغیرہ یا کبیرہ گناہ سے باک نہیں کرتا۔ برائی کا پیکر اور فساد کا علمبردار ہوتا ہے لہٰذا حدیثِ زیرِ نظر میں بتایا گیا ہے کہ قیامت کے روز اس کی بُرائی سب سے بڑھ کر رسوائے عام ہوگی۔

وَعَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ سَمِعْتُ

اور سے	حذیفہ	کہا	سُنا میں	نے

اور حذیفہؓ سے (روایت ہے)۔ انہوں نے کہا (کہ) میں نے

Marfat.com

رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے

یَقُوْلُ لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ قَتَّاتٌ

کہتا ہے نہ داخل ہوگا سخن چین

سُنا(کہ) سخن چین (آدمی) جنت میں داخل نہ ہوگا۔

مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ وَفِیْ رِوَایَۃٍ

اور میں روایت

متفق علیہ ہے اور مسلم کی روایت میں ہے

مُسْلِمٍ نَمَّامٌ۔

چغل خور۔

چغل خور

قَتَّ (۱) کسی چیز کے پیچھے پڑا۔ درپے ہوا (۲) کان لگایا، کنسوئی کی (۳) خبریں جمع کیں۔ (۴) پوشیدہ طور سے خبروں کی ٹوہ لگائی اور ان کی اشاعت کی (۵) چغلی کھائی۔

قَتَّات: اسے کہتے ہیں جو لوگوں کے خلاف باتیں جمع کرتا ہے اور ان کو ہوا دیتا ہے۔

Marfat.com

شرح: قتات اصل برائیاں ہی بے نقاب نہیں کرتا افواہ بازی اور فسانہ سازی بھی سیکھے جاتا ہے اچھے برے سب کی آبرو کا دشمن ہوتا ہے۔ وہ دوستی کو دشمنی میں، اتحاد کو افتراق میں اور آسودگی کو بے چینی میں بدل دیتا ہے۔ وہ دوسروں کی راحت چھین لیتا ہے اس لئے خود بھی جنت کی راحتوں سے محروم رہے گا۔ ارشاد نبوی ہے:

مَنِ اسْتَمَعَ خَبَرَ قَوْمٍ وَهُمْ لَهُ كَارِهُوْنَ صُبَّ فِيْ اُذُنِهِ الْاٰنُكُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ (احیاء العلوم، حقوق المسلم)

ترجمہ: جس نے لوگوں کی خواہش کے خلاف ان کی بات پر کان دھرا تو قیامت کے روز اس کے کانوں میں سیسہ پگھلا کر ڈالا جائے گا۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ

اور سے کہا

اور عبداللہ بن مسعودؓ سے (روایت ہے) انہوں نے کہا

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

فرمایا

(کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

وَسَلَّمَ عَلَيْكُمْ بِالصِّدْقِ فَاِنَّ

کیونکہ یقیناً

فرمایا، تم پر صدق لازم ہے کیونکہ۔

لہ عَلَيْكُمْ بِ: تم پر لازم ہے

Marfat.com

اَلصِّدْقَ يَهْدِیْ اِلَی الْبِرِّ وَاِنَّ الْبِرَّ

صدق ہدایت دیتا ہے طرف نیکی اور یقیناً نیکی

صدق یقیناً نیکی کی طرف رہبری کرتا ہے اور نیکی یقیناً

يَهْدِیْ اِلَی الْجَنَّةِ وَمَا يَزَالُ

ہدایت کرتی ہے طرف جنت اور نہیں ٹلتا ہے

جنت کی طرف رہبری کرتی ہے اور

الرَّجُلُ يَصْدُقُ وَيَتَحَرَّی الصِّدْقَ

آدمی سچ کہتا ہے اور قصد رکھتا ہے سچ (کا)

آدمی سچ کہے جاتا ہے اور سچ کا قصد (پختہ) رکھتا ہے

حَتّٰی يُكْتَبَ عِنْدَ اللّٰهِ صِدِّيْقًا وَ

یہاں تک لکھا جاتا ہے پاس اللہ صدیق اور

یہاں تک کہ اللہ کے ہاں صدیق لکھا جاتا ہے اور

اِيَّاكُمْ وَالْكَذِبَ فَاِنَّ الْكَذِبَ

[1] جھوٹ کیونکہ یقیناً جھوٹ

جھوٹ سے بچ کر رہو کیونکہ جھوٹ یقیناً

[1] اِیَّاکُمْ وَ : بچ کر رہو۔

Marfat.com

يَهْدِىْ اِلَى الْفُجُوْرِ فَاِنَّ الْفُجُوْرَ

ہدایت دیتا ہے طرف بدی اور یقیناً بدی

بدی کی طرف رہبری کرتا ہے اور بدی یقیناً آگ کی طرف

يَهْدِىْ اِلَى النَّارِ وَمَا يَزَالُ

ہدایت دیتی ہے طرف آگ اور نہیں ٹلتا ہے

رہبری کرتی ہے اور آدمی

الرَّجُلُ يَكْذِبُ وَيَتَحَرَّى الْكِذْبَ

بندہ جھوٹ بولتا ہے اور قصد رکھتا ہے جھوٹ

جھوٹ کہے جاتا ہے اور جھوٹ کا پختہ عزم رکھتا ہے

حَتّٰى يُكْتَبَ عِنْدَ اللّٰهِ كَذَّابًا

یہاں تک لکھا جاتا ہے پاس اللہ بہت جھوٹا

یہاں تک کہ اللہ کے ہاں کذاب لکھا جاتا ہے۔

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِىْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ

اور میں روایت کی مسلم

متفق علیہ ہے، اور مسلم کی ایک روایت میں ہے۔

Marfat.com

قَالَ اِنَّ الصِّدْقَ بِرٌّ وَاِنَّ الْبِرَّ يَهْدِىْ

فرمایا یقیناً سچ نیکی اور یقیناً نیکی ہدایت دیتی ہے

(ک) فرمایا کہ سچ یقیناً نیکی ہے اور یقیناً نیکی جنت کی طرف رہبری

اِلَى الْجَنَّةِ وَاِنَّ الْكِذْبَ فُجُوْرٌ وَاِنَّ

طرف جنت اور یقیناً جھوٹ بدی اور یقیناً

کرتی ہے اور جھوٹ یقیناً بدی ہے اور بدی

الْفُجُوْرَ يَهْدِىْ اِلَى النَّارِ۔

بدی رہبری کرتی ہے طرف آگ۔

آگ کی طرف رہبری کرتی ہے۔

عَلَيْكُمْ بِ: تم پر لازم ہے۔

هَدٰى: ہدایت دی، رہنمائی کی، قیادت کی، رہبری کی، راہ پہ چلایا۔

بِرّ: ہر قسم کی نیکیوں کے لئے ایک جامع لفظ ہے۔ اس کے مقابل اِثْم یعنی گناہ کا لفظ آتا ہے۔

زَالَ: اپنی جگہ یا رستہ سے ہٹ گیا۔ ٹل گیا۔ قائم نہ رہا۔

لَا يَزَالُ: نہیں ہٹتا۔ قائم رہتا ہے۔ بدستور رہتا ہے۔

تَحَرّٰى: حَرٰى کے معنی ہیں جانب تَحَرّٰى: کسی چیز کی جانب رخ کیا۔

فُجُوْر: برے کام کرنا۔ بداعمالی۔

كَذَّاب: بہت جھوٹ بولنے والا۔

Marfat.com

شرح :

صدق صدق کے لغوی معنی ہیں :
سچ کہنا - راست ہونا - کامل ہونا۔

صدیق اسے کہتے ہیں جس کے رگ و پے میں صداقت بسی ہوئی ہو - یعنی (۱) ہمیشہ سچ بولے (۲) صداقت میں کامل ہو (۳) اپنے قول کی تائید عمل سے کرے اور (۴) سچائی کا اعتراف کرے۔

صدق کی مندرجہ ذیل تین قسمیں ہیں جو ایک دوسرے کے لئے لازم و ملزوم ہیں :

۱- دل کی سچائی -
۲- زبان کی سچائی
۳- عمل کی سچائی

دل کی سچائی یہ ہے کہ آدمی کا دل صاف ہو وہ جب کسی چیز کی نیت یا ارادہ کرے تو اس میں کوئی کھوٹ نہ ہو۔ اللہ پر اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر پورے خلوص سے ایمان رکھے۔ اگر کسی آدمی سے برادری یا دوستی کا تعلق ہو تو اس میں دیانت اور خلوص ہو یہ تعلقات محض مطلب پرستی کی وجہ سے نہ ہوں۔

زبان کی سچائی یہ ہے کہ حق بات کے بیان کرنے میں کوئی جھجک نہ ہو اور ٹھیک ٹھیک کہہ دی جائے ظالم اور جابر کفار کے سامنے حق بات کا اظہار کرنا بہت بڑا جہاد ہے اس راہ میں بعض دفعہ بہت مصائب اٹھانے پڑتے ہیں جب کسی معاملہ میں کوئی شہادت دینی ہو تو سچ سچ ادا کی جائے اور اس میں جھوٹ کو قطعاً کوئی دخل نہ دیا جائے۔ جھوٹی قسم کبھی نہیں کھانی چاہیے۔ جو شخص جان بوجھ کر جھوٹ بیان دیتا ہے یا اس میں جھوٹی قسم کھاتا ہے وہ الیبا کبیرہ

گناہ کرتا ہے جو شرک کے قریب جا پہنچتا ہے۔

عمل کی سچائی سے یہ مراد ہے کہ انسان جس نیک کام کا ارادہ کرے اسے پوری دیانتداری سے بجالانے کی کوشش کرے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی حتی المقدور اطاعت کرے۔

جب آدمی دل، زبان اور عمل کا سچا ہو تو لامحالہ نیک ہو کر رہے گا۔ اس لئے مندرجہ بالا حدیث میں آیا ہے کہ صدق نیکی کی طرف لے جاتا ہے۔ اور نیکی کا ثواب یہ ہے کہ جنت ملتی ہے۔ سچ میں بہت شیرینی ہے آدمی جوں جوں صدق پر کاربند ہوتا جائے اس کا ذوق اور بڑھتا ہے اور آخر صداقت کے انتہائی مرتبہ پر پہنچ جاتا ہے۔ ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ کے ہاں سے صدیق کا لقب ملتا ہے۔

سچائی کے بدولت ہر برائی کا راستہ بند ہو جاتا ہے۔ ایک دفعہ ایک شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا، مجھ میں چار برائیاں ہیں: شراب بدکاری، چوری اور جھوٹ۔ ان میں سے جس برائی کا آپ حکم دیں چھوڑ دوں حضورؐ نے فرمایا، جھوٹ سے باز آجا۔ جب رات ہوئی تو اس شخص نے شراب پینا چاہی۔ پھر خیال آیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پوچھیں گے تو سچ کہنا پڑے گا اور رسوائی ہوگی، اس لئے اس نے شراب کا خیال چھوڑ دیا۔ اس کے بعد بدکاری کو جی چاہا مگر جب یہ دھیان کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پوچھیں گے تو سچ بتانا پڑے گا اور راز کھل جائے گا تو ارادہ چھوڑ دیا۔ اس کے بعد چوری کی نیت کی لیکن پھر اس خیال سے کہ سچ سچ بتانا پڑے گا۔ یہ ارادہ بھی ترک کر دیا اور اس طرح ایک سچ کی وجہ سے سب برائیوں سے بچ گیا۔

صدق کے مقابل کذب ہے۔ جس طرح صدق بہت بڑی خوبی ہے اسی طرح کذب نہایت ہی قبیح برائی ہے۔ جھوٹا آدمی ہر قسم کے گناہ میں ملوث ہو جاتا ہے

Marfat.com

اور بالآخر دوزخ کا حق دار ہو جاتا ہے
جسے جھوٹ کی عادت پڑ جائے وہ اس میں بدستور ترقی کیے جاتا ہے آدمی ہنسی مذاق کے بڑے جھوٹ کہنے لگے تو سنجیدہ جھوٹ میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اور بڑھتے بڑھتے کذاب کے درجے تک جا پہنچتا ہے۔
ادنیٰ ترین جھوٹ سے بھی دور رہنا چاہیے کیونکہ چھوٹا جھوٹ بڑے جھوٹ کو جنم دینے کی پوری صلاحیت اور استعداد رکھتا ہے۔

وَعَنْ اُمِّ كُلْثُوْمٍ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ

اور سے کہا اس نے فرمایا

اور ام کلثومؓ سے (روایت ہے) انھوں نے کہا (کہ) رسول اللہ

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ

نہیں

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جھوٹا وہ

الْكَذَّابُ الَّذِىْ يُصْلِحُ بَيْنَ النَّاسِ

جھوٹا جو اصلاح کرتا ہے درمیان لوگ

نہیں جو لوگوں کے درمیان اصلاح کرتا ہے

وَيَقُوْلُ خَيْرًا وَيَنْمِىْ خَيْرًا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

اور کہتا ہے بھلا اور پہنچاتا ہے بھلا

اور بھلی بات کہتا ہے اور بھلی بات پہنچاتا ہے متفق علیہ ہے۔

Marfat.com

نمٰی: (۱) چڑھا۔ اونچا ہوا (۲) چڑھایا۔ اونچا کیا پہنچایا

یہاں یہ لفظ دوسرے معنی میں آیا ہے یعنی بات پہنچائی۔ نَمَی الحدیث (تشدید کے بغیر) اصلاح کی خاطر بات پہنچائی نَمَّی الحدیثَ (تشدید سے) فساد کی خاطر بات پہنچائی۔

شرح: کذب اپنی اصل کے اعتبار سے حرام ہے لیکن ظلم اور فتنہ کے دفاع کے لئے اصلیت کو چھپائے بغیر چارہ نہ ہو تو ایسا جھوٹ جس کا ضرر پیشِ نظر خطرہ پہ بھاری نہ ہو مباح ہے۔ بعض احوال میں یہ اخفاء واجب ہوتا ہے اور ایک طرف فتنۂ عظیم اور دوسری طرف بے ضرر جھوٹ میں سے ایک کا انتخاب لابدی ہوتا ہے . . . . یہ جھوٹ ہمیشہ فتنہ سے دفاع کے لئے ہوتا ہے۔ جناب ہادیٔ برحق صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی صرف تین صورتیں بتائی ہیں جو کچھ وضاحت کے ساتھ درج ذیل ہیں:

۱۔ مسلمان بھائیوں کے درمیان اصلاح کرنا مثلاً:

ا۔ جب ان کے درمیان افتراق اور فساد کا اندیشہ ہو۔

ب۔ جب کوئی شخص کسی ظالم سے بھاگ کر پناہ لے اور وہ ظالم تلاش میں آئے۔

ج۔ کوئی شخص اپنا مال کسی ظالم سے بچانے کے لئے کسی کے پاس چھپا کر رکھے اور وہ ظالم اسے حاصل کرنے آئے یا کسی سے کوئی ودیعت چھیننا چاہے

۲۔ میاں بیوی ناچاقی سے بچنے کے لئے ایک دوسرے سے جھوٹ بول سکتے ہیں بشرطیکہ بعد میں اس سے ایسا فتنہ نہ اٹھے جس سے اپنا یا کئی اور گھرانے تباہ ہوجائیں۔

۳۔ جنگی اسرار کو چھپانا۔

اخفائے اصلیت کا ایک اور بھی طریقہ ہے جسے توریہ کہتے ہیں۔ توریہ سے مراد ہے کہ آدمی ایسے ذومعنی الفاظ یا عبارت کہے جس سے وہ جھوٹ کا مرتکب نہ ہو لیکن سامع سے اصلیت پوشیدہ رہ جائے۔ مندرجہ بالا تینوں صورتوں میں جہاں تک ممکن ہو توریہ سے کام لیا جائے لیکن اس کے لئے بڑی ذہانت کی ضرورت ہوتی ہے۔

وَعَنِ الْمِقْدَادِ بْنِ الْاَسْوَدِ قَالَ

اور سے ۔۔۔ کہا

اور مقداد بن اسود سے (روایت ہے) انہوں نے کہا کہ

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

فرمایا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

وَسَلَّمَ اِذَا رَاَيْتُمُ الْمَدَّاحِيْنَ

جب دیکھے تم نے بہت مدح کرنے والے

فرمایا جب تم مداحوں کو دیکھو

فَاحْثُوْا فِيْ وُجُوْهِهِمُ التُّرَابَ

تو اڑاؤ میں چہرے ان کے خاک

تو ان کے چہروں کی طرف خاک اڑاؤ

Marfat.com

رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

بیان کیا اسے مسلم ۔

اس کی روایت مسلم نے کی ہے ۔

حَثَا التُّرَابَ: مٹھی بھر کر مٹی اڑائی یَحْثُوْ مضارع ہے۔
اُحْثُ مٹی اڑا اُحْثُوْا مٹی اڑاؤ
اُحْثُوْا فِیْ وُجُوْھِھِمُ التُّرَابَ کے معنی مجازاً بھی لئے جا سکتے ہیں یعنی ان کی بات کاٹ ڈالو۔ ان کا منہ بند کرو۔

شرح :

مدّاحی کی ممانعت

مسلمان بھائی کی قابل داد اوصاف داعمال پر جائز ستائش ضروری ہے۔ اس سے محبت پیدا ہوتی ہے اور حسد کا قلع وقمع ہوتا ہے۔ شکر گزاری بھی تحسین اور ستائش ہی کی شاخ ہے۔ لیکن مداحی یعنی مبالغہ آمیز ثنا خوانی ممنوع ہے۔ اس کے کئی اسباب ہیں۔ مثلاً:

۱۔ مداحی سے ممدوح کے دل میں غرور پیدا ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ شاید وہ نازاں ہو کر اخلاقی نگہداشت سے بے نیاز ہو جائے۔ اخلاق وہ چیز ہے کہ اس کی طرف سے ذرا غفلت ہوئی اور یہ خوب بگڑا۔ اس کی حفاظت کا اسی طرح اہتمام مطلوب ہے جس طرح ماں اپنے کم سن بچے کی آگ سے حفاظت کرتی ہے۔ ذرا آنکھ بچی اور منے نے آگ میں ہاتھ ڈالا۔

۲۔ ضرور نہیں کہ مدح بجا ہو۔ اللہ تعالیٰ اعمال کا جائزہ نیت کی بنا پر دیتا ہے اور انسان کے لئے ناممکن ہے کہ وہ کسی کے دل میں جھانک سکے

Marfat.com

اس کا اندازہ صرف ظاہری مشاہدہ پر مبنی ہوتا ہے اس لئے عین ممکن ہے وہ غلطی کر جائے۔

قصیدہ خوانی اسلامی نقطۂ نگاہ سے سخت معیوب ہے۔ صرف پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے اصحاب کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کی مدح درست بلکہ عین ضروری ہے لیکن اطراء یعنی بے جا مبالغہ سے بچنے کا یہاں بھی حکم ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ بَکْرَۃَ قَالَ اَثْنٰی

اور سے کہا ثناء کی

اور ابو بکرہ رضؓ سے (روایت ہے)۔ انہوں نے کہا (کہ) ایک شخص

رَجُلٌ عَلٰی رَجُلٍ عِنْدَ النَّبِیِّ

ایک شخص پر ایک شخص پاس

نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص کی تعریف

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ

تو فرمایا

کی تو آپؐ نے

وَیْلَکَ قَطَعْتَ عُنُقَ اَخِیْکَ ثَلٰثًا

افسوس تجھ پر کاٹ دی تو نے گردن بھائی تیرا تین بار

تین بار فرمایا، تجھ پر افسوس ہے تو نے اپنے بھائی کی گردن کاٹ دی۔

Marfat.com

مَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَادِحًا لَا مُحَالَةَ

جو ہوا تم سے مدح کرنے والا ضرور

جب تم میں سے کسی کو ضرور تعریف کرنا ہو

فَلْيَقُلْ أَحْسِبُ فُلَانًا وَاللّٰهُ حَسِيبُهُ

تو وہ کہے گمان کرتا ہوں فلاں اور اللہ محاسب اس کا

تو کہے، میں فلاں کو (ایسا) گمان کرتا ہوں اور اللہ اس کا محاسب ہے

إِنْ كَانَ يُرَى أَنَّهُ كَذٰلِكَ

اگر تھا رائے رکھتا ہے کہ یقیناً وہ ویسا

اگر وہ اس کی رائے میں ویسا ہو

وَلَا يُزَكِّي عَلَى اللّٰهِ أَحَدًا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

اور نہ پاکیزہ جتائے پر اللہ کوئی

اور اللہ کو کسی کی پاکیزگی نہ جتائے۔ متفق علیہ ہے

حسیب: مُحاسِب نگرانی اور احتساب کرنے والا۔ خوب جاننے والا

رَأَى: دیکھا گمان کیا خیال کیا گمان کے معنوں میں اس کا مضارع عموماً مجہول آتا ہے۔

زَكّٰى: پاکیزہ ٹھہرایا۔ پاکباز بتایا۔

شرح: دیکھئے سابقہ حدیث کی شرح۔

Marfat.com

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ

کہ یقیناً

اور ابو ہریرہ رضؓ سے (روایت ہے) کہ یقیناً رسول

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ

فرمایا

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

اَتَدْرُوْنَ مَا الْغِیْبَۃُ قَالُوْا اَللّٰہُ

کیا تم جانتے ہو کیا غیبت کہا انہوں نے اللہ

کیا تم جانتے ہو غیبت کیا ہے؟ لوگوں نے کہا، اللہ

وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ قَالَ ذِکْرُکَ

اور رسول اس کا زیادہ جاننے والا فرمایا یاد کرنا تیرا

اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں فرمایا، تیرا اپنے بھائی کو اس سے

اَخَاکَ بِمَا یَکْرَہُ قِیْلَ اَفَرَاَیْتَ

بھائی تیرا ساتھ جو ناپسند کرتا ہے کہا گیا کیا تو خیال کیا تونے

یاد کرنا جو اسے ناگوار ہو۔ کہا گیا، آپؐ کا کیا خیال ہے

اِنْ كَانَ فِىْ اَخِىْ مَا اَقُوْلُ

اگر ہوا میں بھائی میرا جو میں کہتا ہوں

کہ جو میں کہتا ہوں میرے بھائی میں ہو

قَالَ اِنْ كَانَ فِيْهِ مَا تَقُوْلُ

فرمایا، اگر ہوا اسمیں جو تو کہتا ہے

فرمایا، جو تو کہتا ہے اگر اس میں ہو

فَقَدِ اغْتَبْتَهُ وَاِنْ لَّمْ يَكُنْ فِيْهِ

تو ہے غیبت کی تونے اس کی اور اگر نہ ہوا اس میں

تو تو نے اس کی غیبت کی اور تم جو کہتے ہو اس میں

مَا تَقُوْلُ فَقَدْ بَهَتَّهُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

جو کہتا ہے تو تو ہے بہتان دیا تونے اسکو

نہ ہو تو تونے اس پر بہتان لگایا اس کی مسلم نے روایت کی ہے

وَفِىْ رِوَايَةٍ اِذَا قُلْتَ لِاَخِيْكَ

اور میں روایت جب کہا تونے بابت بھائی تیرا

اور ایک روایت میں ہے اگر تونے اپنے بھائی کے بارے کہا

Marfat.com

مَا فِیْہِ فَقَدْ اِغْتَبْتَہٗ

جو اس میں تو ہے غیبت کی تونے اس کی

جو اس میں ہے تو تونے اس کی غیبت کی

وَاِذَا قُلْتَ مَا لَیْسَ فِیْہِ

اور جب کہا تونے جو نہیں اس میں

اور اگر تونے جو کہا اس میں نہیں

فَقَدْ بَہَتَّہٗ

تو ہے بہتان دیا تونے اسے۔

تو تونے اس پر بہتان لگایا۔

دَرَی: جانا تَدْرُوْنَ تم جانتے ہو۔ دِرَایَۃ جاننا۔
اَعْلَمُ: سب سے زیادہ جاننے والا۔ داناترین۔
ذِکْرٌ: یاد کرنا۔ بیان کرنا۔
اَفَرَاَیْتَ: اَ (کیا) فَ (تو) رَاَیْتَ (تونے سوچا۔ خیال کیا۔ رائے رکھی)
اِغْتَابَ: تونے غیبت کی اِغْتَبْتَ تونے غیبت کی۔
بَھَتَ: اس نے بہتان لگایا۔ بَھَتَّ تونے بہتان لگایا۔ بہتان کے لغوی معنی ہیں، جھوٹ گھڑنا۔

Marfat.com

غیبت

مفہوم | غیبت سے مراد یہ ہے کہ مسلمان بھائی کی غیر حاضری میں اس کی بابت ایسی بات کہی جائے کہ اس تک پہنچے تو برا جانے۔

بالفاظ دیگر

غیبت یہ ہے کہ کسی معین مسلمان کی غیر حاضری یا لاعلمی میں اس کے عیوب محض اس کی برائی کی نیت سے ظاہر کیے جائیں چاہے:

ا۔ وہ عیوب سچ ہوں۔
ب۔ اسے غیبت کا علم ہو جائے یا نہ۔
ج۔ وہ زندہ ہو یا مردہ۔

اگر جان بوجھ کر جھوٹ عیب منسوب کیا جائے تو اسے بہتان کہتے ہیں۔ اور اگر محض سنا ہوا عیب بیان کر دیا جائے تو اسے افک کہیں گے۔

جن عیوب کی غیبت ہو سکتی ہے ان کی کئی قسمیں ہیں مثلاً:

ا۔ ذات میں عیب۔ یعنی کانا، لنگڑا وغیرہ ہونا۔
ب۔ اوصاف میں عیب۔ مثلاً لیاقت میں کمی یا اخلاق میں نقص۔
ج۔ حسب و نسب میں عیب۔ بعض لوگ اس میں پیشہ بھی شامل کر لیتے ہیں
د۔ رہن سہن میں عیب۔ مثلاً لباس، مکان یا معیارِ زندگی کا ناقص ہونا۔

غیبت ضرور نہیں قول ہی سے ہو۔ غیبت ہر اس حرکت و ادا سے ہو سکتی ہے جس کا مفہوم سمجھ میں آ سکے۔ مثلاً غمزہ، اشارہ یا نقل سے آدمی چوٹ کر جائے۔ بعض دفعہ غیبت کے داغ سے بچنے کے لیے نام نہیں لیتے لیکن اس انداز سے حوالے دیئے جاتے ہیں کہ ہدف کے تعین میں کوئی کسر نہیں رہتی۔ یہ بھی غیبت ہے۔

Marfat.com

بدگمانی بھی غیبت کی شاخ ہے۔ اسے غیبت بالقلب، کہہ سکتے ہیں (غزالی)

اگر شخص معین کا ذکر نہ ہو اور تعمیم سے کہہ دیا جائے کہ بعض لوگوں میں فلاں برائی ہے، اس کی اصلاح کریں تو یہ غیبت نہ ہوگی۔

غیبت کی مذمت

مسلمان کی آبرو بے اندازہ قدر و حرمت رکھتی ہے۔ ارشاد نبوی ہے:

كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ دَمُهٗ وَمَالُهٗ وَعِرْضُهٗ۔

ترجمہ: ہر مسلمان پر مسلمان کا خون، مال اور عزت حرام ہے۔

دوسرے کی آبرو لوٹنا اس کا گوشت نوچنے اور بوٹیاں چبانے کے برابر ہے۔ چنانچہ غیبت کرنے والوں کی پاداش یہ ہوگی کہ قیامت کے روز اپنے ہی ناخنوں سے اپنے چہرے اور سینے نوچ رہے ہوں گے۔

قرآن حکیم میں ارشاد ہے:

لَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ۔

ترجمہ: تم میں سے کوئی کسی کی غیبت نہ کرے۔ کیا تم میں سے کوئی چاہتا ہے کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے؟ تم نے اسے کبھی گوارا نہیں کیا۔

دو اصحابؓ نے ایک متوفی صحابیؓ پر تنقید کی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سن لیا۔ چل کر کچھ آگے گئے تو دیکھا کہ گدھے کی لاش پڑی ہے۔ آپؐ نے ان اصحابؓ کو بلا کر فرمایا کہ اس لاش کو کھانا شروع کرو۔ انہوں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! اسے کون کھائے گا۔ آپؐ نے فرمایا، تم نے ابھی جو فلاں شخص

کی عزت لی وہ اس لاش کے کھانے سے بڑھ کر ہے (الترغیب والترہیب)
غیبت اور آبروریزی کی برائی سے بڑے بڑے گناہ بھی پیچھے رہ جاتے ہیں۔ حدیث میں آیا ہے کہ سود کی برائی زنا سے زیادہ ہے لیکن مسلمان کی آبروریزی سود سے بھی بدتر ہے۔ غیبت وہ تلوار ہے جو دوسرے کی عزت پر ہی نہیں پڑتی بلکہ اپنے ایمان پر بھی گرتی ہے۔ حدیث میں ہے کہ غیبت اور چغل خوری ایمان کو تراش ڈالتی ہیں۔

مسائل: ۱۔ غیبت حرام ہے۔
۲۔ ذمی کو چونکہ آبرو کی ضمانت حاصل ہے اس لئے اس کی غیبت بھی حرام ہے
۳۔ غیبت سننا اور اس پر راضی ہونا حرام ہے۔ حدیث میں آیا ہے:
اَلْمُسْتَمِعُ اَحَدُ الْمُغْتَابِیْنَ۔ (احیاء العلوم جزو ۲)
ترجمہ: کان دھرنے والا بھی غیبت کرنے والوں میں شامل ہے۔
ہر مسلمان پر فرض ہے کہ دوسرے مسلمان کی عزت کا دفاع کرے غیبت کرنے والے کو روک دے یا اس کی تردید کرے اور اگر سمجھے کہ ایسا کرنے سے الٹا بگاڑ پیدا ہوگا تو بات کا رخ موڑ دے یا اٹھ جائے۔ ارشاد نبوی ہے:
مَنْ ذَبَّ عَنْ عِرْضِ اَخِیْهِ بِالْغَیْبِ کَانَ حَقًّا عَلَی اللّٰهِ اَنْ یُّعْتِقَهٗ مِنَ النَّارِ۔ (احیاء العلوم جزو ۳)
ترجمہ: جس نے اپنے بھائی کی غیبت کو غائبانہ بچایا اللہ پر لازم ہے کہ اسے آگ سے آزاد رکھے۔
۴۔ جس کی غیبت کی اس سے حتی الامکان معافی مانگنی چاہیے۔ اگر معافی کا موقع نہ مل سکے تو تائب ہو اور اس کے لئے استغفار کرے۔

Marfat.com

۵ - مندرجہ ذیل حالات میں اظہارِ عیب جائز ہے:

ا۔ عدالت میں کسی ظالم کے خلاف نالش کرنا۔

ب۔ جہاں دینی یا ملی مصلحت ہو۔ مثلاً نام نہاد اور جاہل علماء اور وطن دشمن امراء سے ملت کو خبردار کرنا۔

ج۔ جب کسی کی برائی کرنا مقصود نہ ہو بلکہ یہ خیال ہو کہ وہ بدنامی سے ڈر کر اصلاح کر لے گا۔ یا لوگ اس کو درست ہونے پر مجبور کریں گے۔

د۔ استفتاء یا فتویٰ میں ضروری ٹھہرے تو کسی فریق کی زیادتی یا غیر شرعی عمل بیان ہو سکتا ہے۔ اگر تعین کرنے سے پرہیز ہو سکے تو بہتر ہے۔

ر۔ منافق، بد مذہب اور ملحد اشخاص سے پردہ اٹھانا لازم ہے تاکہ وہ دینداری کے بھیس میں دین کو نقصان نہ پہنچا سکیں۔

س۔ علانیہ فاسق اور بے حیا شخص کی کارستانیوں سے لوگوں کو خبردار کرنا درست ہے۔

ص۔ کسی آدمی کے بارے میں مشورہ طلب کیا جائے تو اس کے اخلاق سے بے رد و رعایت مطلع کر دینا چاہیے۔

۱۱ وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَجُلًا اِسْتَاذَنَ

اور سے عائشہ رض کہ یقیناً آدمی اذن طلب کیا

اور عائشہ رض سے روایت ہے کہ ایک شخص نے

عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہونے کا اذن طلب کیا

Marfat.com

فَقَالَ ائْذَنُوْا لَهٗ فَبِئْسَ اَخُو الْعَشِيْرَةِ

تو فرمایا اجازت دو اُسے اور بُرا رکن خاندان

تو آپؐ نے فرمایا اسے اجازت دو اور وہ خاندان کا برا رکن ہے

فَلَمَّا جَلَسَ تَطَلَّقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ

تو جب وہ بیٹھا کشادہ رُو ہوا

تو جب وہ بیٹھ گیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ وَجْهِهٖ وَانْبَسَطَ

سامنے اس کے اور کشادہ طبع ہوا

کے سامنے کشادہ رو ہوئے اور اس سے کھل کر پیش

اِلَيْهِ فَلَمَّا انْطَلَقَ الرَّجُلُ قَالَتْ

طرف اس کے تو جب چلا گیا وہ شخص کہا

آئے تو جب وہ شخص چلا گیا تو

عَائِشَةُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قُلْتَ لَهٗ

کہا تو نے اس کی بابت

عائشہؓ نے کہا، یا رسول اللہ آپؐ نے اس کے بارے میں

كَذَا وَكَذَا ثُمَّ تَطَلَّقَتْ فِي وَجْهِهِ

ایسا اور ایسا پھر کشادہ رو ہوا تو اس کے سامنے

ایسا ایسا فرمایا۔ پھر آپ اس کے روبرو کشادہ رو ہوئے

وَانْبَسَطْتَ إِلَيْهِ فَقَالَ رَسُوْلُ

اور کشادہ طبع ہوا تو طرف اسکے تو فرمایا

اور اس سے کھل کر پیش آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَتٰى عَاهَدْتِنِي

کب دیکھا تو نے مجھے

نے فرمایا تو نے کب مجھے ناشائستہ

فَحَّاشًا إِنَّ شَرَّ النَّاسِ عِنْدَ اللّٰهِ

ناشائستہ یقینا سب لوگوں سے برا پاس اللہ

دیکھا یقینا قیامت کے روز اللہ کے پاس سب سے

مَنْزِلَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَنْ

روز جو

بری منزلت والا وہ ہوگا جسے

Marfat.com

تَرَکَهُ النَّاسُ اِتِّقَاءَ شَرِّهٖ

چھوڑ دیا اسے بچنا شر اس کا

لوگوں نے اس کے شر سے بچنے کے لئے چھوڑ دیا

وَفِیْ رِوَایَۃٍ اِتِّقَاءَ فُحْشِہٖ

اور میں بچنا ناشائستگی

اور ایک روایت میں ہے اس کی ناشائستگی سے بچنے کے لئے

مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

متفق علیہ ہے

اَذِنَ: اجازت دی۔ اِئْذَنْ: اجازت دے۔ اِئْذَنُوْا اجازت دو۔

اَخٌ یا اَخُوْ: بہت وسیع معنی رکھتا ہے سگے اور رشتہ کے بھائی کے علاوہ دینی اور پیشہ کے بھائی کے لئے بھی آتا ہے۔ اس کے معنی دوست بھی ٹھہرا سکتے ہیں۔ اَخُوالعشیرۃ سے مراد خاندان کا رکن ہوگا۔

طَلَقَ: بندھن سے نکلا۔ کھل گیا۔ تَطَلَّقَ سے یہاں مراد ہے کھل گیا کشادہ رو ہوا۔

بَسَطَ: پھیلایا۔ بڑھایا۔ وسیع کیا۔ کشادہ کیا۔

اِنْبَسَطَ: پھیلا۔ کشادہ ہوا۔ فراخ دل ہوا۔ کشادہ طبع ہوا۔

لَقِیَ: ملاقات کی۔ ملاقات دیکھا۔ پایا

فُحْش: حیا اور حفظ لسان کی ضد ہے۔ اس کا مفہوم خاصا وسیع ہے لیکن

Marfat.com

عموماً بدکلامی، بدتمیزی، بدتہذیبی، ناشائستگی یے ڈھنگا پن، پوشاک کی ناآراستگی کے لئے بولا جاتا ہے۔

بِنا ء فحش کا مبالغہ ہے۔ بَذِی اسے کہتے ہیں جس کی زبان انتہا کی غلیظ ہو

تشریح: حدیث میں جس آدمی کا ذکر ہے وہ بعض ایسے خصائل کا مالک تھا جن سے لوگوں کو خبردار کرنا ضروری تھا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کے لئے بِئْسَ اخُو العشیرہ کے الفاظ ارشاد فرمائے یعنی وہ معاشرتی لحاظ سے بہت برا ہے۔ سوسائٹی کے لئے مضر ہے۔ اس کی برائیوں کی زد سماج پر پڑتی تھی اس لئے اس سے لوگوں کو آگاہ کرنا چاہیے تھا۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ

اور ابو ہریرہ رضؓ سے (روایت) ہے انہوں نے کہا (کہ) رسول اللہ

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کُلُّ

ساری

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میری ساری

اُمَّتِیْ مُعَافًی اِلَّا الْمُجَاهِرُوْنَ

امت میری عافیت میں مگر علانیہ بدکار

امت عافیت میں ہے سوائے علانیہ بدکاروں کے

Marfat.com

وَإِنَّ مِنَ الْمجَانَةِ أَنْ يَعْمَلَ

اور یقیناً سے بے باکی کہ کرے

اور یقیناً ایک بے باکی یہ ہے کہ آدمی رات کو کوئی کام

الرَّجُلُ بِاللَّيْلِ عَمَلًا ثُمَّ يُصْبِحُ

آدمی رات کو کام پھر صبح کرے

کرے پھر صبح اٹھے

وَقَدْ سَتَرَهُ اللهُ فَيَقُولُ يَا فُلَانُ

جبکہ ڈھانپا اسے اللہ اور کہے

جب کہ اللہ نے اس پر پردہ ڈالا ہوا تھا اور کہے اے فلاں!

عَمِلْتُ الْبَارِحَةَ كَذَا وَكَذَا

میں نے کیا کل رات ایسا اور ایسا

میں نے کل رات ایسا اور ایسا کیا

وَقَدْ بَاتَ يَسْتُرُهُ رَبُّهُ وَيُصْبِحُ

اور رات گزاری ڈھانپتا رہا اسے رب اس کا اور وہ صبح کرتا ہے

اور رات اس نے گزاردی (اسطرح) کہ اس کا رب اس پر پردہ ڈالتا رہا اور

Marfat.com

يَكْشِفُ سِتْرَ اللّٰهِ عَنْهُ مُتَّفَقٌ

کھولتا ہے   پردہ   اس سے

(خود سے) اللہ کا پردہ ہٹاتے ہوئے صبح کرتا ہے   متفق علیہ

عَلَيْهِ وَذِكْرُ حَدِيْثِ أَبِي هُرَيْرَةَ

اور   بیان   حدیث

ہے اور بیان ابوہریرہ کی حدیث کا :

مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ فِي

میں

مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ (... الخ)

بَابِ الضِّيَافَةِ ۔

باب الضیافت میں ہے ۔

مُعَافًى : اسم مفعول ہے عَافَاہُ اللّٰهُ سے یعنی وہ جسے اللہ نے عافیت عطا فرمائی ۔

مُجَانَة : قول و فعل میں بے پاک ہونا ۔ مَجَنَ ماضی يَمْجُنُ

شرح : نیکی اور بدی ہر دو میں متعدی تاثیر ہوتی ہے ۔ نیکی کو دیکھ کر نیک

Marfat.com

جذبہ ابھرتا ہے اور بدی سے عموماً بدی کی ترغیب ہوتی ہے اس لیے بدی سے اول تو اجتناب چاہیے اور اگر بدقسمتی سے اس کا ارتکاب ہو جائے تو اس پر پردہ ڈالنا چاہیے۔ نہ صرف دوسرے کی بلکہ اپنی بھی پردہ پوشی لازم ہے ورنہ بے حیائی کا ماحول پیدا ہوگا اور اس میں برائی کا پودا خوب برگ و بار لائیگا جو آدمی علانیہ گناہ کرتا ہے وہ نہ صرف خود گناہ سے ملوث ہوتا ہے بلکہ دوسروں کو بھی اس کی دعوت دیتا ہے اس لیے اس کے لئے دنیا و آخرت میں ذلت و رسوائی ہوگی۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِی

انس رضؓ سے (روایت ہے)۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس نے جھوٹ چھوڑا جو ناحق تھا[1] تو اس کے لئے کنارِ جنت میں عمارت کھڑی کی گئی۔ اور جس نے جدل چھوڑا حالانکہ وہ حق پر تھا اس کے لئے وسطِ جنت میں عمارت کھڑی کی گئی۔ اور جس نے اپنا اخلاق خوب بنایا اس کے لئے جنت کی بلندی میں عمارت کھڑی کی گئی۔ اس کی روایت ترمذی نے کی ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے اور ایسے ہی شرح السنۃ میں ہے اور مصابیح میں کہا ہے کہ غریب ہے۔

اور ابوہریرہ رضؓ سے (روایت ہے)۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیا تم جانتے ہو کیا چیز سب سے بڑھ کر لوگوں کو جنت

---

[1] بعض مواقع پر بے ضرر جھوٹ جائز ہوتا ہے مثلاً: صلح کرانے میں یا مظلوم کو ظالم سے بچانے میں۔

Marfat.com

میں داخل کرتی ہے ؟ اللہ سے تقوای اور حسن خلق۔ کیا تم جانتے ہو کیا چیز سب سے بڑھ کر لوگوں کو دوزخ میں داخل کرتی ہے ؟ دو کھلی چیزیں، منہ اور شرمگاہ۔ اس کو ترمذیؒ اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

اور بلالؓ بن حارث سے (روایت ہے)۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، آدمی نیکی کی کوئی ایسی بات کہہ جاتا ہے جس کے انجام کا اسے علم نہیں ہوتا اور اس سے اللہ تعالیٰ اس کے لئے اس کے پیش ہونے کے دن تک[1] رضا لکھ دیتا ہے اور آدمی برائی کی کوئی ایسی بات کہہ جاتا ہے جس کے انجام کا اسے علم نہیں ہوتا اور اس سے اللہ تعالیٰ اس کے لئے اس کے پیش ہونے کے دن تک ناراضی لکھ دیتا ہے۔ اسے شرح السنہ میں روایت کیا ہے۔ اور مالکؒ اور ترمذیؒ اور ابن ماجہؒ نے ایسی ہی روایت کی ہے۔

اور بہز بن حکیم سے منجانب ان کے باپ کے از طرف ان کے دادا کے (روایت ہے)۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وائے ہے اس کے لئے جو جھوٹ جوڑ کر بات کہتا ہے تاکہ اس سے لوگوں کو ہنسائے۔ اس کے لئے وائے ہے۔ اس کی احمد اور ترمذی اور ابو داؤد اور دارمی نے روایت کی ہے۔

اور ابو ہریرہؓ سے (روایت ہے)۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بندہ لوگوں کو محض ہنسانے کے لئے بات کہتا ہے اور اس کے سبب آسمان اور زمین کے فاصلہ سے بھی زیادہ

---

[1] یعنی روز قیامت کو جب وہ اللہ کے آگے پیش ہوگا۔

Marfat.com

وہ زنک پستی میں گرتا ہے اور وہ اپنی زبان سے پاؤں سے بڑھ کر لغزش کھاتا ہے۔ اس کی بیہقی نے شُعَبُ الایمان میں روایت کی ہے۔

اور عبداللہ بن عمرو سے (روایت ہے)۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو خاموش رہا اس نے نجات پائی۔ اس کی روایت کی احمد اور ترمذی اور دارمی نے اور بیہقی نے شُعَبُ الایمان میں

اور عُقبہ بن عامر سے (روایت ہے)۔ انہوں نے کہا میری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی اور میں نے پوچھا، نجات کیا ہے؟ فرمایا اپنی زبان کو قابو میں رکھ اور تیرے گھر میں تیرے لئے وسعت ہو اور اپنی خطا پر رو۔ اس کی احمد اور ترمذی نے روایت کی ہے۔

اور ابو سعید سے (روایت ہے)۔ انہوں نے اس کا رفع کیا ہے۔ فرمایا، جب ابن آدم کی صبح ہوتی ہے تو اس کے سب اعضاء اس کی زبان سے عاجزانہ کہتے ہیں، ہمارے بارے میں اللہ سے ڈرنا۔ ہم تیرے ساتھ ہیں۔ تو سیدھی رہی تو ہم بھی سیدھے رہیں گے اور اگر کج ہوئی تو ہم بھی کج ہوں گے۔ اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

اور علی بن حسین رضی سے (روایت ہے)، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی کے اسلام کی ایک خوبی یہ ہے کہ بے مطلب چیز کو چھوڑ دے اس کی روایت کی ہے مالک اور احمد نے اور ابن ماجہ نے ابو ہریرہ رضی سے اور ترمذی نے اور بیہقی نے ان دونوں سے شُعَبُ الایمان میں۔

اور انس رضی سے (روایت ہے)، انہوں نے کہا کہ صحابہ سے ایک صاحب

شعبہ کا رنہ گھوم۔

Marfat.com

نے وفات پائی۔ تو کسی نے کہا، جنت کی بشارت ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تو نہیں جانتا کہ شاید اس نے کوئی بے مطلب بات کی ہو یا کسی ایسی چیز میں بخل کیا ہو جس سے اس کی کمی نہ ہوتی ہو۔ اس کی روایت ترمذیؒ نے کی ہے۔

اور سفیان بن عبداللہ ثقفی سے (روایت ہے)۔ انہوں نے کہا میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! میرے بارے میں آپؐ کو جس کا خوف ہے اس میں خوفناک ترین کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ حضورؐ نے اپنی زبان تھام لی اور فرمایا، یہ۔ اس کی روایت ترمذیؒ نے کی اور اس کو صحیح بتایا۔

اور ابن عمرؓ سے (روایت ہے)۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب بندہ جھوٹ بولتا ہے تو اس کے کلام کی بدبو سے فرشتہ ایک میل دور چلا جاتا ہے۔ اس کی روایت ترمذی نے کی۔

اور سفیان بن اسید حضرمی سے (روایت ہے) انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا، یہ بڑی خیانت ہے کہ تو اپنے بھائی سے بات کرے جب کہ وہ تیری بات سچ جانتا ہو اور تو اس سے جھوٹ کہتا ہو۔ اس کی روایت ابوداؤدؒ نے کی ہے۔

اور عمارؓ سے (روایت ہے)۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو شخص دنیا میں دو رخا ہو اس کی قیامت کو آگ کی دو زبانیں ہوں گی۔ اس کی روایت دارمی نے کی ہے۔

اور ابن مسعودؓ سے (روایت ہے) انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مومن نہ طعنہ زن نہ لعنت گو، نہ بدذوق اور نہ بدزبان ہوتا ہے اس کی روایت ترمذی نے کی ہے اور بیہقی نے شعب الایمان میں۔ اور ایک

Marfat.com

اور روایت میں ہے کہ نہ بد خلق اور نہ بدگو۔ اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث غریب ہے
اور ابن عمرؓ سے (روایت ہے) انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن لعنت گو نہیں ہوتا اور ایک روایت میں ہے کہ مومن کے لیے روا نہیں کہ لعنت گو ہو۔ اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔
اور سمرہ بن جندب سے (روایت ہے) انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک دوسرے کو اللہ کی لعنت یا غضب یا جہنم کی بددعا نہ دو۔ اور ایک روایت میں ہے: اور نہ آگ کی۔ اس کی ترمذی اور ابوداؤد نے روایت کی ہے۔
اور ابودرداءؓ سے (روایت ہے)۔ انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا، کہ جب بندہ کسی چیز پر لعنت کرتا ہے تو لعنت آسمان کی طرف چڑھتی ہے اور آسمان کے دروازے اس پر بند ہوجاتے ہیں۔ پھر زمین کی طرف اترتی ہے اور زمین کے دروازے اس پر بند ہو جاتے ہیں پھر دائیں بائیں جاتی ہے اور جب جگہ نہیں پاتی تو جس پر لعنت کی گئی تھی اگر وہ سزاوار ہو تو اس کی طرف پلٹتی ہے ورنہ اس کے کہنے والے کی طرف اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔
اور ابن عباسؓ سے (روایت ہے) کہ ایک آدمی کی ہوا سے چادر اتر گئی اس نے ہوا پر لعنت کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اس پر لعنت نہ کرو کیونکہ یہ حکم کے تحت ہے۔ اور جس نے ایسی چیز پر لعنت کی جو اس کی سزاوار نہیں تو لعنت اسی پر پلٹ آتی ہے اس کی روایت ترمذی اور ابوداؤد نے کی ہے۔
ابن مسعودؓ سے (روایت ہے)۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میرے اصحاب میں سے کوئی آدمی کسی کی کوئی بات مجھ تک نہ پہنچائے کیونکہ

Marfat.com

میں چاہتا ہوں کہ گھر سے نکل کر تمہارے پاس آؤں تو میرا سینہ صاف ہو۔ اس کی روایت ابو داؤد نے کی ہے۔

اور عائشہؓ سے (روایت ہے) انہوں نے کہا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ صفیہؓ کے بارے میں ایسا اور ایسا کہنا کافی ہے یعنی ان کا قد چھوٹا ہے۔ تو آپؐ نے فرمایا، تو نے ایسی بات کہی کہ اگر سمندر میں ملائی جائے تو اسے متغیر کر دے۔ اس کی روایت احمد اور ترمذی اور ابو داؤد نے کی ہے۔

اور انسؓ سے (روایت ہے)۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بیحیائی[1] جس چیز میں ہو اسے عیب ناک کر دیتی ہے۔ اور حیا جس چیز میں ہو اسے آراستہ کر دیتی ہے۔ اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

اور خالد بن معدان سے بجانب معاذؓ (روایت ہے) انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اپنے بھائی کو گناہ کا طعنہ دیا وہ مرنے سے پہلے اس پر عمل کر لیتا ہے مراد اس گناہ سے تھی جس سے تائب ہو چکا ہو۔ اس کی روایت ترمذی نے کی ہے اور کہا یہ حدیث حسن غریب ہے۔ اس کی سند متصل نہیں کیونکہ خالد نے معاذ بن جبل کو نہیں پایا۔

اور واثلہ سے (روایت ہے) انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اپنے بھائی کی مصیبت پر خوشی کا اظہار نہ کر کیونکہ (ممکن ہے) اللہ اس پر رحم کر دے اور تجھے مبتلا کر دے۔ اس کی روایت ترمذی نے کی ہے اور کہا کہ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

اور عائشہؓ سے (روایت ہے)۔ انہوں نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] یہاں مراد ہے زبان کی بے حیائی۔

نے فرمایا کہ چاہیے مجھے یہ اور یہ[1] ملے میں نہیں چاہتا کہ کسی کا خاکہ اڑادوں۔ اس کی روایت ترمذی نے کی ہے اور اس کو صحیح بتایا ہے۔

اور جُندبؓ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ ایک دیہاتی عرب آیا، سواری کو بٹھایا اور اس کے گھٹنے باندھے۔ پھر مسجد میں داخل ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی، اپنی سواری کے پاس آیا۔ اسے کھولا پھر سوار ہوا اور صدا دی، اے ہمارے اللہ! مجھ پر اور محمدؐ پر رحم کر اور ہماری رحمت میں کسی اور کو شریک نہ کر۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کیا تم اسے یا اس کے اونٹ کو زیادہ نادان کہتے ہو؟ کیا تم نے نہیں سنا اس نے جو کہا؟ انہوں نے عرض کیا، کیوں نہیں؟ اس کی روایت ابو داؤد نے کی ہے۔ اور ابوہریرہؓ کی حدیث "کفیٰ بالمرءِ کَذِبًا" پہلی فصل میں "باب الاعتصام" میں بیان ہوئی ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

انسؓ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب بدکار کی مدح کی جاتی ہے تو رب تعالیٰ غضب میں آتا ہے اور اس کا عرش ہل جاتا ہے۔ اس کی روایت بیہقی نے شُعَبُ الایمان میں کی ہے۔

اور ابو امامہؓ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مومن سب خصلتوں کا خمیر رکھتا ہے سوائے خیانت اور کذب کے۔ اس کی روایت احمد نے کی ہے۔ اور بیہقی نے شُعَبُ الایمان میں سعد بن ابی وقاص سے

---

[1] یعنی اتنی دولت۔

اور صفوان بن سلیم سے (روایت ہے) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا، کیا مومن بزدل ہو سکتا ہے؟ فرمایا، ہاں پھر عرض کیا گیا، کیا مومن بخیل ہو سکتا ہے؟ فرمایا، ہاں۔ پھر عرض کیا گیا؟ کیا مومن جھوٹا ہو سکتا ہے؟ فرمایا، نہیں۔ اس کی روایت مالکؒ نے کی ہے۔ اور بیہقی نے شعب الایمان میں مرسلاً۔

اور ابن مسعودؓ سے (روایت ہے)، فرمایا، شیطان (بعض دفعہ) انسان کا روپ بھرتا ہے اور لوگوں میں آتا ہے اور ان سے جھوٹ بات کہتا ہے تو لوگوں میں اختلاف پیدا ہو جاتا ہے۔ کوئی کہتا ہے میں نے ایک شخص کو باتیں کرتے سنا جس کا چہرہ پہچانتا ہوں اور اس کا نام نہیں جانتا۔ اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

اور عمران بن حطّان سے (روایت ہے)، انہوں نے کہا کہ میں ابو ذرؓ کے پاس آیا اور انہیں مسجد میں سیاہ چادر اوڑھے اور گوٹ مارے تنہا بیٹھا ہوا دیکھا میں نے کہا یا ابو ذر! یہ کیا تنہائی ہے؟ تو کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ برے ہم نشین سے تنہائی بہتر ہے۔ اور اچھا ہم نشین تنہائی سے بہتر ہے۔ اور بھلی بات بتانا خاموشی سے بہتر ہے اور خاموشی بری بات بتانے سے بہتر ہے

اور عمران بن حصینؓ سے (روایت ہے) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انسان کا خاموشی پہ قائم رہنا ساٹھ برس کی عبادت سے بہتر ہے۔

اور ابو ذرؓ سے (روایت ہے)، انہوں نے کہا کہ میں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا پھر پوری حدیث بیان کی[1] یہاں تک کہ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! مجھے نصیحت فرمایئے۔ فرمایا میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں اللہ سے تقوٰی رکھنے کی کیونکہ تیرے ہر کام کے لئے سب سے زیادہ زینت بخش ہے۔ میں نے عرض کیا، مزید فرمایئے۔ فرمایا، تجھ کو تلاوت قرآن اور ذکر اللہ عزّ وجل لازم ہے کیونکہ اس سے آسمان میں تیری یاد ہوتی ہے اور زمین میں نور ہوتا ہے۔ میں نے

---

[1] یعنی ابو ذرؓ نے یا ان کے راوی نے

عرض کیا، مزید فرمائیے۔ فرمایا، تجھ کو طویل خاموشی لازم ہے کیونکہ اس سے شیطان دھتکارا جاتا ہے اور تیرے دینی کام میں تیری مدد ہوتی ہے۔ میں نے عرض کیا مزید فرمائیے۔ فرمایا، پرہیز کر زیادہ ہنسنے سے کیونکہ وہ دل کو مردہ کرتا ہے اور چہرے کا نور دور کرتا ہے۔ میں نے عرض کیا، مزید فرمائیے، فرمایا حق بات کہہ چاہے یہ تلخ ہو۔ میں نے عرض کیا، مزید فرمائیے، فرمایا، اللہ کے معاملہ میں ملامت کی ملامت سے نہ ڈر۔ میں نے عرض کیا، مزید فرمائیے۔ فرمایا، تو جو کچھ اپنے بارے میں جانتا ہے وہ تجھے لوگوں (کی عیب چینی) سے باز رکھے۔

اور انس رضؓ سے منجانب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (روایت ہے) فرمایا اے ابوذرؓ! کیا تجھے دو خوبیوں کا پتہ نہ دوں جو پیٹھ پر سب سے ہلکی اور ترازو میں سب سے بھاری ہیں، میں نے عرض کیا، کیوں نہیں ؟ فرمایا، طویل خاموشی اور حسنِ خلق۔ اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ لوگوں کو (اور) ایسا کام میسر نہیں۔

اور عائشہ رضؓ سے (روایت ہے)۔ انہوں نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکرؓ کے پاس سے گزرے اور وہ کسی غلام کو لعنت کر رہے تھے۔ حضورؐ نے ان کی طرف توجہ کی اور فرمایا (کبھی دیکھے) لعنت گر اور صدیق ؟ رب کعبہ کی قسم ہر گز نہیں۔[1] ابوبکر رضؓ نے اسی دن اپنے بعض غلام آزاد کر دیے۔ اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور کہا، ایسا پھر نہیں کروں گا۔ بیہقی نے یہ پانچ حدیثیں شعب الایمان میں روایت کی ہیں۔

اسلم سے (روایت ہے)۔ انہوں نے کہا کہ ایک روز عمر رضؓ ابوبکرؓ صدیق کے

---

[1] یعنی ایسا نہیں ہو سکتا کہ یہ دو صفت ایک آدمی میں جمع ہوں۔

Marfat.com

پاس حاضر ہوئے اور وہ اس وقت اپنی زبان کھینچ رہے تھے۔ عمرؓ نے کہا، اللہ آپ کو بخشے، رہنے دیجیے۔ ابوبکرؓ نے فرمایا، اس نے مجھے گھاٹ گھاٹ پھرایا۔ اس کی روایت مالک نے کی ہے۔

عُبادہ بن الصامتؓ سے (روایت ہے) کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اپنی چھ باتوں کی ضمانت دو میں تمہیں جنت کی ضمانت دوں گا۔ بات کرو تو سچ کہو، وعدہ کرو تو پورا کرو۔ تمہارے پاس امانت رکھی جائے تو (پھر) ادا کرو۔ اور شرمگاہوں کی نگرانی کرو۔ اور نظریں جھکاؤ اور اپنے ہاتھ روکو۔

اور عبدالرحمٰن ابن غنم اور اسماء بنت یزید سے (روایت ہے) کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ کے بہترین بندے وہ ہیں کہ جب آنکھوں کے سامنے آئیں تو اللہ کی یاد آجائے، اور اللہ کے بدترین بندے چغل خور ہیں دوستوں میں جدائی ڈالنے والے؛ اور بے گناہوں کی تکلیف چاہنے والے ان دو حدیثوں کی روایت احمد نے کی ہے اور بیہقی نے شعب الایمان میں۔

اور ابن عباس رضؓ سے (روایت ہے) کہ دو آدمیوں نے ظہر اور عصر کی نماز پڑھی اور وہ روزہ سے تھے۔ تو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا، اپنے وضو اور نماز کا اعادہ کرو۔ یہ روزہ پورا کرو اور کسی اور دن اس کی قضا کرو، عرض کیا، یا رسول اللہ! کس لئے؟ فرمایا، تم نے فلاں کی غیبت کی۔

اور ابوسعیدؓ اور جابرؓ سے (روایت ہے) انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، غیبت زنا سے شدید تر ہے۔ لوگ بولے، یارسول اللہ! غیبت زنا سے شدید تر کیسے ہے؟ فرمایا، آدمی (زنا کر بیٹھے تو) پھر توبہ کرتا ہے اور اللہ اس کی توبہ قبول کر لیتا ہے۔ اور ایک روایت میں

Marfat.com

ہے پھر توبہ کرتا ہے تو اللہ اس کو بخش دیتا ہے اور غیبت والے کی بخشش نہیں ہوتی حتیٰ کہ اس کا ساتھی[1] اسے غیبت معاف نہ کرے۔ اور انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے فرمایا زنا کرنے والا توبہ کرتا ہے اور غیبت کرنے والے کی توبہ نہیں۔ ان تین حدیثوں کی بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کی ہے۔

اور انس رضی اللہ عنہ سے (روایت ہے) انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غیبت کا ایک کفّارہ یہ ہے کہ تو نے جس کی غیبت کی اس کے لئے یہ کہہ کر مغفرت کی دعا مانگے:

اے ہمارے اللہ! ہمیں اور اسے بخش دے۔ اس کی روایت بیہقی نے "الدعوات الکبیر" میں کی ہے اور کہا کہ اس کی سند میں ضعف ہے۔

---

[1] جس کی غیبت کی گئی

Marfat.com

بَابُ الوَعْدِ

وَعَدَ : عہد دیا۔ قول دیا۔ اس کا عام استعمال باب مفاعلہ سے آتا ہے۔
وَعْد : مصدر ہے عِدَۃ اور مَوْعِد بھی مصدر ہیں۔ وَعْد اور عِدَۃ بطور اسم بھی آتے ہیں۔ عِدَۃ کی جمع عِدَات ہے۔ وَعْد کی جمع نہیں آتی۔
وَعِید کے معنی ہیں دھمکی اور ایعاد کے معنی ہیں، دھمکی دینا موعد: میعاد (۱) وعدہ کا وقت (۲) وعدہ کی جگہ وَعْد، عہد، عقد اور میثاق میں فرق:
(۱) وَعْد عَہْد میں شامل ہے (خازن سورۂ نحل) عَہْد میں وسعت اور عمومیت زیادہ ہے۔
(۲) عَہْد کے اصل معنی ہیں: کسی چیز کو حفاظت میں رکھنا اور وقتاً فوقتاً اس کی نگرانی کرتے رہنا (خازن: سورۃ الرعد) ان معنی کی بنا پر عہد میں پختگی کا مفہوم بھی پایا جاتا ہے یعنی عَہْد اس وَعْد کو کہہ سکتے ہیں جس کا بہت خیال رہے۔
(۳) عہد کا عام استعمال اپنے وسیع تر معنی میں ہوتا ہے۔ اسے وَعْد کی جگہ کم استعمال کرتے ہیں۔
عقد زیادہ پختہ عہد کو کہتے ہیں۔ عقد کے اصل معنی ہیں: باندھنا یا بندھن
مِیثَاق: اس معاہدہ کو کہتے ہیں جس میں پختگی ہو۔ اس کا دائرہ معنی بہت

محدود ہے۔

سورہ المائدہ میں ارشاد ہے:

ایفائے عہد: یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنے بندھنوں کا ایفا کرو۔

عہد اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہو یا اس کی مخلوق کے ساتھ اس کی پابندی بہرکیف اور بہر صورت لازم ہے۔ البتہ یہ احتیاط رہے کہ جو عہد بندوں کے ساتھ باندھے جاتے ہیں وہ دین کے مزاج اور شریعت کی روح کے خلاف نہ ہوں ورنہ لائق نفاذ نہ ہوں گے۔ ہادی برحق صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس نے کوئی ایسی شرط باندھی جس کا جواز کتاب اللہ میں نہیں تو یہ شرط اس پر لازم نہ ہوگی چاہے اس نے اس کو سو بار ریختہ کیا ہو (کیونکہ) اللہ کی شروط کا حق اور پختگی زیادہ ہے۔

سورۃ النحل (آیات ۱۹۰-۱۹۵) میں اللہ تعالیٰ نے باہمی اور بین الاقوامی معاہدات کو عَھْدُ اللّٰہِ یعنی اللہ کا عہد کہہ کر ان کے احترام کو ہزار چند کر دیا ہے مسلمان جب قرآن و سنت کے مطابق کسی سے کوئی عہد باندھتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں عہدِ خداوندی ہوتا ہے جس کی پابندی ازبس لازم ہے اس کا توڑنے والا غدّار کہلاتا ہے۔ حدیث میں وارد ہے کہ قیامت کے روز ہر غدّار کے ہاتھ میں ایک جھنڈا ہوگا تاکہ اس کی خوب تشہیر ہو جائے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک دفعہ منافق کی تین علامتوں میں سے ایک علامت یہ بتائی کہ وہ عہد شکن ہوتا ہے۔ آپؐ کا ارشاد ہے:

لَا دِیْنَ لِمَنْ لَّا عَھْدَ لَہٗ۔

ترجمہ: جس کا عہد نہیں اس کا دین نہیں۔

Marfat.com

حضورؐ کا ایک اور ارشاد ہے کہ وعدہ قرض کی طرح ہوتا ہے یا اس سے بھی بڑھ کر ہے[1]

فرمانِ الٰہی ہے:

وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا۔

ترجمہ: اور وعدہ پورا کرو۔ وعدہ کے بارے میں یقیناً پرسش ہوگی۔

صحیح بخاری میں ایک حدیث ہے کہ معاہد کا قاتل دوزخی ہوتا ہے۔ یعنی اگر کسی مشرک قوم سے بھی تمہارا عہد ہو تو اسے توڑنے کی اجازت نہیں۔ اگر کوئی مسلمان عہد کو نظر انداز کر کے اس قوم کے کسی فرد کو مار ڈالے تو دوزخ میں جائے گا۔

ہادی برحق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا تھا کہ تم نے اسلام سے قبل جو وعدے کیے ہیں انہیں سرانجام دو۔ اسلام انہیں مزید قوت دیتا ہے حضورؐ کے اس ارشاد سے ثابت ہوتا ہے کہ جب قبلِ اسلام کے وعدوں کی یہ وقعت ہے تو جو عہد اسلام میں باندھے جائیں ان کی کس قدر اہمیت ہوگی۔

حضرت حذیفہؓ اور حضرت ابو حسیلؓ دو صحابی تھے۔ اسلامی لشکر میں شریک ہونے کو میدانِ بدر کی طرف جا رہے تھے کہ مشرکین نے پکڑ لیا اور پھر اس وعدہ پر جانے دیا کہ بدر کے میدان میں نہیں ٹھہریں گے اور سیدھے مدینہ جائیں گے۔ انہوں نے آکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ماجرا عرض کیا۔ آپؐ نے فرمایا، تم مدینہ جاؤ۔ ہم عہد پورا کریں گے اور اللہ سے مدد کے طلب گار ہوں گے۔ یہ جنگ کا موقع تھا ایک ایک فرد

---

[1] احیاء العلوم

Marfat.com

کی ضرورت تھی اور پوچھنے والا کوئی نہ تھا تاہم حضورؐ نے ایفائے عہد میں کمی نہ کی۔

بَابُ الْوَعْدِ

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

عَنْ جَابِرٍ قَالَ لَمَّا مَاتَ رَسُوْلُ

سے جابر کہا جب وفات پائی

جابرؓ سے (روایت ہے) انہوں نے کہا کہ جب رسول اللہ

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَجَاءَ

اور آیا

صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی اور ابو بکرؓ کے

اَبَا بَکْرٍ مَالٌ مِنْ قِبَلِ الْعَلَاءِ

از طرف

پاس علاء بن الحضرمی کی طرف سے

بْنِ الْحَضْرَمِیِّ فَقَالَ اَبُوْبَکْرٍ

تو کہا

مال آیا تو ابو بکرؓ نے کہا

مَنْ كَانَ لَهُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ

جو ہوا اس کا پر

جس کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَيْنٌ أَوْ كَانَتْ لَهُ

قرض یا اس کے لئے

کچھ قرض تھا یا آپ کے ذمے اس کے لئے

قِبَلَهُ عِدَةٌ فَلْيَأْتِنَا قَالَ جَابِرٌ

پاس اس کے وعدہ تو وہ آئے ہمارے پاس کہا

کوئی وعدہ ہو تو ہمارے پاس آئے۔ جابرؓ کہتے ہیں

فَقُلْتُ وَعَدَنِي رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى

تو کہا میں نے وعدہ کیا مجھ سے

(کہ) میں بولا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ

اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُعْطِيَنِي

کہ دے مجھے

وسلم نے مجھ سے وعدہ فرمایا تھا کہ مجھے

هٰكَذَا وَهٰكَذَا وَهٰكَذَا فَبَسَطَ

یوں اور یوں اور پھیلائے

اس طرح اور اس طرح اور اسطرح عطا فرمائیں گے اور اپنا

يَدَيْهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ قَالَ جَابِرٌ

ہاتھ اس کے تین بار کہا جابر

ہاتھ تین بار پھیلایا جابر کہتے ہیں کہ

فَحَثَى لِي حَثْيَةً فَعَدَدْتُهَا فَإِذَا

تو مٹھی بھری بھر لیے مٹھی تو گنا میں نے اسے تو اچانک

مجھے مٹھی بھر کر دی میں نے اسے گنا تو کیا دیکھتا ہوں

هِيَ خَمْسُمِائَةٍ وَقَالَ خُذْ مِثْلَيْهَا

وہ پانچ سو اور کہا لے دوگنا اس کا

کہ وہ پانچ سو ہیں اور کہا، اس سے دو گنا (اور) لو

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ـ

متفق علیہ ہے ـ

Marfat.com

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

ابو جُحیفہ سے (روایت ہے) انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سفید فام دیکھا۔ آپؐ کے بالوں میں سفیدی آرہی تھی۔ اور حسن بن علی رضؓ آپ کے ہم صورت تھے۔ آپؐ نے ہمارے لئے تیرہ اونٹنیوں کا حکم دیا تو ہم انہیں لینے چل دیئے اور آپؐ کی وفات کی خبر آگئی اور انہوں نے ہمیں کچھ نہ دیا۔ پھر جب ابو بکرؓ (خطبہ کے لیے) اٹھے تو کہا جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی عہد دیا ہو وہ آئے۔ میں اٹھ کر ان کے پاس گیا اور انہیں بتایا تو انہوں نے ہمارے لئے ان کا حکم دیا۔ اس کی روایت ترمذیؒ نے کی ہے۔

اور عبداللہ بن ابو الحمساءؓ[1] سے (روایت ہے) انہوں نے کہا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے آپؐ کی بعثت سے قبل ایک سودا کیا اور آپؐ کے حق میں کچھ باقی رہ گیا۔ میں نے آپؐ سے وعدہ کیا کہ میں اسی جگہ لاتا ہوں۔ پھر میں بھول گیا اور تین روز بعد یاد آیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ آپؐ اسی جگہ ہیں۔ تو آپؐ نے فرمایا، تو نے مجھ پر مشقت ڈالی۔ میں یہاں تین دن سے تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔ اس کی روایت ابو داؤد نے کی۔

زید بن ارقم سے منجانب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (روایت ہے)۔ آپؐ نے فرمایا، جب آدمی اپنے بھائی سے اس نیت کے ساتھ وعدہ کرے کہ پورا کرے گا۔ اور پورا نہ کر سکے اور میعاد پر نہ آسکے تو اس کو کوئی گناہ نہیں۔ اس کی روایت ابو داؤد اور ترمذی نے کی ہے۔

---

[1] اصل میں یہ نام ابو الحماء ہے۔ متن میں صاحب مشکوٰۃ کا سہو ہے۔

اور عبداللہ بن عامر سے (روایت ہے)، انہوں نے کہا کہ ایک روز مجھے ماں نے بلایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر میں تشریف فرما تھے۔ میری ماں نے کہا، ہاں! آ تجھے دوں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تو اسے کیا دینا چاہتی ہے۔؟ اس نے کہا میں اسے کھجور دینا چاہتی ہوں تو اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر تو اسے کچھ نہ دے تو تیرے خلاف ایک جھوٹ درج ہو جائے گا۔ اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے اور بیہقی نے شعب الایمان میں۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

زید بن ارقم سے (روایت ہے) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس نے کسی سے وعدہ کیا اور ان میں سے ایک نماز کے وقت تک نہ آیا اور جو آیا تھا وہ نماز پڑھنے چلا گیا تو اس کو کوئی گناہ نہیں[1]۔ اس کی روایت رزین نے کی ہے۔

---

[1] یعنی جو شخص حسب وعدہ موقع پہ پہنچا لیکن دوسرا فریق نہ آیا تو نماز کا وقت ہو جانے پر نماز پڑھنے چلا گیا۔

Marfat.com

بَابُ المُزاح

مفہوم | مزاح کو عموماً سنجیدگی کی ضد بیان کیا جاتا ہے اس سبب لیے بعض علماء اسے اصلاً مذموم بتاتے ہیں لیکن یہ رائے درست معلوم نہیں ہوتی۔ مزاح متانت کی ضد نہیں۔ متانت کا تسلسل اسے بوجھل کر دیتا ہے۔ مزاح اس بوجھ کو گاہے ماہے ہلکا کرنے کا نام ہے۔ اس لیے اسے اصلاً مباح سمجھنا چاہیے۔

مزاح یہ ہے کہ آدمی شائستہ اور شگفتہ کلام کے ذریعے دوسرے شخص کی اس انداز سے چٹکی لے کہ اسے بھی انبساط ہو۔ مزاح کا جوہر اس کے ضبط و احتیاط میں ہے ورنہ یہ تمسخر یت میں تبدیل ہو کر بے کیفی اور بے اعتدالی کا موجب ہو جاتا ہے۔

شروط | مزاح کی مندرجہ ذیل شروط ہیں:

۱۔ اس میں افراط نہ ہو۔

۲۔ اس میں مداومت نہ ہو یعنی گاہے ماہے ہو۔

۳۔ اس میں لطافت ہو، کثافت نہ ہو۔

۴۔ باطل سے خالی ہو۔

۵۔ اس سے مقصود اظہار محبت ہو، دل آزاری نہ ہو۔

اگر مندرجہ بالا شروط کو ملحوظ نہ رکھا جائے تو مزاح سے مندرجہ ذیل قسم کی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں:

۱۔ کذب اور باطل کی آمیزش۔ حضرت عمرؓ کو اس کا اس قدر خدشہ تھا کہ کہا

کرتے تھے مزاح کو اس لیئے مزاح کہتے ہیں کہ مازح کی حق سے ازاحت کرتا ہے یعنی اسے حق سے دور کر دیتا ہے۔

۲۔ حیار کی کمی
۳۔ ورع کی کمی یا فقدان
۴۔ کینہ و عداوت
۵۔ وقار کی کمی۔

مزاح میں پوری احتیاط رکھنا بہت مشکل ہے اس لیئے فضیلت اس کی کمی میں ہے۔

بَابُ الْمِزَاحِ

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

عَنْ اَنَسٍ قَالَ اَنْ كَانَ النَّبِيُّ

سے کہا کہ تھا

انس رضی اللہ عنہ سے (روایت ہے)۔ انہوں نے کہا (کہ) نبی کریم صلی اللہ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيُخَالِطُنَا

میل جول کرتا ہم سے

علیہ وسلم ہم سے میل جول رکھتے تھے

Marfat.com

حَتّٰی یَقُوْلُ لِاَخٍ لِّیْ صَغِیْرٍ یَا اَبَا عُمَیْرٍ

کہتا لیئے بھائی میرا چھوٹا اے

یہاں تک کہ میرے ایک چھوٹے بھائی سے فرمایا کرتے تھے اے ابوعمیر

مَا فَعَلَ النُّغَیْرُ کَانَ لَہٗ نُغَیْرٌ

کیا ہوا چھوٹا بلبل تھا اس کا چھوٹا بلبل

بلبل کو کیا ہوا[1] اس کا ایک چھوٹا بلبل تھا

یَلْعَبُ بِہٖ فَمَاتَ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

کھیلتا ساتھ اس کے اور مر گیا

اس سے کھیلا کرتا تھا اور وہ مر گیا تھا۔ متفق علیہ ہے۔

نُغَیْر: بلبل کی ایک نوع ہے۔ امام غزالیؒ نے اس کے معنی فَرخُ العُصفُور یعنی چڑیا کا بچہ لکھے ہیں۔

ابوعمیرؓ کی والدہ امّ سلیمؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی رشتہ داروں سے تھیں۔ حضورؐ ان کے ہاں گاہ بگاہ تشریف لے جاتے تھے ابوعمیرؓ کے ابھی چھٹپنے کے دن تھے۔ ان کے پاس ایک بلبل تھا اور وہ اس سے کھیلا کرتے تھے۔ کچھ عرصہ بعد بلبل مر گیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب بھی ابوعمیر کو دیکھتے تو فرماتے اے ابوعمیر! نغیر کو کیا ہوا۔ ابوعمیر اور نُغَیر کے لفظ ہم قافیہ ہیں اس لئے حضور علیہ الصلوٰۃ

---

[1] بلبل اردو میں مذکر اور مؤنث دونوں طرح آتا ہے۔

والسلام کے فقرہ میں ایک دل کش لطافت پیدا ہوجاتی تھی۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِی

ابوہریرہؓ سے (روایت ہے)، انہوں نے کہا کہ صحابہؓ نے عرض کیا، یارسول اللہ! آپؐ ہم سے مزاح بھی کر لیتے ہیں۔ فرمایا میں حق بات ہی کہتا ہوں۔ اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

اور انسؓ سے (روایت ہے) کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سواری کی درخواست کی۔ آپؐ نے فرمایا میں تمہیں اونٹنی کا ایک بچہ دوں گا۔ اس نے کہا میں اونٹنی کے بچے کو کیا کروں گا؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کیا اونٹنیوں کے بچے" اونٹ" نہیں ہوتے؟ اس کی ترمذی اور ابو داؤد نے روایت کی ہے۔ اور ان سے (روایت ہے) کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا، اے دو کانوں والے! اس کی روایت ابو داؤد اور ترمذی نے کی ہے۔

اور ان سے (روایت ہے) منجانب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کہ آپؐ نے ایک بوڑھی عورت سے فرمایا، کوئی بڑھیا جنت میں نہیں جائے گی۔ اس نے کہا وہ کیونکر؟ اور وہ قرآن پڑھا کرتی تھی۔ آپؐ نے اس سے فرمایا کیا تو قرآن میں نہیں پڑھتی

اِنَّا اَنْشَاْنٰھُنَّ اِنْشَآءً فَجَعَلْنٰھُنَّ اَبْکَارًا۔

اس کی روایت رزینؒ نے کی ہے اور شرح السنۃ میں مصابیح کی عبارت سے ہے۔

اور ان سے (روایت ہے) کہ ایک دیہاتی شخص کا نام زاہر بن حرام تھا اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دیہات سے تحفے لایا کرتا تھا اور جب وہ کوچ کرنے لگتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا سامان سفر تیار فرما دیتے۔ نبی کریم صلی اللہ

Marfat.com

علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ زاہر ہمارا دیہات ہے اور ہم زاہر کے شہر ہیں[1]۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسے پسند کرتے تھے اور اس کی صورت اچھی نہ تھی تو ایک روز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور وہ اپنا سودا بیچ رہا تھا۔ آپؐ نے پیچھے سے اسے چھاتی سے لگا لیا اور وہ آپؐ کو نہ دیکھ سکتا تھا۔ اس نے کہا کون ہے؟ مجھے چھوڑ دے۔ اس نے مڑ کر دیکھا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سینے سے اپنی پیٹھ ملا کر رکھنے میں کوتاہی نہ کی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے، اس غلام کو کون خریدے گا؟ اس نے عرض کیا، یا رسول اللہ! اللہ کی قسم! آپؐ مجھے بے قدر پائیں گے۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تو اللہ کے پاس بے قدر نہیں۔ اس کو شرح السنۃ میں روایت کیا ہے۔

عوف بن مالکؓ اشجعی (روایت ہے) اس نے کہا کہ میں غزوۂ تبوک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور آپؐ اس وقت کھال کے گول خیمے میں تھے۔ تو میں نے سلام کہا اور آپؐ نے جواب دیا اور فرمایا اندر آجا۔ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ کیا سارا آجاؤں؟ فرمایا ہاں سب۔ تو میں اندر گیا۔ عثمان بن ابی العاتکہ[2] نے کہا کہ اس نے "سارا آجاؤں" خیمے کے چھوٹا ہونے کی وجہ سے کہا تھا۔ اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔

اور نعمان بن بشیرؓ سے (روایت ہے) اس نے کہا کہ ابوبکرؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہونے کی اجازت مانگی اور سنا کہ عائشہؓ کی آواز اونچی ہے۔ جب اندر گئے تو عائشہؓ کو پیٹنے کے لئے پکڑ لیا اور کہا میں تجھے نہ دیکھوں کہ تو نبی کریم صلی اللہ

---

[1] یعنی اس کے ہوتے ہم کو دیہات کی ضرورت نہیں اور ہمارے ہوتے اس کو شہر کی حاجت نہیں۔ [2] ایک راوی کا نام۔

Marfat.com

علیہ وسلم کے سامنے آواز اونچی کرے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم انہیں روکنے لگے اور ابو بکرؓ غصّے میں باہر چلے گئے۔ تو جب ابو بکرؓ گھر سے نکلے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، دیکھا میں نے تجھے اس شخص سے کیسے چھڑایا (لقمان نے) کہا کہ ابو بکرؓ کچھ دن ٹھہرے اور پھر حاضری کی اجازت لی اور دیکھا کہ ان کے درمیان صلح ہے تو کہا، مجھے اپنی صلح میں بھی شریک کرو جیسے اپنی لڑائی میں شریک کیا تھا۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم نے شریک کیا، ہم نے شریک کیا۔ اس کی روایت ابو داؤد نے کی ہے۔

اور ابن عباسؓ سے منجانب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم روایت ہے آپؐ نے فرمایا، اپنے بھائی سے جدل نہ کر اور نہ اس سے مزاح کر اور نہ اس سے عہد کر کے توڑ۔ اس کی روایت ترمذی نے کی ہے اور کہا کہ یہ حدیث غریب ہے۔

نکتہ: یہاں مزاح سے مراد ناروا مزاح ہے۔

Marfat.com

بَابُ الْمُفَاخَرَۃِ وَالْعَصَبِیَّۃِ

مُفَاخَرَۃ: مفاخرہ کا مادہ فخر ہے۔ فَخْرٌ (یا فَخَرٌ) کے معنی ہیں اپنی خوبیوں، خصلتوں اور جاہ و مال پر یا آباء و اجداد یا خاندان کی عظمت رفتہ و حاضرہ پر خود ستائی کرنا۔

آباء و اجداد خاندان اور اپنے وہ اوصاف جنہیں آدمی وجہ فضیلت شمار کرے حَسَب کہلاتے ہیں اس اعتبار سے فخر کے معنی ہوں گے حسب پر نازاں ہونا تفاخر کے معنی ہیں گھمنڈ، تکبر

مُفَاخَرَۃ: ایک دوسرے کے مقابل اظہار فخر کرنا۔ عربوں میں حریف خاندان بعض دفعہ مجلس منعقد کر کے اپنے اپنے خطیبوں سے خاندانی فضائل گنواتے تھے۔ اس کو مُفَاخَرَہ کہتے تھے۔ اب یہ لفظ اپنے عمومی معنی ہی میں مستعمل ہے۔

عَصَبِیَّت: اس کی اصل عَصَب ہے جس کے معنی ہیں: رگ۔
عَصَبَ: بل دے کر مضبوطی سے باندھا۔

عَصَبَہ:۔ اولاد اور باپ کی طرف سے رشتہ دار۔

عُصْبَہ یا عِصَابَہ: گروہ دس سے چالیس افراد کا۔

تَعَصُّب یا عَصَبِیَّۃ: عَصَبَہ کی دوسروں کے خلاف حق و ناحق مدد کرنا۔ خاندان سے ظلم میں تعاون کرنا۔

خاندان سے ضرور محبت رکھنی چاہیے لیکن یہ محبت حد سے بڑھ جائے تو آدمی اندھا اور بہرا ہو کر خاندان سے گناہ میں بھی تعاون کرنے لگتا ہے۔ لہٰذا محبت کو اتنا

Marfat.com

نہ بڑھنے دیا جائے کہ تعصب میں بدل جائے۔

بَابُ الْمُفَاخَرَةِ وَالْعَصَبِيَّةِ

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ

کہا پوچھا گیا

ابوہریرہؓ سے (روایت ہے) انہوں نے کہا (کہ) رسول اللہ

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَیُّ النَّاسِ

کون لوگ

صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا: کون لوگ سب سے

اَکْرَمُ قَالَ اَکْرَمُهُمْ عِنْدَ اللّٰہِ

معززترین کہا معزز ترین ان ہیں پاس اللہ

معزز ہیں؟ فرمایا، اللہ کے نزدیک ان میں سب سے زیادہ معزز وہ ہیں

اَتْقٰهُمْ قَالُوْا لَیْسَ عَنْ هٰذَا

متقی ترین ان ہیں بولے نہیں بات یہ

جو سب سے زیادہ متقی ہیں صحابہ بولے ہم اس بارے میں

Marfat.com

نَسْأَلُكَ قَالَ فَأَكْرَمُ النَّاسِ

پوچھتے ہیں ہم تجھ سے کہا تو معزز ترین

آپ سے نہیں پوچھتے فرمایا، تو لوگوں میں سب سے کریم

يُوسُفُ نَبِيُّ اللّٰهِ ابْنُ نَبِيِّ اللّٰهِ ابْنِ

کریم یوسف ہیں جو نبی اللہ، ابن نبی اللہ، ابن

نَبِيِّ اللّٰهِ ابْنِ خَلِيلِ اللّٰهِ قَالُوا لَيْسَ

بولے نہیں

نبی اللہ ابن خلیل اللہ ہیں (صحابہ) بولے، ہم اس بابت

عَنْ هٰذَا نَسْأَلُكَ قَالَ فَعَنْ

بابت یہ پوچھتے ہیں ہم تجھ سے کہا تو بابت

آپ سے نہیں پوچھتے۔ فرمایا، تو

مَعَادِنِ الْعَرَبِ تَسْأَلُونِّي قَالُوا

خاندان عرب پوچھتے ہو تم مجھ سے کہا

عرب خاندانوں کے بارے میں مجھ سے پوچھتے ہو انہوں نے کہا

Marfat.com

نَعَمْ قَالَ فَخِيَارُكُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ

ہاں کہا تو بہترین تم میں میں جاہلیت

ہاں - فرمایا، تم میں جو جاہلیت میں بہترین تھے

خِيَارُكُمْ فِي الْإِسْلَامِ إِذَا فَقِهُوا

بہترین تمہارے ہیں اسلام جب علم دین سیکھا انہوں نے

وہ اسلام میں بھی بہترین ہیں جب انہوں علم دین سیکھا

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ -

متفق علیہ ہے -

مَعَادِن : اصل میں دھات کو کہتے ہیں۔ یہاں خالص خاندان مراد ہیں۔
تَسْأَلُونِّي : اصل میں ہے۔ تَسْأَلُونَ (تم پوچھتے ہو) نِي (مجھ سے) خِيَار جمع ہے خَيْرٌ (بہترین) کی۔
فَقُهُوا : لغوی معنی ہیں سمجھ حاصل کی۔ یہاں مراد ہے علم دین اور احکام شریعت کا علم حاصل کیا۔
شرح : حدیث زیر نظر میں کریم کے مندرجہ ذیل معنی ہیں :
۱۔ آبرومند، عزت دار۔
۲۔ شریفُ النسب۔
۳۔ عمدہ حسب رکھنے والا۔ حسب ان ذاتی اور آبائی اوصاف و خصائل کو

Marfat.com

کہتے ہیں جن کو آدمی وجہ شرف شمار کرتا ہو۔

صحابہ کرام رضؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ سب سے زیادہ کریم کون ہے؟ حضور نے مذکورہ بالا پہلے معنی کے پیش نظر جواب دیا۔ ان کے دوبارہ سوال کرنے پر آپ ؐ نے دوسرے معنی کو زیر نظر رکھ کر جواب ارشاد فرمایا۔ صحابہ کرام رضؓ کے پیش نظر بھی یہی دوسرے معنی تھے لیکن ان کی غرض صرف عرب خاندانوں سے تھی۔ حضور ؐ نے اس کے جواب میں جو کچھ ارشاد فرمایا اس میں یہ تنبیہ فرمائی کہ خاندانی برتری کوئی چیز نہیں۔ یہ برتری صرف حضرت یوسف علیہ السلام کو حاصل تھی وہ خود بھی نبی تھے اور انبیاء علیہم السلام کی اولاد سے تھے۔ جہاں تک عرب کے یا کسی اور قوم کے خاندانوں کا تعلق ہے انہیں بذاتِ خود کوئی فوقیت حاصل نہیں۔ ہر شخص کو اعمال کے موجب فضیلت حاصل ہوگی۔ اس لحاظ سے بہترین لوگ وہ ہیں جو جاہلیت کے دور میں بھی کفر کے باوجود کچھ عقل و خرد اور اخلاق رکھتے تھے اور جب اسلام لائے تو دین و شریعت کے احکام کو خوب سمجھا اور ان پر عمل پیرا ہوئے۔ جو لوگ اسلام نہ لائے ان کے سب اعمال ضائع گئے۔ ان کے کریم ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہونا چاہئے وہ انبیاء کی اولاد سے ہی کیوں نہ ہوں۔

مفاخرت کی ممانعت

دورِ جاہلیت میں مُفَاخَرَۃ کا رواج عام تھا۔ اسلام نے اس کی بیخ کنی کا بیڑا اٹھایا۔ اس نے بتایا کہ اللہ کی نگاہ میں عزت کی بنیاد خاندان پر نہیں بلکہ تقویٰ پر ہے۔

خود نمائی انسان کا ایک جِبِلّی خاصّہ ہے۔ اس کی تسکین صرف ٹھوس اور

عمدہ اوصاف سے ہو سکتی ہے جو پیہم عرق ریزی، جان فشانی اور ایثار کا مطالبہ کرتے ہیں۔ بعض لوگ جب خود کو ان اوصاف سے عاری دیکھتے ہیں تو شخصیت کی دھاک بٹھانے کے لیے زبان کو جولاں کرتے ہیں۔ بزرگوں کے فضائل کو خوب چمکا کر بیان کرتے ہیں اور اپنے اندر کوئی خوبی ہو یا نہ ہو خود کو ہمہ صفت موصوف ثابت کرتے ہیں پورا زورِ کلام صرف کر دیتے ہیں۔

بزرگوں کے کارناموں کو بھلانا محسن کشی کے برابر ہے۔ ان کارناموں کی یاد تازہ رکھنا ضروری ہے لیکن جاہلانہ اور ریاکارانہ طریقے سے نہیں بلکہ اسلامی انداز سے تاکہ سننے والوں میں عزم و ہمت کے ولولے پیدا ہوں۔ جاہلانہ اور ریاکارانہ طریقہ یہ ہے کہ آدمی لذت طلب اور آرام کوش ہو کر بزرگوں کا نام بیچتا پھرے۔

آبائی کارناموں کو بیان کرنے کا حق صرف مندرجۂ ذیل صورتوں میں ہے:

۱۔ آدمی ان کارناموں کو اپنے عمل میں زندہ اور تابندہ رکھنے کا حوصلہ اور تڑپ رکھتا ہو۔

۲۔ اس سے فخر اور تکبر وابستہ نہ ہو بلکہ تواضع کا اظہار ہو۔ اللہ تعالیٰ نے انسانی فطرت میں خود نمائی[۱] کے ساتھ تواضع[۲] کی جبلت بھی ودیعت کی ہے ان کے ساتھ ساتھ ظاہر ہونے ہی میں انسانیت کا کمال ہے۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم سرورِ دو عالم ہیں لیکن آپؐ نے فخر کو کبھی قریب بھی پھٹکنے نہیں دیا۔

۳۔ اپنے حسب بیان کرنے سے دوسروں کو جلانا اور ستانا مطلوب نہ ہو بلکہ ان کے اندر بھی نیک جذبات پیدا کرنے مقصود ہوں۔

۱۔ SELF-ASSERTION ۲۔ SEF-ABASEMENT

Marfat.com

۴۔ ایک کی مدح میں دوسرے کے ذم کا پہلو نہ ہو۔ مثلاً حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے منع فرمایا ہے کہ آپؐ کی مدح اس انداز سے کی جائے کہ کسی اور نبی کی شان پہ زد پڑتی ہے۔

۵۔ مدح جائز ہو اور شرعی حدود کے اندر۔ غالی مدح انبیاء علیہم السلام کی بھی ممنوع ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ میری تعریف میں ایسا غلو نہ کرو جیسا نصاریٰ نے حضرت عیسیٰؑ کی تعریف میں کیا۔ اگر کوئی صحابی آپؐ کے سامنے اس غلو کے مرتکب ہوتے تو انہیں منع فرماتے تھے۔

۶۔ کفّار کے مقابل بالخصوص جنگ میں مفاخرۃ کی اجازت ہے لہٰذا رجز بھی جائز ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جنگ حنین میں رجزیہ شعر پڑھا تھا۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ رَسُوْلُ

فرمایا	کہا		اور سے

اور ابن عمرؓ سے (روایت ہے) انہوں نے کہا (کہ) رسول اللہ

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْکَرِیْمُ ابْنُ

بیٹا	کریم

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کریم ابن

الْکَرِیْمِ ابْنِ الْکَرِیْمِ ابْنِ الْکَرِیْمِ

کریم	بیٹا	کریم	بیٹا	کریم

کریم ابن کریم ابن کریم

Marfat.com

يُوْسُفُ بْنُ يَعْقُوْبَ بْنِ اِسْحَاقَ بْنِ

یوسفؑ ابن یعقوبؑ ابن اسحاقؑ ابن

اِبْرَاهِيْمَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَعَنِ

اور سے

ابراہیمؑ ہیں۔ اس کی روایت بخاری نے کی ہے اور

الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ فِيْ يَوْمِ

براء بن عازب کہا میں معرکہ

براء بن عازب سے (روایت ہے) انہوں نے کہا (کہ) حنین کے

حُنَيْنٍ كَانَ اَبُوْ سُفْيٰنَ بْنُ الْحَارِثِ

تھا ابو سفیان بیٹا حارث

معرکہ میں ابو سفیان بن حارث تھامے ہوئے تھا

اٰخِذًا بِعِنَانِ بَغْلَتِهٖ يَعْنِيْ بَغْلَةَ

پکڑے ہوئے لگام خچر اس کا یعنی خچر

لگام آپؐ کے خچر کی یعنی

Marfat.com

رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خچر (کی)

فَلَمَّا غَشِیَہُ الْمُشْرِکُوْنَ نَزَلَ فَجَعَلَ

توجب چھالیا اسے مشرکین اترا اور شروع کیا

تو جب مشرکین آپؐ پر بڑھ آئے تو آپؐ اتر پڑے اور

یَقُوْلُ اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِب اَنَا ابْنُ

کہتا (تھا) میں نبی نہیں جھوٹ میں پوتا

فرمانے لگے میں نبی ہوں اس میں کوئی جھوٹ نہیں۔ میں

عَبْدِ الْمُطَّلِب قَالَ فَمَا رُئِیَ مِنَ

کہا اور نہ دیکھا گیا سے

پوتا عبدالمطلب کا ہوں۔ انہوں نے کہا، لوگوں میں اس دن

النَّاسِ یَوْمَئِذٍ اَشَدُّ مِنْہُ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

لوگ اس دن پر عزم تر اس سے

آپؐ سے بڑھ کر پر عزم کوئی نہیں دیکھا گیا۔ متفق علیہ ہے۔

Marfat.com

اَنَا ابْنُ عبدِ المُطَّلِب: ابن کا لفظ صرف بیٹے کے لیے ہی نہین بلکہ پوتے پڑپوتے اور پشت در پشت اولاد کے لئے بھی آتا ہے۔

عرب میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیدائش سے بہت قبل مذہبی حلقوں میں یہ پیش گوئی عام رائج تھی کہ عبدالمطلب کی اولاد میں ایک نبی اٹھے گا۔ حضورؐ کا اس ارشاد میں اسی پیش گوئی کی طرف اشارہ ہے۔ جنگِ حنین بنو ہوازن اور بنو ثقیف سے ہوئی تھی۔ عین ممکن ہے یہ پیش گوئی انہی میں عام ہو۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے زندگی کے پہلے چار برس بنو ہوازن کی ایک خاتون حضرت حلیمہؓ کے ہاں گزارے تھے۔ اس دوران آپؐ سے معجزات صادر ہوئے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ہوازن میں یہ چرچا ہو گا کہ ابن عبدالمطلب نبوت پر سرفراز ہوں گے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والد آپؐ کی پیدائش سے قبل ہی وفات پا گئے تھے اور عبدالمطلب رؤسائے عرب میں سے تھے اس لئے ہوازن انہیں عبداللہ کے بیٹے کے بجائے عبدالمطلب کے پوتے کی حیثیت سے ہی زیادہ جانتے ہوں گے۔

حُنین: مکہ سے پندرہ بیس میل آگے طائف کی راہ میں حُنین نام ایک وادی ہے یہاں ہجرت کے آٹھویں برس اہلِ اسلام کی بنو ثقیف اور بنو ہوازن سے جنگ ہوئی تھی۔ اس کے اثناء میں ایک بار یوں ہوا کہ تقریباً سارا اسلامی لشکر پسپا ہو کر پراگندہ ہو گیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے سفید خچر پر جس کا نام دُلدُل تھا سوار تھے۔ آپؐ برابر آگے بڑھتے گئے تھوڑی دیر میں صحابۂ کرام واپس آگئے اور جم کر ایسا حملہ کیا کہ دشمن کے پاؤں اکھڑ گئے۔

ابو سفیان بن حارث حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چچیرے بھائی تھے۔

Marfat.com

وہ تیروں کی بوچھاڑیں بھی آپؐ کے ہمراہ رہے اور دُلدل کی لگام تھامے رہے۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَی

اور سے | انس | کہا | آیا | آدمی | طرف

اور انس رضؓ سے (روایت ہے) انہوں نے کہا (کہ) ایک شخص

النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ

اور کہا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا

یَاخَیْرَ الْبَرِیَّةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ

اے بہترین مخلوق تو کہا

اے خیر البریۃ! تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ذَاكَ اِبْرٰهِیْمُ

وہ ابراہیم

نے فرمایا وہ ابراہیم ہیں

رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

روایت اس کی مسلم۔

اس کی روایت مسلم نے کی۔

شرح: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اولادِ آدم کے سردار تھے آپؐ افضل الانبیاء تھے

Marfat.com

آپ نے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو انکسار سے خیر البریہ کہا ہے۔

وَعَنْ عُمَرَ قَالَ رَسُوْلُ

اور سے عمر کہا کہا

اور عمرؓ سے (روایت ہے)۔ انہوں نے کہا (کہ) رسول اللہ

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا

نہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میری

تُطْرُوْنِیْ کَمَا اُطْرَتِ النَّصَارٰی

جیسے

مدح میں ایسا غلو نہ کرو جیسے نصاریٰ نے

ابْنَ مَرْیَمَ فَاِنَّمَا اَنَا عَبْدُہٗ فَقُوْلُوْا

تو صرف میں بندہ اس کا پس کہو

ابن مریمؑ کی بابت کیا تھا۔ میں تو صرف اللہ کا بندہ ہوں پس

عَبْدُ اللّٰہِ وَرَسُوْلُہٗ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

بندہ اور رسول اس کا

(مجھے) اللہ کا بندہ اور اس کا رسول کہو۔ متفق علیہ ہے

Marfat.com

أَطْرَىٰ: تعریف میں مبالغہ کیا۔
تُطْرِي: تو تعریف میں مبالغہ کرتا ہے لَا تُطْرِ تو مبالغہ نہ کر۔
لَا تُطْرُوْا: تم بے جا تعریف نہ کرو۔

وَعَنْ عِيَاضِ بْنِ حِمَارِ الْمُجَاشِعِيِّ
اور سے
اور عیاض بن حمار مجاشعی سے (روایت ہے)

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
کہ یقیناً
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ اللّٰهَ أَوْحَىٰ إِلَيَّ أَنْ
کہا یقیناً اللہ وحی کی طرف میری کہ
فرمایا یقیناً اللہ نے میری طرف وحی کی کہ

تَوَاضَعُوْا حَتّٰى لَا يَفْخَرَ أَحَدٌ عَلٰى
تم فروتنی کرو نہ فخر کرے کوئی پر
تم فروتنی کرو حتی کہ کوئی کسی پر بڑائی نہ جتائے۔

Marfat.com

أَحَدٍ وَلَا يَبْغِيْ أَحَدٌ عَلٰى أَحَدٍ

کوئی | اور نہ | درازدستی کرے | کوئی | پر | کوئی

اور کوئی کسی پر درازدستی نہ کرے اس کی

رَوَاهُ مُسْلِمٌ

روایت مسلم نے کی ہے۔

تَوَاضَعَ: فروتنی کی۔ انکسار کیا۔ تَوَاضَعْ فروتنی کر تَوَاضَعُوْا فروتنی کرد

يَفْخَرْ: فخر کرتا ہے حتّٰی نے يَفْخَرْ کی ر کو جزم دی ہے۔

اَلْبَغْيُ: اَلتَّعَدِّیْ وَالْاِسْتِطَالَةُ (ریاض الصالحین) درازدستی

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

ابوہریرہؓ سے روایت ہے، منجانب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (کہ) آپ نے فرمایا، جو لوگ اپنے مرے ہوئے آبا پر فخر کا اظہار کرتے ہیں انہیں باز آجانا چاہیے وہ فقط دوزخ کے کوئلے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے نجاست کے اس کیڑے سے بھی زیادہ سبکسار ہوں گے جو نجاست کو ناک سے دھکیلتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تم سے جاہلیت کی نخوت اور آبا پر فخر کرنا دور کر دیا۔ یا تو وہ متقی مومن ہوتا ہے یا بدبخت فاجر ہوتا ہے سب لوگ آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے تھے۔ اس کی روایت ترمذی اور ابوداؤد نے کی۔

اور مُطَرِّف بن عبد اللہ بن شِخِّیر سے (روایت ہے) انہوں نے کہا کہ میں بنو عامر

کے وفد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور ہم نے کہا آپؐ ہمارے آقا ہیں۔ تو آپؐ نے فرمایا آقا اللہ ہے۔ تو ہم نے کہا فضیلت میں ہم سے بلند ترین اور سخاوت میں ہم سے عظیم ترین۔ تو آپؐ نے فرمایا جو کہتے ہو کہو یا کچھ کہتے ہو اس سے کم تر کہو۔ اور شیطان تمہیں اپنا وکیل نہ بنا لے۔ احمد اور ابو داؤد نے اس کی روایت کی ہے۔

اور حسنؓ سے منجانب سمرہ (روایت ہے) انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حسب[۱] مال ہے اور کرم تقویٰ ہے۔ ترمذی اور ابن ماجہ نے اس کی روایت کی ہے۔

اور اُبیؓ بن کعب سے (روایت ہے) انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جس نے جاہلیت کی نسبت سے انتساب کیا تو اس سے اُس کے باپ کا ہن کٹواؤ اور کنایہ نہ کرو۔ اس کو شرح السنۃ میں روایت کیا ہے۔

اور عبدالرحمٰن بن ابی عقبہ سے منجانب ابی عقبہ جو اہل فارس میں سے مولیٰ تھا روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ اُحدؔ میں حاضر ہوا اور میں نے مشرکین میں سے ایک شخص پر ضرب لگائی اور کہا میرا وار سنبھالو۔ میں ایرانی نوجوان ہوں تو آپؐ نے میری طرف توجہ کی اور فرمایا تو نے کیوں نہ کہا میرا وار سنبھالو۔ میں انصاری نوجوان ہوں۔ اس کی روایت ابو داؤد نے کی۔

اور ابن مسعودؓ سے (روایت ہے) منجانب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کہ آپؐ نے فرمایا جس نے اپنے قبیلہ کی ناحق بات میں مدد کی تو وہ اُس اونٹ کی طرح ہے جو لڑھک گیا اور

---

[۱] اپنے اور آباد کے فضائل۔

Marfat.com

اسے دم سے کھینچا جا رہا ہے۔ اس کی روایت ابو داؤد نے کی۔

اور واثلہ بن اسقع سے (روایت ہے) اس نے کہا کہ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عصبیت کیا ہے؟ فرمایا یہ کہ تو اپنے قبیلہ کی ظلم میں مدد کرے اس کی روایت ابو داؤد نے کی۔

اور سراقہ بن مالک بن جعشم سے (روایت ہے)۔ انہوں نے کہا ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے خطاب کیا اور فرمایا، تم میں بہترین وہ ہے جو اپنے خاندان کی مدافعت کرتا ہے جب تک کہ (اس میں) گناہ نہ کرے۔ اس کی روایت ابو داؤد نے کی۔

اور جبیر بن مطعم سے (روایت ہے) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس نے عصبیت کی طرف دعوت دی وہ ہم میں سے نہیں۔ اور جس نے عصبیت کی خاطر جنگ کی وہ ہم میں سے نہیں اور جو عصبیت پر مراوہ ہم میں سے نہیں۔ اس کی روایت ابو داؤد نے کی۔

اور ابو درداؓ سے (روایت ہے) منجانب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کہ تیرا کسی چیز کو بہت چاہنا اندھا اور بہرا کر دیتا ہے۔ اس کی روایت ابو داؤد نے کی۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

عُبادہ بن کثیر شامی سے جو اہل فلسطین میں سے تھے (روایت ہے) ان میں سے ایک عورت کی جانب سے جس کا نام فسیلہ تھا کہ اس نے کہا، میں نے اپنے باپ کو کہتے سنا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، یا رسول اللہ! کیا یہ عصبیت ہے کہ آدمی اپنے قبیلہ سے محبت رکھے۔ فرمایا، نہیں۔ بلکہ عصبیت یہ ہے کہ آدمی اپنے قبیلہ کی ظلم میں مدد کرے۔ اس کی روایت احمد اور ابن ماجہ نے کی۔

Marfat.com

اور عقبہ بن عامر سے (روایت ہے) انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تمہارے یہ انساب تم میں سے کسی کے لیے عار کا سبب نہیں تم سب آدم کی اولاد ہو نشانہ بنشانہ کسی کو کسی پر سوائے دین اور تقویٰ کے فضیلت نہیں ۔ آدمی کے لیے یہی بہت ہے کہ بد سلیقہ، یا وہ گو اور بخیل ہو، اس کی روایت احمد اور بیہقی نے شعب الایمان میں کی۔

Marfat.com

بَابُ الْبِرِّ وَالصِّلَةِ

بِرّ یہ لفظ اِثم یعنی گناہ کی ضد ہے اور ہر نیک عمل کو شامل ہے۔ اس اعتبار سے یہ خیر کے ہم معنی ہے۔

جہاں بِرّ کی اضافت والدین سے ہو وہاں اس سے مراد اطاعت اور حسنِ سلوک ہوگا۔ اور عُقوق (نافرمانی) کی ضد ہوگا۔

بَرّ اور بَارّ کے معنی ہیں: نیک، خوش سلوک۔ بَرّ کی جمع اَبْرَار اور بَارّ کی بَرَرَہ ہے۔

صِلَہ وَصَلَ سے اسم مصدر ہے۔

صِلَہ کا لفظ کئی معنی رکھتا ہے۔ مثلاً: ملانا، جائزہ عطیہ۔ اس کے ایک معنی صِلَۃُ الرَّحِم ہیں۔ رَحِم کے معنی ہیں نسبی قرابت۔ لغت میں صِلَۃُ الرَّحِم سے مراد ہوگی، نسبی رشتہ داروں سے وابستہ رہنا۔ شرع میں اس کے معنی وسیع تر ہوتے ہیں یعنی نسبی اور سسرالی رشتہ داروں سے نرمی اور حسنِ سلوک رکھنا چاہیے وہ بدسلوکی کا اظہار کرتے رہیں۔ لغوی اور شرعی دونوں اعتبار سے صِلَہ کے مختصراً یہ معنی لیے جا سکتے ہیں

ملانا۔ جوڑنا۔ اکٹھا کرنا۔

وابستہ کرنا۔ تعلق جوڑنا۔

پیوند لگانا۔ پیوستہ کرنا۔

متصل، بحال، جاری رکھنا۔

سالم رکھنا، پختہ رکھنا۔

صِلَہ کے مقابل فَصْل، اور ہجران کے لفظ بھی آتے ہیں لیکن عام استعمال قطع کے لفظ کا ہے۔ صِلَہ کے خلاف قَطع کے معنی ہوں گے:

Marfat.com

کاٹنا، توڑنا، شکستہ کرنا، بے رابطہ کرنا،
بے کس کرنا۔

صلۂ رحم واجب ہے اور قطع رحم حرام
صلۂ رحم کے مفہوم کو پوری طرح سمجھنے کے لیے اس کے مندرجۂ ذیل تقاضوں کا علم ضروری ہے:
مخالف کا لین دین۔
ملاقات۔ پورے خاندان کے وقتاً فوقتاً اجتماع ہونے چاہئیں۔
پردیس سے نام و پیام رکھنا اور ہو سکے تو گاہے گاہے واپس آنا۔

بَابُ الْبِرِّ وَالصِّلَةِ

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَجُلٌ

سے — کہا — کہا — مرد

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے (روایت ہے) کہا کہ ایک آدمی نے عرض کیا،

یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ اَحَقُّ بِحُسْنِ

اے — کون — زیادہ حق دار — ساتھ — خوبی

یا رسول اللہ میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ حق دار

Marfat.com

صَحَابَتِيْ قَالَ اُمُّكَ قَالَ ثُمَّ مَنْ

ساتھ دینا میرا کہا ماں تیری کہا پھر کون

کون ہے؟ فرمایا، تمہاری ماں۔ بولا، پھر کون؟

قَالَ اُمُّكَ قَالَ ثُمَّ مَنْ قَالَ اُمُّكَ

کہا ماں تیری کہا پھر کون کہا ماں تیری

فرمایا، تیری ماں۔ بولا، پھر کون؟ فرمایا، تیری ماں

قَالَ ثُمَّ مَنْ قَالَ اَبُوْكَ وَفِيْ رِوَايَةٍ

کہا پھر کون کہا باپ تیرا اور میں روایت

بولا، پھر کون؟ فرمایا، تیرا باپ۔ اور ایک روایت میں ہے

قَالَ اُمُّكَ ثُمَّ اُمُّكَ ثُمَّ اُمُّكَ

کہا ماں تیری پھر ماں تیری پھر ماں تیری

فرمایا، خدمت کر اپنی ماں کی، پھر اپنی ماں کی، پھر اپنی ماں کی۔

ثُمَّ اَبَاكَ ثُمَّ اَدْنَاكَ اَدْنَاكَ

پھر باپ تیرا پھر قریب تر تیرا قریب تر تیرا

پھر اپنے باپ کی پھر اپنے قریب تر (اور) قریب تر کی

Marfat.com

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

متفق علیہ ہے۔

صَحَابَۃ: ایک اور روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ اس لفظ سے یہاں مراد صحبت یعنی رفاقت یا ساتھ دینا ہے۔ حُسْنُ الصَّحَابۃ سے مراد حسنِ سلوک ہے۔

اُمَّكَ، میم منصوب کے ساتھ۔ اس سے پہلے فعل محذوف ہے۔ مراد یہی ہو سکتی ہے کہ ماں کے ساتھ رہ اور اس کی خدمت کر۔

اَدْنَاكَ اَدْنَاكَ: ایک اور روایت میں اَدْنَاكَ فَاَدْنَاكَ ہے یعنی پھر تمہارے رشتہ داروں کا درجہ بدرجہ حق ہے

والدین

والدین کے اولاد پر اس قدر بے کراں احسانات ہوتے ہیں کہ اولاد ان کی خدمت میں تمام زندگی بھی کھپا دے تو حق ادا نہیں ہو سکتا۔ والدین جب اپنے بچوں کے دکھ بھرتے ہیں تو ساتھ ہی بڑی امنگوں سے ان کی درازی عمر کے لئے بھی دعا کرتے ہیں۔ لیکن جب والدین کا بڑھاپا اپنے جلو میں ناتوانیوں اور بیماریوں کی قطاریں لے کر آتا ہے تو بے شک اکثر اولاد ان کی خدمت کو عین سعادت سمجھتی ہے مگر کتنے بچے اور بچیاں ہیں جو صدق دل کے ساتھ ان کی لمبی عمر کے لئے دعا گو ہوتے ہیں۔ نبی اکرمؐ کا ارشاد ہے کہ والدین کا حق کبھی نہیں چکایا جا سکتا۔ ہاں ایک صورت ہے اور وہ یہ کہ

Marfat.com

والدین کسی کے غلام ہوں اور انہیں خرید کر آزاد کر دیا جائے (مسلم)

والدین کی بے لوث محبت اور ان کا جانی اور مالی ایثار اس وقت سے بچہ کے لئے وقف ہو جاتا ہے جب وہ ابھی شکم مادر میں ہوتا ہے۔ اس کے بعد زندگی بھر جب تک والدین کے دم میں دم ہوتا ہے وہ بچہ کے آرام و آسائش اور تربیت و ترقی میں کوشاں اور سرگرداں رہتے ہیں۔ اولاد کی خوشی ان کی خوشی اولاد کا غم ان کا غم ہوتا ہے۔ اس لئے ان کے احسانات کا اندازہ انسانی قدرت سے باہر ہے۔ ان کے احسانات کا کمترین حق یہ ہے کہ اولاد اپنا جان و مال ان کے لئے وقف کر دے۔

والدین کے حقوق کا اعتراف سب مذاہب نے کیا ہے۔ مگر یہ خصوصیت اسلام ہی کو حاصل ہے کہ جہاں محبت کے قدرتی سوتے بہت جوش زن ہوں وہاں ان کے حد اعتدال سے نکلنے پر بندشیں لگا دی ہیں۔ تورات کہتی ہے کہ جو شخص اپنے ماں باپ پر لعنت کرے اس کو مار ڈالا جائے۔ اسلام اس افراط کی طرف تو نہیں جاتا مگر یہ ضرور کہتا ہے کہ جو آدمی اپنے باپ سے انکار کرے وہ دوزخی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس شخص نے کسی غیر شخص کو اپنا باپ بنایا اور وہ جانتا ہے کہ یہ میرا باپ نہیں تو اس پر جنت حرام ہے (ترمذی) باپ اگر بیٹے کو قتل کر ڈالے تو اسے چاہے کوئی دیگر سزا دی جائے لیکن اس سے قصاص نہیں لیا جائے گا۔ کون باپ ہے جو جان بوجھ کر بیٹے کا خون کر لے گا۔ اور اگر کوئی ایسا سنگدل ہو بھی تو شک کا فائدہ اٹھا کر قصاص سے بچ جائے گا۔

حقوق:—

اہمیت اور وسعت: والدین کے حقوق بہت اہم اور وسیع ہیں۔ جناب ہادی برحق صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے بعد خدمتِ والدین کا درجہ بتایا ہے اور اس کے بعد جہاد کا (ریاض الصالحین)

Marfat.com

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک شخص نے آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ میرے پاس مال ہے اور صاحب اولاد ہوں اور میرا باپ میرے مال کی حاجت رکھتا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا تم بھی اپنے باپ کا مال ہو اور تمہاری متاع بھی۔ (ابوداؤد)

والدین کو حق ہے کہ حسب ضرورت اولاد کے مال سے خرچ لیں۔ بعض اہلِ علم کا فتویٰ ہے کہ بیٹے کے مال پر باپ کا مکمل حق ہوتا ہے (ترمذی) بہر حال اس بات پر اتفاق ہے کہ والدین نادار ہوں تو اولاد پر ان کا خرچ اٹھانا فرض ہوتا ہے۔

والدین کا تعلق اور سب تعلقات پر بھاری ہے یہاں تک کہ اگر ایسی صورت پیدا ہو جائے کہ بیوی کا وجود اپنے اور والدین کے درمیان دیوار بن رہا ہو اور اصلاح کی کوئی تدبیر نہ بنتی ہو تو بعض حالات میں بیوی کو طلاق دے دینے کا حکم ہے۔

والدین غیر مسلم ہوں تو جب بھی ان کے حقوق میں کمی نہیں آتی۔ ہاں جیسا کہ قرآن حکیم میں ارشاد ہے امور دین میں ان کی متابعت نہ کی جائے (ترمذی) ان کو اسلام کی ترغیب ہوتی رہے۔ کیونکہ یہی ان کی سب سے بڑی خدمت ہے۔

محبت و احترام:

والدین بہت محبت اور احترام کے مستحق ہیں۔ اس بارہ میں سورۂ بنی اسرائیل (رکوع ۳) میں جو ہدایات آئی ہیں وہ مختصراً یہ ہیں:

ان سے مؤدبانہ گفتگو کرو۔

انہیں مت ڈانٹو۔

Marfat.com

ان کے بڑھاپے میں انہیں حرفِ افسوس تک نہ کہو۔

حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص اپنے والدین پر شفقت کی نظر ڈالتا ہے اس کے لیے ایک مقبول حج لکھا جاتا ہے۔

والدین کے احترام کے ضمن میں یہ بھی لازم ہے کہ آدمی دنیا میں ایسا طرزِ عمل اختیار کرے کہ اس کے والدین کا اہلِ دنیا احترام کریں نیکو کار ہو۔ دوسرں کے والدین کی تعظیم کرے اور ان کی گستاخی نہ کرے۔ دوسروں کے والدین کو بُرا کہنا اپنے والدین کو برا کہنے کے برابر ہے۔

تعمیلِ حکم

سوائے اس صورت کے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی ہوتی ہو والدین کے حکم کی تعمیل میں کوتاہی نہیں کرنی چاہیئے۔ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے کہ اگر تمہارے والدین تمہیں اہل اور دنیا سے نکل جانے کا حکم دیں تو جب بھی ان کی نا فرمانی نہ کرو (البدایہ والنہایہ)

خدمت

بعض حالات میں والدین کی خدمت جہاد سے بھی بالاتر ہوتی ہے۔

ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور عرض کی کہ میں جہاد پر آپؐ کی بیعت کرتا ہوں۔ حضورؐ نے پوچھا، کیا تمہارے والدین میں سے کوئی زندہ ہے؟ اس نے کہا، ہاں! دونوں۔ فرمایا تو واپس جاؤ اور ان کی خدمت میں جدوجہد کرو۔ (ریاض الصالحین)

ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ ماں باپ کا اولاد پر

Marfat.com

کیا حق ہے ؟ آپؐ نے فرمایا تمہارے جنت و دوزخ ہیں (ابن ماجہ) مطلب یہ کہ اگر تم ان کی رضا حاصل کر لو تو جنت میں جاؤ گے اور اگر رضا سے محروم رہ گئے تو دوزخ میں داخل ہو گے ۔

والدین کی نافرمانی کو حدیث میں کبیرہ گناہوں میں شمار کیا گیا ہے (ترمذی) اور بتایا گیا ہے کہ والدین کی نافرمانی کی عقوبت انسان کو اس زندگی ہی میں گھیر لیتی ہے (بیہقی)

والدین کی ناراضی سے بچنا

انسان کو والدین کی ناراضی سے بچنا چاہیے۔ آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تین دعائیں بلا شبہ قبول ہوتی ہیں: مظلوم کی دعا مسافر کی دعا اور والد کی دعا بیٹے پر (ترمذی) یہ حدیث بتاتی ہے کہ والدین کی دعا ہو یا بددعا وہ اپنا اثر ضرور دکھاتی ہے ۔

والدین کے اقارب سے سلوک

جناب ہادیٔ برحق صلی اللہ علیہ وسلم نے والدین ہی کی محبت اور خدمت گزاری پر تاکید نہیں کی بلکہ ان کے اقارب کی محبت اور خدمت گزاری کی بھی تاکید فرمائی ہے۔ ایک دفعہ آپؐ نے حضرت عباسؓ کے بارہ میں فرمایا کہ جس نے میرے چچا کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی۔ چچا باپ کے مثل ہوتا ہے۔ (ترمذی)

Marfat.com

والد کے دوستوں اور والدہ کی سہیلیوں سے سلوک۔

والد کے دوستوں کو چچا کے برابر اور والدہ کی سہیلیوں کو خالہ کے برابر سمجھنا چاہیے۔ جناب رسالتِ مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بہترین نیکی یہ ہے کہ والد کے تعلقات کو زندہ رکھا جائے۔

والدین کی موت کے بعد:

والدین کی خدمت گزاری کا حق ان کی زندگی کے ساتھ ختم نہیں ہوتا۔ بعد میں بھی جاری رہتا ہے۔ ان کے لئے دعا و استغفار کرتے رہنا چاہیے۔ اولاد کی نیکی کا ثواب والدین کو بھی پہنچتا ہے اس لئے والدین کا سب سے بڑا حق یہ ہے کہ انسان نیک ہو کر رہے تاکہ جنت میں اس کے والدین کے درجے بڑھیں۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ

اور سے وہ کہا کہا

اور ان سے[1] (روایت ہے) انہوں نے کہا (کہ) رسول اللہ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَغِمَ أَنْفُهُ

خاک آلود ہوئی ناک اس کی

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کی ناک خاک آلود ہوئی

[1] یعنی حضرت ابو ہریرہؓ سے۔

رَغِمَ اَنْفُهٗ رَغِمَ اَنْفُهٗ قِيْلَ

خاک آلود ہو ناک، اس کی خاک آلود ہو ناک اس کی کہا گیا

اس کی ناک خاک آلود ہوئی اس کی ناک خاک آلود ہوئی۔ عرض کیا گیا

مَنْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ مَنْ اَدْرَكَ

کون کہا جس نے پائے

یا رسول اللہ کس کی؟ فرمایا جس نے اپنے ماں باپ

وَالِدَيْهِ عِنْدَ الْكِبَرِ اَحَدَهُمَا اَوْ

ماں باپ اس کے پاس بڑھاپا ایک ان دو سے یا

کو ان میں سے ایک کے یا دونوں کے بڑھاپے میں

كِلَاهُمَا ثُمَّ لَمْ يَدْخُلِ الْجَنَّةَ

دونوں وہ پھر نہ داخل ہوا جنت

پایا (اور) پھر جنت میں نہ داخل ہوا

رَوَاهُ مُسْلِمٌ

اس کی روایت مسلم نے کی۔

Marfat.com

رَغِمَ اَنْفُہٗ : لغوی معنی ہیں : اس کی ناک خاک آلود ہوئی۔ یہ عموماً اس وقت ہوتا ہے کہ آدمی زمین پر ناک سے لکیریں کھینچتا ہے۔ لہٰذا اس سے مراد ہے : وہ ذلیل ہوا

حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جس کو بوڑھے والدین کی خدمت کا موقع ملا اور اس نے پہلو تہی کی تو وہ دنیا میں ذلیل اور آخرت میں محروم جنت ہوگا۔

وَعَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِیْ بَکْرٍ قَالَتْ

اور سے ... کہا اس نے

اور اسماء بنت ابوبکرؓ سے (روایت ہے) انہوں نے کہا،

قَدِمَتْ عَلَیَّ اُمِّیْ وَھِیَ مُشْرِکَۃٌ

آئی ... ۱؎ ... ماں میری جبکہ وہ

قریش کے معاہدہ کے دوران میری ماں جو اس وقت مشرکہ تھی

فِیْ عَھْدِ قُرَیْشٍ فَقُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ

میں ... معاہدہ ... تو کہا میں نے

میرے پاس آئی ... تو میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ!

اِنَّ اُمِّیْ قَدِمَتْ عَلَیَّ وَھِیَ رَاغِبَۃٌ

یقیناً ... میری ماں ... آئی ... اور وہ ... خواہش رکھنے والی

میری ماں ... میرے پاس آئی ہے ... اور وہ ... کچھ خواہش رکھتی ہے

۱؎ مجھ پر یعنی میرے پاس

Marfat.com

أَفَأَصِلُهَا قَالَ نَعَمْ صِلِيْهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

کیا تو مہر کروں اس سے فرمایا ہاں مہر کر اس سے

کیا میں اس سے مہر کروں؟ فرمایا، ہاں۔ اس پر مہر کر

قَدِمَ آیا قَدِمَ عَلَيْهِ اس کے پاس آیا قَدِمَتْ عَلَيَّ میرے پاس آئی

عَهْدِ قُرَيْشٍ سے مراد قریش کا معاہدہ یعنی صلح نامۂ حدیبیہ ہے۔ یہ معاہدہ ہجرت کے چھٹے برس حدیبیہ کے میدان میں حضور علیہ الصلاۃ والسلام اور قریشِ مکہ کے درمیان ہوا تھا۔ اس کی رو سے جنگ دس برس کے لیے روک دی گئی تھی اور مکہ و مدینہ کے درمیان آمد و رفت کی اجازت ہو گئی تھی۔

رَاغِبَة کے لغوی معنی ہیں میلان یا خواہش رکھنے والی۔ اس سے تین مفہوم نکل سکتے ہیں۔ اوّل: اسلام کی رغبت رکھنے والی دوم: اسلام کے خلاف میلان رکھنے والی۔ سوم: کسی شے کی خواہش رکھنے والی۔ یہاں غالباً آخری مفہوم درست ہے

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ سَمِعْتُ

اور سے کہا سنا میں نے

اور عمرو بن العاص سے (روایت ہے) انہوں نے کہا (کہ) میں نے

رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ

کہتا ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا

إِنَّ آلَ أَبِي فُلَانٍ لَيْسُوا لِي بِأَوْلِيَاءَ

یقیناً آل ابو فلاں نہیں میرے۔ قلبی رفیق

کہ ابو فلاں کی آل سے میرے قلبی تعلق نہیں

إِنَّمَا وَلِيِّيَ اللّٰهُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ

صرف قلبی رفیق میرا اللہ اور نیک

میرا قلبی تعلق صرف اللہ سے ہے اور نیک مومنوں سے

وَلٰكِنْ لَهُمْ رَحِمٌ أَبُلُّهَا بِبِلَالِهَا

اور لیکن ان کا نسبی رشتہ تر رکھوں گا اسے ساتھ تم اس کی

لیکن ان کی (مجھ سے) قرابت ہے جسے میں اس کی نمی سے تر رکھوں گا۔

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

متفق علیہ ہے۔

'آلِ أَبِي فُلَانٍ: ابو فلاں کی اولاد یعنی فلاں خاندان حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے واضح طور پر نام لیا تھا لیکن راوی نے بتانے سے گریز کیا اور "فلاں" کہا۔ قریش کے سب خاندان اسلام سے مشرف ہو گئے تھے اس لئے راوی نے مناسب نہ جانا کہ کسی خاندان کا نام لے کر اسے رنج پہنچایا جائے۔ حدیث حکمت کا خزینہ ہے اس

Marfat.com

لیے اس کا روایت کرنا ضروری تھا۔ راوی نے یہ فرض ادا کر دیا۔

وَلی اسے کہتے ہیں جس سے قلبی تعلق ہو۔ ولایت اس تعلق کو کہتے ہیں۔ مسلمانوں کی ولایت صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ؐ سے اور نیک مسلمانوں سے ہی ہو سکتی ہے۔

اَبُلُّھَا بِبَلَالِھَا۔ بلال ہیں پ کی تینوں حرکتیں درست ہیں۔ اس ارشاد کے معنی یہ ہیں میں اسے اس کی نم سے تر رکھوں گا۔ نہ اس رشتہ کو توڑوں گا۔ اور نہ اسے ولایت کا درجہ دوں گا۔

نم سے تر رکھنے سے مراد ہے: تازہ رکھنا، مرجھانے نہ دینا یعنی تعلقات نہ توڑنا اور شرعی حدود کے اندر رہ کر سلوک کیے جانا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وہ رشتہ دار جو کافر تھے ہمیشہ آپؐ کے خلاف کینہ سے لبریز رہتے تھے لیکن آپؐ کو جب بھی موقع ملا ان کی حاجت روائی کی صحابہ کرام رض کو بھی اسی قسم کے حسن سلوک کی تلقین فرمایا کرتے تھے جیسے کہ سابقہ حدیث میں آپؐ نے حضرت اسماء رض کو ہدایت فرمائی۔ ہجرت کے چوتھے برس مکہ میں ایسا قحط پڑا کہ کفار مردار اور سڑے ہوئے جانور کھانے پر مجبور ہو گئے۔ آپؐ نے صلح حدیبیہ کے بعد ان کی درخواست پر دعا فرمائی جس سے قحط رفع ہوا۔ آپؐ نے غربائے مکہ کے لئے پانچ سو دینار بھی عنایت فرمائے۔

اقارب

اسلام ہمیں سچے مسلمانوں سے قلبی تعلق رکھنے کا حکم دیتا ہے لیکن ساتھ ہی فطری محبت کو بھی ملحوظ رکھتا ہے۔ اور قربت کے لحاظ سے درجہ بدرجہ حقوق قائم کرتا ہے لہٰذا اقارب یعنی رشتہ داروں کے حقوق اوروں پر فائق ہیں۔

Marfat.com

رشتہ داروں سے انسان کو طبعی محبت ہوتی ہے۔ اگر کبھی ناراضی پیدا ہو بھی جائے تو اس کو دور کرنے کا ہمیشہ قریبی امکان رہتا ہے۔ اس لئے رشتہ داروں کے ساتھ جو معاشرت قائم ہوتی ہے وہ نہایت پختہ رہتی ہے۔

جس جاں نثاری کا ثبوت رشتہ دار دیتے ہیں اس کی توقع اوروں سے مشکل ہے۔ مستحکم برادری والے انسان کا دل بہت مضبوط رہتا ہے۔ اسے علم ہوتا ہے کہ مصیبت کے وقت رشتہ دار ہر ممکن قربانی کریں گے۔ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اپنے بھائی اور عم زادے کے دم سے (اکیلا) آدمی کثیر ہوتا ہے۔ رشتہ دار زندگی کا بوجھ ہلکا کرتے ہیں۔ ان کی موجودگی میں پریشانیاں حتی الوسع قریب نہیں آتیں۔ انسان کے ذہنی اور بدنی قوی محفوظ رہتے ہیں۔ حدیث ہے کہ قرابت نوازی عمر کو بڑھاتی ہے (کنز العمال)۔

مستحکم رشتہ داری بہت بڑی قوت ہوتی ہے جس سے بڑے بڑے کام لیے جاتے ہیں۔ رشتہ داروں کے سامنے جب کوئی فلاح و بہبود کا منصوبہ آتا ہے تو اسے نہایت تن دہی اور ایثار سے انجام پذیر کرتے ہیں۔ خاندان کا سربراہ اس منصوبہ کو ہاتھ میں لے لیتا ہے اگر رقم کی ضرورت ہو تو سب اپنا اپنا حصہ خوشی سے ادا کرتے ہیں۔ اگر ادا نہ کرسکیں تو منصوبہ ملتوی نہیں ہوتا بلکہ صاحب مقدور رشتہ دار ان کا حصہ ادا کر دیتے ہیں اور حساب بعد میں بے باق ہو جاتا ہے۔ چونکہ ہر شخص کو صرف اپنی ہی نہیں اپنے رشتہ داروں کی بھلائی بھی منظور ہوتی ہے اس لئے وہ دل لگا کر کام کرتا ہے۔ مکان بنانے ہوں، کنوئیں کھودنے ہوں، کھیت آباد کرنے ہوں، جہاں رشتہ داروں کا تعاون ہو وہاں توقع سے بڑھ کر کامیابی حاصل ہوتی ہے۔ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قرابت نوازی، حسن خلق اور خوشگوار ہمسایگی سے بستیاں آباد ہوتی ہیں اور عمریں دراز ہوتی ہیں۔

(کنز العمال) جس نیکی کا سب سے جلد ثواب ملتا ہے وہ صلہ رحم (قرابت نوازی) ہے۔ حتیٰ کہ اس خاندان والے فاجر بھی ہوں تو ان کے اموال نمو پذیر ہوتے ہیں۔ اور ان کی مقدار بڑھتی ہے اور کوئی خاندان بھی ایسا نہیں کہ اس کے اندر اتحاد ہو اور اس کو احتیاج آلے (کنز العمال)

اللہ تعالیٰ نے رشتۂ قرابت میں اپنی رحمت اور برکت ودیعت کر دی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی برکتوں کی ایک سبیل یہ مقدس رشتہ ہے اس لئے اللہ تعالیٰ ان بندوں سے بہت خوش ہوتا ہے جو اپنے رشتہ کو ٹوٹنے نہیں دیتے۔ وہ ان پر اپنی رحمتوں کی بارش کرتا ہے۔ ان کی زندگی کے سارے رخنے دور کرتا ہے اور ان کے ٹوٹے ہوئے دل جوڑ دیتا ہے۔ ہادی برحق صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ رحم (قرابت) کی اصل رحمٰن ہے۔ جس نے اسے جوڑا اللہ تعالیٰ اس کی خستگی دور کرتا ہے اور جس نے اسے شکستہ کیا اللہ تعالیٰ اسے شکستہ حال کر دیتا ہے۔

قرابت داروں سے سچی محبت اور قلبی تعاون کی توقع ہوتی ہے اس لئے قرابت کو استوار رکھنے کی بہت تاکید کی ہے سورۃ الرعد میں اللہ تعالیٰ نے عقل مندوں کی ایک صفت یہ بتائی ہے کہ جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے ملانے کا حکم دیا ہے اسے ملاتے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ وہ قرابت کو توڑتے نہیں بلکہ جوڑے رکھتے ہیں۔ ہادی برحق صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ترین عمل ایمان باللہ کے بعد رشتۂ قرابت کو جوڑنا ہے (کنز العمال)

حضورؐ نے تاکید فرمائی ہے کہ اپنے انساب یاد رکھو تاکہ تمہاری قرابت بحال رہے (کنز العمال)

اقارب کی دل جوئی کسی حال میں نظر انداز نہیں کرنی چاہیے۔ جو آدمی اپنے رشتہ داروں سے محبت کی گرمی کم کرتا ہے وہ بہت بڑی کوتاہی کا مرتکب ہوتا ہے

Marfat.com

آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اپنی قرابت کو تازہ کرتے رہو چاہے سلام کے ذریعے ہی ہو (کنز العمال) مراد یہ ہے کہ اگر کوئی خدمت انجام نہ دے سکو تو وقتِ ملاقات سلام کر کے ہی قرابت داری کی یاد زندہ کرتے رہو۔

بارہا ایسے رشتہ داروں سے پالا پڑ جاتا ہے جن کے دل محبت سے خالی ہوتے ہیں۔ ان سے سوائے کینہ کے اور کچھ ظاہر نہیں ہوتا۔ ایسے رشتہ دار بے شک پریشانی اور ملال کا باعث ہوتے ہیں۔ لیکن یہی لوگ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کا موقع بھی مہیا کر دیتے ہیں۔ ان کی کینہ توزی اور شر انگیزی کا تحمل کر کے ان کے ساتھ حسنِ سلوک رکھا جائے تو اس کے عوض بے کنار اجر ملتا ہے۔ احادیث میں ان کے ساتھ تعلقات جوڑے رکھنے کی نہایت تاکید ہے۔

جو آدمی قرابت کو قطع کرتا ہے اللہ تعالیٰ کے غضب کا سزاوار ہو جاتا ہے۔

قاطعِ رحم کا عمل قبول نہیں ہوتا اور وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

مسلمان کے حُسنِ سلوک کے مستحق اس کے سب رشتہ دار ہیں چاہے مسلم ہوں یا غیر مسلم لیکن مدارج میں فرق ہے۔

رشتہ دار غریب ہوں تو ان کی مالی امداد واجب ہوتی ہے۔ والدین اولاد، دادا اور پوتا کا نفقہ چاہے وہ غیر مسلم ہی ہوں واجب ہے۔ ان کے بعد جو اقارب آتے ہیں ان کے نفقہ کے واجب ہونے کے لئے اتحادِ دین ضروری ہے۔ حضرت عمرؓ کے عہد میں ایک غریب بچہ تھا۔ اس کے چچیرے بھائی اس کو خرچ نہیں دیتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے انہیں قید میں ڈال دیا۔ ایک دفعہ ایک یتیم کا سرپرست حضرت عمرؓ کے پاس حاضر ہوا۔ آپ نے اسے یتیم پر خرچ کرنے کا حکم دیا۔ اور فرمایا کہ اگر مجھے اس کا کوئی ایسا رشتہ دار ملتا جس سے اس کا بعید ترین تعلق ہوتو جیسا بھی ہیں اس پر اس کا نفقہ لازم قرار دیتا (زاد المعاد ج ۲)

Marfat.com

وَعَنِ الْمُغِيْرَةِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

اور سے مغیرہ کہا کہا

اور مغیرہ سے (روایت ہے) انہوں نے کہا (کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ

یقیناً اللہ حرام قرار دی

نے فرمایا اللہ نے یقیناً تم پر حرام

عَلَيْكُمْ عُقُوْقَ الْأُمَّهَاتِ وَوَأْدَ الْبَنَاتِ

تم پر نافرمانی مائیں اور زندہ دفن کرنا بیٹیاں

ٹھہرائی ہے ماؤں کی نافرمانی اور بیٹیوں کو زندہ گاڑنا

وَمَنْعًا وَهَاتِ وَكَرِهَ لَكُمْ قِيْلَ

اور نہ دینا اور دے اور ناپسند کیا تمہارے لئے کہا گیا

اور بخل اور گدائی اور تمہارے لئے برا جاتا قیل و قال

وَقَالَ وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ وَإِضَاعَةَ

اور کہا اس نے اور زیادتی پوچھنا اور ضائع کرنا

اور سوال کی کثرت اور مال

Marfat.com

اَلْمَالِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

مال	
کرتا	متفق علیہ ہے۔

مَنْع: روک لینا۔ نہ دینا۔ یہاں اس سے مراد بخل ہے چاہے اپنے پاس سے کچھ نہ دینا یا دوسرے کا حق روک لینا۔

ھَاتِ: اس کے لغوی معنی ہیں۔ لا مراد ہے مانگنا۔ گداگری۔

قِیلَ وَقَالَ: قِیلَ کہا گیا قَالَ اس نے کہا۔ محاورہ میں قیل و قال سے مراد ہے: فضول باتیں اور افواہ بازی۔

کَثْرَۃُ السُّؤَال: پوچھنے کی کثرت۔ مراد ہے بے کار مباحث میں کرید کرنا۔

حدیثِ بالا میں مندرجہ ذیل امور سے منع کیا گیا ہے۔

۱۔ ماں کی نافرمانی

اس پر مفصل بحث والدین کے زیرِ عنوان دیکھیں۔

۲۔ بیٹیوں کو زندہ دفن کرنا

طلوعِ اسلام سے قبل عرب میں کہیں کہیں کمسن اولاد کے قتل کا رواج تھا۔ کبھی تو دیوتاؤں کو نذر چڑھانے کے لیے ایسا کرتے تھے اور کبھی افلاس کے ہاتھوں مجبور ہو کر ان سے پیچھا چھڑاتے تھے لڑکیوں کے قتل کا محرک عام طور پر یہ ننگ ہوتی تھی کہ کوئی شخص ان کا داماد نہ کہلا سکے۔ جو لوگ اس نقطۂ نظر کے حامل

Marfat.com

تھے وہ بیٹی کو اپنی آبرو کے لیے ایک آفت سمجھتے تھے اور اس کی پیدائش پر یہاں تک غضب ناک ہو جاتے کہ اسے زندہ گاڑ دیتے تھے۔

اسلام نے اس ظلم کا قلع قمع کیا۔ اولاد کی قربانی کی قانوناً بندش کی۔ جو لوگ فاقہ کے خوف سے بچوں کو ہلاک کرتے تھے انہیں قرآن حکیم نے بتایا کہ تمہارا اور ان کا رزق رساں اللہ تعالیٰ ہے اس لیے افلاس کے خوف سے ان کی جانیں نہ لو۔ جو بچیاں زندہ درگور کی گئی تھیں ان کی بے بسی اور مظلومیت کا وہ نقشہ کھینچا کہ آنکھیں بے اختیار اشک بار ہو جاتی ہیں۔

۳۔ بخل

معاشرہ اور ریاست کا قیام و حفاظت اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ خرچ کرنے کو سرمایہ نہ ہو۔ اگر ہر شخص اپنے سرمایہ کو بند کر کے رکھ لے یا صرف ذاتی مفاد میں خرچ کرے تو معاشرہ اور ریاست کے اخراجات کہاں سے آئیں گے۔ مشترکہ ادارے اور جماعتی تحریکیں قائم نہیں ہو سکیں گی۔ اور قوم کی فلاح و بہبود ختم ہو جائے گی۔

جو قوم بخیل ہو اور اپنی تجوریوں کا منہ بند رکھے وہ ہلاکت کا شکار ہو جاتی ہے غریب طبقہ سوسائٹی کے ایک معتدبہ حصہ پر مشتمل ہوتا ہے۔ یہ ترقی سے محروم ہو جائے تو قوم کے بدن کا ایک کثیر حصہ مفلوج ہو جاتا ہے۔ محتاجی کی حالت میں غریب عوام چوری وغیرہ پر مجبور ہو جاتے ہیں جس سے قوم کا اخلاقی نظام برباد ہوتا ہے اور نظم و نسق میں خلل پڑتا ہے۔

بخل میں ایک خرابی نہیں ہزار در ہزار خرابیاں ہیں۔ ان سب کا ایک جامع نام ہلاکت ہے۔ سورۂ بقرہ آیت ۱۹۲ میں ارشاد ہے کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرو۔

Marfat.com

اور اپنے ہاتھوں ہلاکت کی گود میں مت جاؤ۔

دولت کا فائدہ یہ ہے کہ اسے خرچ کیا جائے ورنہ یہ انسان کی روحانی اور مادی زندگی کو گھن کی طرح کھا جاتی ہے۔ دنیوی اور اخروی دونوں زندگیاں اندوہناک ہو جاتی ہیں۔ سورۂ بقرہ کے سینتیسویں رکوع سے ثابت ہوتا ہے کہ جو لوگ بخیل ہیں یا خرچ کرتے ہیں لیکن اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے ان کے انجام کی مثال یوں ہے جیسے کسی کا ہرا بھرا باغ عین اس وقت جل جائے جب کہ بڑھاپا آ چکا ہو اور اولاد ناتواں ہو۔

قرآن حکیم میں انفاق فی سبیل اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کی بہت تاکید ہے اور اس کا بہت اجر بتایا گیا ہے۔

۴۔ گداگری

اسلام ہاتھ سے کما کر کھانے کا حکم دیتا ہے اور دوسروں کے سہارے جینے سے منع کرتا ہے۔ گداگری ممنوع ہے۔ صرف انتہائی مجبوری کی صورت میں مانگنے کی اجازت ہے مگر اسی قدر کہ ضرورت پوری ہو جائے۔ اس سے زائد مانگنا حرام ہے۔ اس بارے میں چند احادیث درج ذیل ہیں:

جو شخص دولت بڑھانے کے لئے گداگری کرتا ہے وہ ہاتھ میں گویا چنگاری پکڑتا ہے۔

جو آدمی گداگری سے باز نہیں آتا وہ میدانِ حشر میں جس وقت آئے گا اس کے چہرے پر گوشت کی بوٹی تک نہیں ہوگی۔

رسّی لے کر جنگل سے ایندھن کا گٹھا اٹھا لانا اور اسے بیچ کر اپنی عزت بچانا اس سے بہتر ہے کہ آدمی لوگوں سے مانگے (مشکوٰۃ)

Marfat.com

۵۔ قیل وقال

بے مطلب گفتگو کا دامن بڑھانا اور افواہیں پھیلانا گمراہی کا سبب ہوتا ہے صاحب حکمت انسان وہی ہے جو مطلب کی بات سے غرض رکھتا ہے اور اسی بات کو مقبول کرتا ہے جس کے درست ہونے میں شبہ نہ ہو۔

۶۔ بے کار مباحث

جناب پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میں جس بات سے منع کروں اس سے رک جاؤ اور جس بات کا حکم دوں اس پر طاقت بھر عمل کی کوشش کرو اور سوالات کی کثرت سے بچو۔

یہاں جن سوالات سے منع کیا گیا ہے وہ غیر ضروری سوالات ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرائض لازم قرار دیئے ہیں ان کو ضائع نہ کرو۔ کچھ حدود مقرر کیں ان سے آگے نہ نکلو۔ بعض چیزیں حرام ٹھہرائیں، ان کی حرمت نہ توڑو اور بعض چیزوں سے خاموش رہا تم پر رحم کی خاطر، بھول چوک سے نہیں، ان کو نہ کریدو (اربعین نووی)

جن امور میں اہل اسلام کو واضح احکام مل چکے ہیں، ان میں، کرید کر کے اشکال کے پہلو نہیں ڈھونڈنے چاہییں۔ ہادی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم دنیا والوں کے بوجھ اور گلے کے طوق اتارنے آئے تھے جو بوجھ اور طوق حضور نے دور کر دیئے ذہن کو ان کی

طرف مائل نہ کیا جائے حدیث شریف میں ہے کہ جب حج کا حکم نازل ہوا تو لوگوں نے اٹھ کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سوال کیا کہ کیا ہر سال؟ حضورؐ چپ رہے لوگوں نے پھر عرض کیا، کیا ہر سال؟ آپؐ نے فرمایا، نہیں۔ اور اگر میں ہاں کہہ دیتا تو واجب ہو جاتا (ترمذیؒ) آپؐ کا ارشاد ہے کہ مسلمانوں میں سب سے بڑا مجرم وہ ہے جس نے کوئی سوال پوچھا اور اس کے جواب میں کوئی چیز حرام ٹھہرائی گئی (حجۃ اللہ بالغہ) آپؐ نے مشکل مسائل اٹھانے سے بھی منع فرمایا ہے (شرح اربعین) صحابہ کرامؓ کا قاعدہ تھا کہ حضورؐ سے بہت کم مسائل پوچھتے تھے اور جب کوئی اجنبی بدو آکر حضورؐ سے بے محابا سوال کرتا تھا تو متعجب ہوتے تھے (شرح اربعین ابن حجر) آپؐ نے فرمایا ہے جب تک میں تمہیں اپنے حال پر رہنے دوں مجھے بھی اپنے حال پر رہنے دو۔[1]

بعض سابقہ امتوں نے بھی سوالات کی کثرت کی۔ ان کو جواب ملے اور وہ ان پر عمل نہ کر سکیں تو تباہ ہو گئیں۔ بنو اسرائیل کو ایک گائے ذبح کرنے کا حکم ملا تھا جس کا ذکر سورۂ بقرہ میں ہے۔ اگر وہ نہ پوچھتے کہ گائے کیسی ہونی چاہیے تو جو گائے وہ چاہتے ذبح کر سکتے تھے۔ لیکن انہوں نے سختی کی تو ان پر بھی سختی کی گئی۔

۶۔ مال ضائع کرنا

اسلام میں نہ صرف جائز کمائی کا حکم ہے بلکہ جائز خرچ کی بھی پابندی ہے۔ جو آدمی اپنی دولت بے کار اڑاتا ہے وہ اسلام کی نگاہ میں مجرم ہے۔ انسان کو اعتدال سے کام لینا چاہیے۔ صرف جائز امور میں اپنی توفیق کے لحاظ سے خرچ کرنا چاہیے۔ قرآن کریم میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ فضول خرچ کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

---

[1] صحیفۂ ہمام بن منبہ

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ

اور سے کہا

اور عبداللہ بن عمرو سے (روایت ہے) کہا (کہ)

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

کہا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

وَسَلَّمَ مِنَ الْكَبَائِرِ شَتْمُ الرَّجُلِ

سے کبیرہ گناہ برا کہنا مرد

آدمی کا اپنے والدین کو برا کہنا کبیرہ گناہوں

وَالِدَيْهِ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

والدین اس کے بولے

سے ہے۔ (صحابہؓ) نے عرض کیا، یا رسول اللہ!

وَهَلْ يَشْتِمُ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ

اللہ کیا برا کہتا ہے مرد والدین اس کے

کیا مرد اپنے ماں باپ کو برا کہتا ہے؟

Marfat.com

قَالَ نَعَمْ يَسُبُّ اَبَا الرَّجُلِ

کہا ہاں برا کہتا ہے باپ آدمی

فرمایا: ہاں۔ وہ کسی کے باپ کو برا کہتا ہے

فَيَسُبُّ اَبَاهُ وَيَسُبُّ اُمَّهُ فَيَسُبُّ

اور وہ برا کہتا ہے باپ اسکا اور برا کہتا ہے ماں اس کی اور وہ برا کہتا ہے

تو وہ اس کے باپ کو برا کہتا ہے اور وہ اس کی ماں کو برا کہتا ہے تو وہ (جواباً)

اُمَّهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

ماں اس کی۔

اس کی ماں کو برا کہتا ہے متفق علیہ ہے۔

شَتْم اور سَبّ ہم معنی ہیں۔ معمولی برا کہنے سے گالی گلوچ تک کا مفہوم رکھتے ہیں۔

شرح: کے لئے سابقہ صفحات میں والدین کا عنوان دیکھیے۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ

اور سے کہا کہا

اور ابن عمرؓ سے (روایت ہے)۔ انہوں نے کہا (کہ)

Marfat.com

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا

اِنَّ مِنْ اَبَرِّ الْبِرِّ صِلَةُ الرَّجُلِ

یقیناً سے سب سے نیک نیکی تعلق رکھنا آدمی

یقیناً سب سے بڑی نیکی ہیں سے ہے اپنے باپ سے

اَهْلَ وُدِّ اَبِيْهِ بَعْدَ اَنْ يُّوَلِّيَ

والے محبت باپ اس کا کہ وہ پیٹھ پھیرے

محبت رکھنے والوں سے اس کے چلے جانے کے بعد تعلق رکھنا

رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

اَهْلَ وُدِّ اَبِيْهِ: ابو کے مفہوم میں ماں بھی شامل ہے اس لئے ماں کی سہیلیاں بھی مراد ہیں۔

وَلّٰی: منہ موڑ گیا۔ چلا گیا یُوَلِّيْ: منہ موڑ جاتا ہے۔ چلا جاتا ہے۔

بَعْدَ اَنْ يُّوَلِّيَ: اس کے چلے جانے کے بعد یعنی اس کے سفر پر جانے یا مر جانے کے بعد۔

شرح: کے لیے سابقہ صفحات میں والدین کا عنوان دیکھئے۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ

اور سے کہا کہا

اور انس رضؓ سے (روایت ہے) انہوں نے کہا (کہ) رسول اللہ

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ

جس نے

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو

اَحَبَّ اَنْ یُّبْسَطَ لَہٗ فِیْ رِزْقِہٖ

چاہا کہ پھیلاؤ کیا جائے لئے اسکے میں رزق اس کا

چاہتا ہے کہ اس کے رزق میں وسعت کی جائے

وَیُنْسَأَلَہٗ فِیْ اَثَرِہٖ فَلْیَصِلْ رَحِمَہٗ

اور تاخیر کی جائے لئے اسکے میں اجل اس کی تو پیوستہ رکھے قرابت اسکی

اور اس کی اجل میں تاخیر کی جائے تو اپنا رشتہ پیوستہ رکھے۔

مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

متفق علیہ ہے۔

Marfat.com

أَحَبَّ: اس نے چاہا۔
نَسَأَ: اس نے مؤخر کیا۔ یُنْسَأُ مضارع مجہول۔
أَثَرٌ: اصل میں نشان قدم کو کہتے ہیں، یہاں اس سے اجل مراد ہے۔
حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تقدیر کا پابند نہیں۔ وہ جب چاہے اسے بدل دے۔
شرح کے لیے سابقہ صفحات میں اقارب کا عنوان دیکھیے۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ

اور سے کہا کہا

اور ابوہریرہؓ سے (روایت ہے) انہوں نے کہا (کہ)

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

خَلَقَ اللّٰهُ الْخَلْقَ فَلَمَّا فَرَغَ مِنْهُ

بنائی اللہ مخلوق اور جب فارغ ہوا اس سے

اللہ نے خلق کو بنایا اور جب اس سے فارغ ہو چکا تو

قَامَتِ الرَّحِمُ فَأَخَذَتْ بِحَقْوَيِ الرَّحْمٰنِ

کھڑی ہوئی قرابت اور تھام لئے دو پہلو

قرابت کھڑی ہوئی اور رحمٰن کا پہلو تھام لیا

Marfat.com

فَقَالَ مَهْ قَالَتْ هٰذَا مَقَامُ

تو کہا کیا ہے کہا یہ کھڑا ہونا

تو (رحمٰن نے کہا) کیا ہے؟ بولی، یہ تیرے سامنے کاٹ سے

الْعَائِذِ بِكَ مِنَ الْقَطِيعَةِ

پناہ گیر پاس تیرے سے کاٹنا

پناہ مانگنے والے کا کھڑا ہونا ہے۔

قَالَ اَلَا تَرْضَيْنَ اَنْ اَصِلَ

کہا کیا نہیں راضی ہوتی ہے تو کہ جوڑوں

فرمایا، کیا تو نہیں چاہتی کہ جو تجھے جوڑے اسے

مَنْ وَصَلَكِ وَاَقْطَعَ مَنْ قَطَعَكِ

جس نے جوڑا تجھے اور کاٹ دوں جس نے کاٹا تجھے

جوڑے رکھوں اور تجھے کاٹ ڈالے اسے کاٹ دوں

قَالَتْ بَلٰى يَا رَبِّ قَالَ فَذَاكِ

کہا کیوں نہیں اے رب میرے کہا تو وہی

بولی، اے رب! کیوں نہیں، فرمایا، تو (تجھ سے) یہی (عہد) ہے

مُتَّفَقٌ عَلَيۡهِ۔

متفق علیہ ہے۔

حقو: ازار باندھنے کی جگہ۔ یہاں مراد کمر یا پہلو ہے۔ چونکہ ازار کے دو سرے ہوتے ہیں اس لئے حقو تثنیہ کے ساتھ آیا ہے۔ ترجمہ میں دو پہلو کے بجائے صرف پہلو درست رہے گا۔ اخذت بحقوی الرحمٰن سے مراد یہ ہے کہ اس نے استغاثہ کیا۔

مَہ: غالباً اسم فعل ہے۔ اس کے لغوی معنی ہیں رک جا، ٹھہر جا۔ لیکن علماء کی رائے ہیں یہاں اس سے مراد ہے، کیا ہے؟

فذالك: ایک اور روایت میں ہے فذاكِ لكِ یعنی تجھ سے یہی عہد ہے۔

یہ حدیث متشابہات میں سے ہے اس کے بیان کردہ واقعہ کو صرف بلطور تمثیل سمجھا جائیگا۔

وَعَنۡهُ قَالَ رَسُوۡلُ

اور — سے — کہا — کہا

اور ان سے[1] (روایت ہے) انہوں نے کہا (کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ الرَّحِمُ

رحم

وسلم — نے فرمایا، — رحم

[1] یعنی ابوہریرہؓ سے

Marfat.com

شُجْنَةٌ مِنَ الرَّحْمٰنِ فَقَالَ

ریشہ ۔ جڑ سے کہا

رحمان کا ایک ریشہ ہے اور اللہ نے کہا

اَللّٰہُ مَنْ وَصَلَكَ وَصَلْتُهٗ وَمَنْ

جس نے جوڑا تجھے جوڑا میں نے اسے اور جس نے

ہے جس نے تجھے جوڑے رکھا میں اسے جوڑے رکھوں گا اور جس نے

قَطَعَكَ قَطَعْتُهٗ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

توڑا تجھے توڑا میں نے اسے

تجھے توڑ دیا اسے شکستہ کردوں گا۔ اس کی روایت بخاری نے کی ہے

اللہ تعالیٰ نے بندوں کے درمیان تراحم پیدا کیا یعنی انہیں ایک دوسرے سے فطرۃً اور طبعاً رحم کرنے کا ملکہ عطا کیا۔ اس فطری جذبہ کے کئی مظاہر ہیں جن میں مضبوط ترین اور ناقابلِ شکست مظہر قرابت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس مظہر کی حفاظت کا ذمہ خود لیا ہے اور اسے اپنی ذات سے اس طرح وابستہ رکھا جیسے کسی درخت سے کوئی جڑ یا ریشہ نکل کر ایک نئے پودے کی صورت میں برگ و بار لائے۔ کئی پودوں اور درختوں کے ریشے یا جڑیں اصل سے وابستہ رہنے کے باوجود نئے پودوں کو جنم دینے لگتی ہیں۔

مفصل شرح کے لئے اقارب کا عنوان دیکھئے۔

Marfat.com

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ

اور سے کہا کہا

اور عائشہؓ سے (روایت ہے) انہوں نے کہا (کہ) رسول اللہ

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلرَّحِمُ

قرابت

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، قرابت

مُعَلَّقَۃٌ بِالْعَرْشِ تَقُوْلُ مَنْ

لٹکائی ہوئی، لپٹی ہوئی عرش سے کہتی ہے جس نے

عرش کو لپٹی ہوئی ہے (اور) کہتی ہے جس نے

وَصَلَنِیْ وَصَلَہُ اللّٰہُ وَمَنْ قَطَعَنِیْ

جوڑا مجھے جوڑا اسے اللہ اور جس نے کاٹا مجھے

مجھے جوڑا اللہ اسے جوڑے رکھے اور جس نے مجھے کاٹا

قَطَعَہُ اللّٰہُ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

کاٹا اسے اللہ

اللہ اسے کاٹ ڈالے۔ متفق علیہ ہے۔

Marfat.com

تَعَلُّق : لٹکنا، چپٹنا، وابستہ ہونا عَلَّق : لٹکایا، چپٹایا، وابستہ کیا مُعَلَّقَہ : لٹکائی ہوئی یا وابستگی ہوئی چیز۔
مفصّل شرح : کے لیئے آقا رب کا عنوان دیکھیے۔

وَعَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ

اور سے کہا

اور جبیر ابن مطعم سے (روایت ہے) انہوں نے کہا (کہ)

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

کہا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

وَسَلَّمَ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ

نہیں داخل ہوگا جنت

کوئی قرابت شکن جنت میں نہیں جائے

قَاطِعٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

قرابت شکن

گا متفق علیہ ہے۔

قَاطِعٌ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مراد قاطع رحم ہے یعنی قرابت شکن
مفصّل شرح کے لئے آقا رب کا عنوان دیکھیے۔

Marfat.com

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ

اور سے کہا کہا

اور ابن عمرؓ سے (روایت ہے) انہوں نے کہا (کہ) رسول اللہ

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

وَسَلَّمَ لَيْسَ الْوَاصِلُ بِالْمُكَافِئِ

نہیں جوڑنے والا جو بدلہ دینے والا

قرابت پرور وہ نہیں جو بدلہ دے

وَلٰكِنَّ الْوَاصِلُ الَّذِيْ اِذَا

اور لیکن قرابت پرور جو جب

بلکہ قرابت پرور وہ ہے (کہ) جب اس کے

قُطِعَتْ رَحِمُهٗ وَصَلَهَا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

کاٹی گئی قرابت اسکی جوڑا اسے

رشتہ کو توڑا جائے تو وہ اسے جوڑ دے۔ اس کی روایت بخاری نے کی ہے

Marfat.com

کَافَأَ: جزا دی۔ بدلہ دیا۔ مُکافیٔ اس سے اسم فاعل ہے۔
مفصل شرح کے لیے اقارب کا عنوان دیکھیے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَجُلًا

اور سے — کہ یقیناً — آدمی

اور ابو ہریرہؓ سے (روایت ہے) کہ ایک شخص

قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ لِیْ

کہا — یقیناً — میرے

نے کہا، یارسول اللہ! میرے کچھ

قَرَابَةً اَصِلُهُمْ وَیَقْطَعُوْنِیْ

قرابت دار — تعلق رکھتا ہوں ان سے — اور — جدا کرتے ہیں — مجھے

قرابت دار ہیں میں ان سے تعلق رکھتا ہوں اور مجھ سے تعلق توڑتے ہیں

وَاُحْسِنُ اِلَیْهِمْ وَیُسِیْئُوْنَ اِلَیَّ وَ

اور — بھلا کرتا ہوں — اور — برا کرتے ہیں — اور

اور میں ان سے بھلا کرتا ہوں اور وہ مجھ سے برائی کرتے ہیں اور

اَحْلُمُ عَنْهُمْ وَیَجْهَلُوْنَ عَلَیَّ

برداشت کرتا ہوں — ان سے — اور گنوارپن کرتے ہیں — مجھ پر

میں ان سے حلم کرتا ہوں اور وہ مجھ سے گنوارپن کرتے ہیں۔

Marfat.com

فَقَالَ لَئِنْ كُنْتَ كَمَا قُلْتَ

تو کہا ۔ اگر تو ہے جیسا کہا تو نے

تو فرمایا، تو جیسا کہتا ہے ویسا ہی ہے

فَكَأَنَّمَا تُسِفُّهُمُ الْمَلَّ وَلَا يَزَالُ

تو گویا تو پھونکتا ہے ان پہ گرم راکھ اور رہے گا

تو ان کے منہ پر پھونک سے گرم راکھ اڑا رہا ہے۔ اور تیرے ہمراہ

مَعَكَ مِنَ اللّٰهِ ظَهِيرٌ عَلَيْهِمْ

ساتھ تیرے سے مددگار خلاف ان کے

ان کے خلاف اللہ کی طرف سے ایک مددگار رہے گا

مَا دُمْتَ عَلَى ذٰلِكَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

جبتک تک تو رہا پر وہ

جب تک تو اس پر قائم رہا اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

قرابت: اصل لغت کے لحاظ سے ... . قرابت کے معنی نسبی رشتہ ہے لیکن کبھی کبھار رشتہ دار کے معنی بھی دیتا ہے۔

يَقْطَعُونِي: اصل میں يَقْطَعُونَ اور نِي ہے۔ یعنی جدا کرتے ہیں مجھے۔

أَحْسَنَ: اس نے (دِ) سلوک کیا أُحْسِنُ میں اچھا سلوک کرتا ہوں۔

أَسَاءَ: اس نے برا سلوک کیا يُسِيئُونَ وہ برا سلوک کرتے ہیں۔

Marfat.com

جَهَلَ: یہاں مراد ہے جاہلانہ حرکت کی۔ گنوارپن کیا۔ اکھڑپن کیا۔
سَفَّ: پھونک مارکر اڑایا۔ مَلّ گرم راکھ تُسِفُّهُمُ الْمَلَّ کے یہ معنی ہوسکتے ہیں
(۱) ان کے منہ پر پھونک مارکر گرم راکھ اڑاتی اور ان کا حلیہ بگاڑ دیا (۲) ان کے
منہ میں پھونک مارکر گرم راکھ ڈال دی اور ان کے پیٹ میں چلی گئی۔
مَادَامَ جب تک وہ رہا مَادُمْتَ جب تک تو رہا۔
مفصل شرح کے لئے اقارب کا عنوان دیکھیے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِی

ثوبان سے (روایت ہے)۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ قدر کو دعا ہی واپس کرتی ہے اور عمر میں صرف نیکی ہی اضافہ کرتی ہے
اور آدمی بسبب گناہ کے جس سے آلودہ رہتا ہے رزق سے محروم کردیا جاتا ہے۔
اس کی روایت ابن ماجہ نے کی۔

اور عائشہ رضہ سے (روایت ہے) انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا کہ میں جنت میں داخل ہوا اور اس میں قرأت سنی۔ تو میں نے کہا، یہ
کون ہے؟ بولے، حارثہ بن نعمان نیکی یوں ہوتی ہے[۱] نیکی یوں ہوتی ہے اور وہ اپنی ماں سے سب
لوگوں سے بڑھ کر نیکی کرتے تھے۔ اس کی روایت شرح السنۃ میں کی اور بیہقی
نے شُعَبُ الْاِیْمَان میں کی اور ایک روایت میں ہے، فرمایا نُمْتُ فَرَاَیْتُنِیْ فِی
الْجَنَّۃِ (میں سویا اور خود کو جنت میں پایا) بجائے دَخَلْتُ الْجَنَّۃَ (میں جنت
میں داخل ہوا)

---

[۱] یہ الفاظ حضور کے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ نیکی کا نتیجہ یوں ملتا ہے۔

اور عبداللہ بن عمرؓ سے (روایت ہے) انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رب کی رضا والد کی رضا میں ہے اور رب کی خفگی والد کی خفگی میں ہے۔ اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

اور ابو درداءؓ سے (روایت ہے) کہ ایک آدمی میرے پاس آیا اور کہا کہ میری ایک بیوی ہے اور میری ماں مجھے حکم دیتی ہے کہ میں اسے چھوڑ دوں تو ابودرداءؓ نے اس سے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا، والد جنت کا وسطی دروازہ ہے تو چاہے تو اس دروازے کا دھیان رکھے یا ضائع کر دے اس کی روایت ترمذی اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

اور بہز بن حکیم سے بجانب ان کے باپ کے بجانب ان کے دادا کے (روایت ہے) انہوں نے کہا کہ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! میں کس سے نیکی کروں؟ فرمایا، اپنی ماں سے۔ میں نے عرض کیا، پھر کس سے؟ فرمایا، اپنی ماں سے۔ میں نے عرض کیا، پھر کس سے؟ فرمایا، اپنی ماں سے۔ میں نے عرض کیا، پھر کس سے؟ فرمایا، اپنے باپ سے، پھر قریب تر اور قریب تر سے۔ اس کی روایت ابو داؤد اور ترمذی نے کی۔

اور عبدالرحمٰن بن عوف سے (روایت ہے)۔ انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا، اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے (کہ) میں رحمٰن ہوں، میں نے رحم (نسبی رشتہ) پیدا کیا ہے اور اپنے نام سے اس کا نام نکالا ہے۔ جس نے اسے پیوستہ رکھا میں نے اس کو پیوستہ رکھا اور جس نے اسے کاٹ دیا میں نے اسے الگ کر ڈالا اس کی روایت ابو داؤد نے کی ہے۔

اور عبداللہ بن ابی اوفیٰ سے (روایت ہے) انہوں نے کہا (کہ) میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ ان لوگوں پر رحمت نازل نہیں ہوتی جن میں کوئی قرابت شکن ہو۔ اس کو بیہقی نے شعب الایمان میں روایت

کیا ہے۔

اور ابی بکرہ سے (روایت ہے) انہوں نے کہا (کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی گناہ بغاوت اور قرابت شکنی سے بڑھ کر اس لائق نہیں ہوتا کہ اس کے مرتکب کے لیے اللہ تعالیٰ دنیا میں سزا جلد تر دے مع اس کے جو اس کے لیے آخرت میں جمع ہوگا۔ اس کی روایت ترمذی اور ابو داؤد نے کی۔

اور عبداللہ بن عمرو سے (روایت ہے) انہوں نے کہا (کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، احسان جتانے والا اور والدین کا نافرمان اور دائمی شراب نوش جنت میں داخل نہیں ہوں گے۔ اس کی روایت نسائی اور دارمی نے کی ہے۔

اور ابوہریرہؓ سے (روایت ہے) انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اپنے انساب کا علم حاصل کرو جس سے اپنے رشتے پیوستہ رکھو گے کیونکہ قرابت کو جوڑنا گویا خاندان میں محبت رکھنا، مال میں افزائش اور اجل میں تاخیر ہے۔

اور ابن عمران سے (روایت ہے) انہوں نے کہا کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا، یا رسول اللہ! میں ایک بڑا گناہ کر بیٹھا ہوں۔ کیا میری توبہ ہو سکتی ہے؟ فرمایا، کیا تمہاری ماں ہے؟ عرض کیا، نہیں۔ فرمایا، کیا تمہاری خالہ ہے؟ عرض کیا، ہاں۔ فرمایا، اس سے بھلا کر۔ اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

اور ابو اسید ساعدی سے (روایت ہے) انہوں نے کہا ایک بار جب کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے بنو سلمہ کا ایک شخص آیا اور عرض کیا، یا رسول اللہ! کیا میرے والدین کی موت کے بعد ان کی بھلائی کے لیے کوئی ایسی چیز رہ گئی ہے جس سے میں ان سے بھلا کروں۔ فرمایا، ہاں۔ ان

Marfat.com

کے لیے دعا کرنا اور ان کے لئے مغفرت مانگنا اور ان کے بعد ان کے عہد کو پورا کرنا اور وہ قرابت نوازی جو ان کے توسط سے قائم رکھی جاتی ہے اور ان سے صدق رکھنے والوں کی تعظیم کرنا۔ اس کو ابو داؤد اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

اور ابو طفیل سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جعرانہ میں گوشت تقسیم فرماتے دیکھا۔ اتنے میں ایک عورت آئی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب پہنچی۔ آپؐ نے اپنی چادر اس کے لئے بچھا دی اور وہ اس پر بیٹھ گئی۔ میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا یہ حضورؐ کی رضاعی ماں ہے۔ اس کی روایت ابوداؤد نے کی۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

ابن عمرؓ سے منجانب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (روایت ہے)۔ آپؐ نے فرمایا، تین آدمی اکٹھے جا رہے تھے کہ انہیں بارش نے آلیا۔ وہ مڑ کر پہاڑ کے ایک غار میں پہنچے۔ پہاڑ سے ایک چٹان لڑھک کر ان کے غار کے دہانہ پر آئی اور انہیں بند کر دیا۔ انہوں نے ایک دوسرے سے کہا، تم نے اللہ کے لئے جو نیک کام کیے ہیں انہیں سوچو اور ان کے توسل سے اللہ کو پکارو شاید وہ اس چٹان کو دور کر دے۔ ان میں سے ایک نے کہا اے ہمارے اللہ! میرے بہت بوڑھے والدین تھے۔ اور میرے چھوٹے چھوٹے بچے تھے میں ان کی خوراک کے لئے بکریاں چراتا تھا۔ جب میں شام کو مویشی گھر لاتا اور دودھ دوہتا تو میں اپنے بچوں سے پہلے اپنے والدین کو پلانا شروع کرتا۔ ایک دن میں درختوں میں دور نکل گیا اور شام سے پہلے نہ آسکا۔ میں نے دیکھا کہ والدین سو گیے ہیں۔ میں نے پہلے کی طرح دودھ دوہا اور لے کر آیا۔ اور ان کے سرہانے کھڑا ہو گیا۔ میں انہیں جگانا نہ چاہتا تھا اور ان سے پہلے بچوں

Marfat.com

کو بھی تڑپا تا چاہتا تھا۔ اور بچے میرے قدموں میں بلبلا رہے تھے۔ میں اور وہ اسی حال میں رہے حتیٰ کہ صبح ہو گئی اب اگر تو جانتا ہے کہ میں نے تیری رضا کی خاطر یہ کیا تو ہمارے لیے کچھ جگہ کھول دے کہ ہم اس سے فضا دیکھ سکیں۔ اللہ نے ان کے لیے جگہ کھول دی اور انہیں فضا نظر آنے لگی۔ دوسرے نے کہا، اے ہمارے اللہ! میرے چچا کی ایک لڑکی تھی۔ میں اس سے اسی قدر زیادہ پیار کرتا تھا جتنا مرد عورتوں سے کر سکتے ہیں۔ میں نے اس سے اس کے بدن کی خواہش کی تو اس نے انکار کیا جب تک اسے ایک سو دینار نہ دوں۔ میں نے کوشش کر کے ایک سو دینار جمع کیے اور لے کر اس کے پاس آیا تو جب میں اس کی ٹانگوں کے درمیان بیٹھ گیا تو اس نے کہا، اے اللہ کے بندے! اللہ سے ڈر اور مہر نہ توڑ میں اس سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اے ہمارے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ میں نے تیری رضا کی خاطر یہ کیا تو ہمارے لئے کچھ کشائش کر دے۔ اللہ نے ان کے لئے کچھ کشائش کر دی۔ اور آخری شخص نے کہا، اے ہمارے اللہ! میں نے چاولوں کی ایک مقدار کے عوض ایک شخص کو اپنی مزدوری پر لگایا۔ جب وہ کام پورا کر چکا تو کہا، مجھے میرا حق دو۔ میں نے اسے اس کا حق پیش کیا تو اس نے نہ لیا اور اس سے منہ پھیر کر چلا گیا۔ میں اس کی کاشت کرتا رہا یہاں تک میں نے اس سے گائیں اور ان کا گڈریا جمع کر لیا۔ پھر وہ میرے پاس آیا: اور کہا اللہ سے ڈر، مجھ پر ظلم نہ کر اور میرا حق ادا کر۔ میں نے کہا، ان گایوں اور ان کے گڈریے کے پاس جا۔ تو اس نے کہا اللہ سے ڈر اور میرا مذاق نہ اڑا۔ میں نے کہا، میں تیرا مذاق نہیں اڑاتا۔ وہ گائیں اور گڈریا لے لے۔ تو وہ انہیں لے کر چلا گیا۔ اب اگر تو جانتا ہے کہ میں نے یہ تیری رضا کی خاطر کیا ہے تو جو باقی ہے اس کی بھی کشائش کر دے۔ اللہ نے ان سے کشائش کر دی۔ متفق علیہ ہے۔

Marfat.com

اور معاویہ بن جاہمہ کی جانب سے (روایت ہے) کہ جاہمہؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا، یا رسول اللہ! میں جہاد کرنا چاہتا ہوں اور آپؐ سے مشورہ لینے آیا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا! کیا تیری ماں ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ فرمایا، تو اس کے پاس رہ کیوں کہ جنت اس کے پاؤں میں ہے۔ اس کی روایت احمد اور نسائی نے کی ہے اور بیہقی نے شعب الایمان میں۔

اور ابن عمرؓ سے (روایت ہے) انہوں نے کہا کہ میری ایک بیوی تھی جسے میں بہت چاہتا تھا اور عمرؓ اسے اچھا نہ سمجھتے تھے۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ میں اسے چھوڑ دوں۔ میں نہ مانا۔ عمرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور اس کا تذکرہ کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا! اسے طلاق دے دے۔ اس کی روایت ترمذی اور ابوداؤد نے کی ہے۔

اور ابو امامہ سے (روایت ہے) کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! والدین کا اولاد پر کیا حق ہوتا ہے؟ فرمایا، وہ تیری جنت اور تیری دوزخ ہیں۔ اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے۔

اور انس رضی سے (روایت ہے) انہوں نے کہا (کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی کے والدین یا ان میں سے کوئی ایک مرجاتا ہے ایسے میں جب کہ وہ ان کا نافرمان ہوتا ہے پھر وہ ان کے لئے دعا و استغفار کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اسے نیک لکھ دیتا ہے۔

اور ابن عباسؓ سے (روایت ہے) انہوں نے کہا (کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس کی صبح ہوئی اس حال میں کہ وہ اللہ کی رضا کے لئے والدین کے حق میں مطیع ہے تو اس کے لئے جنت کے دو دروازے کشادہ ہو جاتے ہیں اگر ان میں سے ایک ہو تو ایک۔ ایک آدمی نے عرض کیا،

Marfat.com

چاہے وہ اس پر ظلم کریں؟ فرمایا، چاہے اس پہ ظلم کریں، چاہے اس پہ ظلم کریں، چاہے اس پر ظلم کریں۔

اور ان ہی[1] سے (روایت ہے) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو خوش خصال بیٹا اپنے والدین کی طرف رحمت کی نظر سے دیکھتا ہے اللہ اس کی ہر نگاہ کے عوض ایک مقبول حج لکھ دیتا ہے۔ لوگوں نے عرض کیا، اور چاہے ہر روز سو بار دیکھے؟ فرمایا، ہاں۔ اللہ اکبر و اطیب ہے۔

اور ابو بکرہ سے (روایت ہے)۔ انہوں نے کہا (کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ چاہے تو سب گناہوں کو بخش دیتا ہے سوائے والدین کی نافرمانی کے۔ وہ اس کے مرتکب کے لئے مرنے سے پہلے زندگی (ہی) میں (سزا میں) عجلت کر دیتا ہے۔

اور سعید بن عاص سے (روایت ہے)۔ انہوں نے کہا (کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بھائیوں میں سے بڑے کا حق چھوٹے پر (گویا) باپ کا حق بیٹے پر ہوتا ہے۔

بیہقی نے ان پانچ حدیثوں کی شُعَبُ الایمان میں روایت کی ہے۔

---

[1] ابن عباس سے

بَابُ الشَّفْقَةِ وَالرَّحْمَةِ عَلَى الْخَلْقِ

شَفْقَة: اس نرم دلی اور خیر خواہی کو کہتے ہیں جس میں اندیشہ شامل ہو یعنی جس کی خیر خواہی مقصود ہو اس کے بارے میں رہ رہ کر یہ خیال آئے کہ اسے کوئی ضرر یا تکلیف نہ پہنچے جیسے ماں اپنے ننھے کو موسم کی سختی سے بچاتی ہے شفقت کی مندرجہ ذیل مثالیں ہو سکتی ہیں:

کسی مسلمان کو بے آبروئی سے بچانا مثلاً اس کی غیبت نہ ہونے دینا۔
پریشان حال آدمی کی مدد اور فکر کرنا۔
پڑوسی کے آرام و سکون کا خیال رکھنا۔

رَحْمَة: رحم، رَحْمَۃ اور مَرْحَمَۃ کے معنی ہیں: ترس یعنی وہ خیر خواہی جس میں گدازِ قلب شامل ہو مثلاً چھوٹے بچوں، لڑکیوں، بوڑھوں یتیموں اور بیواؤں کی خبر گیری کرنا۔

شفقت اور رحمت قریب المعنی ہیں۔ جدید نفسیات کی رو سے ان دونوں جذبوں کا تعلق مادری جبلت* سے ہے۔ مادری جبلت سے مراد وہ جبلت ہے جو دوسری کی پرورش اور خبر گیری کرنے کے لئے بیتاب رہتی ہے۔

خَلْق: خلق مصدر ہے۔ اس سے مراد ہے خلیقہ یا مخلوق۔ بعض علماء کے نزدیک خلق کا لفظ انسانوں کے لئے اور خلیقہ جانوروں کے لئے آتا ہے لیکن

---

* PATERNAL-INSTINCT

Marfat.com

اس فرق کو حتمی حیثیت حاصل نہیں۔

بَابُ الشَّفَقَةِ وَالرَّحْمَةِ عَلَى الْخَلْقِ

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

عَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ

سے کہا کہا

جریر بن عبداللہ سے (روایت ہے) انہوں نے کہا (کہ) رسول اللہ

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا،

لَا يَرْحَمُ اللّٰهُ مَنْ لَمْ يَرْحَمِ النَّاسَ

نہیں رحم کرتا اللہ جس نے نہ رحم کیا لوگوں (پر)

جو لوگوں پہ رحم نہیں کرتا اس پر اللہ رحم نہیں کرتا۔

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

متفق علیہ ہے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ جَاءَ

آیا کہا سے اور

اور عائشہ رضی سے (روایت ہے) انہوں نے کہا (کہ) ایک دیہاتی

أَعْرَابِيٌّ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

طرف بدو

(شخص) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا۔

وَسَلَّمَ فَقَالَ أَتُقَبِّلُوْنَ الصِّبْيَانَ

لڑکے چومتے ہو تم کیا اور کہا

اور کہا کیا تم لوگ لڑکوں کو چومتے ہو

فَمَا نُقَبِّلُهُمْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى

کہا تو ان کو چومتے ہم اور نہیں

اور ہم ان کو نہیں چومتے تو نبی کریم صلی اللہ

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوَ أَمْلِكُ لَكَ

تیرے لئے مالک ہوں میں اور کیا

علیہ وسلم نے فرمایا، کیا میرے بس میں ہے

Marfat.com

اَنْ نَزَعَ اللّٰہُ مِنْ قَلْبِکَ الرَّحْمَۃَ

کہ کھینچ لی سے دل تیرا رحمت

کہ اللہ نے تیرے دل سے رحمت کھینچ لی ہے

مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

متفق علیہ ہے۔

قَبَّلَ چوما۔ بوسہ لیا تقبّلون تم چومتے ہو۔

وَعَنْھَا قَالَتْ جَاءَتْنِیْ اِمْرَاَۃٌ

اور سے وہ کہا آئی پاس میرے عورت

اور ان[1] سے (روایت ہے) انہوں نے کہا (کہ) ایک عورت

وَمَعَھَا اِبْنَتَانِ لَھَا تَسْاَلُنِیْ فَلَمْ تَجِدْ

اور ساتھ اس کے دو بیٹیاں اس کی مانگتی تھی مجھ سے اور نہ پایا اس نے

میرے پاس مانگنے آئی اور اس کے ہمراہ اس کی دو بیٹیاں تھیں اس نے

عِنْدِیْ غَیْرَ تَمْرَۃٍ وَّاحِدَۃٍ

میرے پاس سوائے کھجور ایک

میرے پاس ایک کھجور کے سوا کچھ نہ پایا

[1] یعنی حضرت عائشہؓ۔

فَاَعْطَيْتُهَا اِيَّاهَا فَقَسَمَتْهَا بَيْنَ

تو دی میں نے اسے وہی تو تقسیم کیا اسے درمیان

تو میں نے اسے وہی دے دی تو اس نے اسے اپنی

اِبْنَتَيْهَا وَلَمْ تَاْكُلْ مِنْهَا ثُمَّ

بیٹیاں اس کی اور نہ کھایا اس سے پھر

بیٹیوں پر بانٹ دیا اور اس سے خود نہ کھایا پھر

قَامَتْ فَخَرَجَتْ فَدَخَلَ النَّبِيُّ

کھڑی ہوئی اور باہر چلی گئی پھر اندر آیا

اٹھ کھڑی ہوئی اور باہر چلی گئی اس کے بعد نبی کریم

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَدَّثْتُهُ

اور بات کہی میں نے ان سے

صلی اللہ علیہ وسلم گھر آئے اور میں نے آپؐ کو بتایا

فَقَالَ مَنِ ابْتُلِيَ مِنْ هٰذِهٖ

تو کہا جو آزمایا گیا سے

تو آپؐ نے فرمایا جو ان بیٹیوں کی کچھ آزمائش

الْبَنَاتِ بِشَیْءٍ فَاَحْسَنَ اِلَیْهِنَّ

بیٹیاں ساتھ کچھ اور اچھائی کی

میں ڈالا گیا اور اس نے ان سے اچھا سلوک کیا

کُنَّ لَهٗ سِتْرًا مِّنَ النَّارِ

ہوئیں وہ لیے اس کے اوٹ سے آگ

تو وہ اس کے لیے آگ سے آڑ ہوں گی۔

مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ

متفق علیہ ہے۔

وَجَدَ دیکھا۔ پایا یجد وہ دیکھتا ہے۔ پاتا ہے لَمْ تَجِدْ اس نے نہ پایا۔
لَمْ تَجِدْ عِنْدِی شَیْئًا اس عورت نے میرے پاس کچھ نہ پایا۔ مراد یہ ہے کہ
اس وقت میرے پاس کوئی چیز حاضر یا موجود نہ تھی۔
اِبْتُلِیَ آزمایا گیا اُبْتُلِیَ وہ آزمایا گیا۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ

اور سے انس کہا کہا

اور انس رضی سے (روایت ہے) انہوں نے کہا (کہ) رسول اللہ

Marfat.com

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ

جس نے

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے

عَالَ جَارِیَتَیْنِ حَتّٰی تَبْلُغَا جَاءَ

پرورش کی دو لڑکیاں بالغ ہوں آیا

دو لڑکیوں کی ان کے بالغ ہونے تک پرورش کی وہ

یَوْمَ الْقِیَامَۃِ اَنَا وَھُوَ ھٰکَذَا

روز میں اور وہ یوں

اور میں قیامت کے روز اس طرح آئیں گے

وَضَمَّ اَصَابِعَہٗ رَوَاہُ مُسْلِمٌ

اور ملائیں انگلیاں اس کی

اور آپؐ نے اپنی انگلیوں کو ملایا اس کی روایت مسلم کی ہے

جَارِیَہ سے یہاں مراد لڑکی ہے۔
اَصَابِع جمع ہے اِصْبَع (انگلی) کی

اولاد

اولاد سے محبت میں اعتدال

اولاد کی محبت انسان کی فطرت میں ودیعت ہے۔ اس جذبہ میں اس قدر شدت ہے کہ اس کو اعتدال میں رکھنا از بس مشکل ہے۔ اولاد کی محبت کے ہاتھوں والدین زندگی بھر کٹھن امتحان میں مبتلا رہتے ہیں چنانچہ قرآن حکیم کا ارشاد ہے:

اِنَّمَا اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ

ترجمہ: تمہارے اموال اور تمہاری اولاد تمہارے لئے ایک آزمائش ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے انسان کو اپنا سب سے قیمتی سرمایہ اس کی راہ میں قربان کرنا پڑتا ہے۔ اولاد بھی انسان کی عزیز ترین متاع ہے۔ اس لئے بعض قدیم مذاہب نے انسان کو یہ راہ دکھائی کہ اپنی اولاد کو دیوتاؤں اور بتوں کی بھینٹ چڑھا دو۔ یہ دستور عرب میں بھی تھا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے والد عبداللہ کو بھی ان کے باپ نے بتوں پر قربان کرنا چاہا تھا مگر پھر ان کی جان کے عوض سو اونٹوں کا نذرانہ دے دیا۔

اسلام اولاد کی محبت کا اظہار کسی غیر معتدل یا حدود فراموش صورت میں نہیں ہونے دیتا۔ نہ تو یہ حکم دیتا ہے کہ اولاد چونکہ تمہاری محبوب ترین دولت ہے اس لئے اس کو خدا کی خاطر ذبح کر دو۔ اور نہ یہ اجازت دیتا ہے کہ بس اولاد کے ہی ہو رہو اور اس کے آرام و آرائش اور ترقی و بہبود کے سامان پیدا کرنے کے لئے ہر جائز و ناجائز رستہ اختیار کرو۔ اسلام اعتدال اور

میانہ روی کا رستہ بتاتا ہے

والدین کے فرائض

(۱) اولاد کے بارے میں والدین کے فرائض مختصراً حسب ذیل ہیں:

ا۔ پرورش

اس ضمن میں قرآن حکیم نے یہ قانون بتایا ہے کہ بچہ کی رضاعت دو برس تک لازماً ہو۔ رضاعت کی اہمیت اسلام نے اس قدر بڑھا دی کہ حرمت میں اس کا رشتہ حقیقی رشتہ کے برابر قرار دیا۔

لڑکی خلقتاً ضعیف ہوتی ہے۔ عہد جاہلیت میں مصنوعی غیرت کی چکی میں بھی یہی پستی تھی۔ اس لئے اس کی پرورش کے بارے میں اسلام نے خصوصی تاکید کی۔

والدین کی طبعی محبت اولاد کی پرورش کے لیے بظاہر کافی محرک نظر آتی ہے لیکن اسلام اسی پر اکتفا نہیں کرتا بلکہ اسے دینی فریضہ قرار دے کر اس میں مزید قوت پیدا کرتا ہے۔ لیکن ساتھ ہی اس امر کو بھی نظر انداز نہیں ہونے دیتا کہ یہ محبت دین کے تابع رہنی چاہیئے۔ اولاد کی محبت میں دینی تقاضوں کو نہیں بھولنا چاہیئے

۲۔ تعلیم و تربیت

اولاد کا والدین پر حق ہے کہ وہ انہیں عمدہ اور صالح تربیت دیں۔ قرآن حکیم کا ارشاد ہے:

اے لوگو! اپنے کو اور گھر والوں کو آگ سے بچاؤ۔[1]

---

[1] سورۂ تحریم۔

Marfat.com

یعنی خود بھی نیکی کرو اور گھر کے افراد کو بھی نیکی سکھاؤ۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

قیامت کے دن آدمی کے ساتھ سب سے پہلے جھگڑنے والے اس کے عیال ہوں گے۔ وہ اللہ تعالیٰ سے کہیں گے کہ اے اللہ! تو اس سے ہماری داد لے۔ ہم ناواقف تھے اور اس نے ہمیں حرام کھلایا۔ ہمیں جو کچھ سکھانا فرض تھا اس نے نہ سکھایا اور ہم جاہل رہ گئے۔[۱]

اولاد کو پرورش اور تربیت کر کے کمائی کے قابل کرنا بہت بڑی دینی اور قومی خدمت ہے۔ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث ہے:

اگر بچہ مسلم والدین پر خرچ کرے تو صرف بچے ہی کو نہیں بلکہ والدین کو بھی ثواب ملتا ہے[۲]

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ایک تو والدین کو اس بات کا ثواب ملے گا کہ انہوں نے بچے کو نیک تربیت دی جس کے نتیجے میں وہ والدین کی خدمت سے مشرف ہو رہا ہے۔ دوسرا ثواب اس کارنامہ کا ہوگا کہ والدین نے اسے دولت کمانے کا سلیقہ سکھایا۔ گویا یہ والدین ہی کی کمائی ہے۔

حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ نیک اولاد صدقہ جاریہ ہے۔ جب تک وہ نیکی کریں اور والدین کے لئے دعا گو ہوں والدین کی روح کو ثواب پہنچتا ہے حدیث ہے کہ بعض آدمی دیکھیں گے کہ جنت میں ان کا درجہ بلند تر ہو گیا ہے۔ وہ

---

[۱] اردو ترجمہ کیمیائے سعادت باب دوم نکاح [۲] کنز العمال۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ سے اس کا سبب پوچھیں گے۔ جواب ملے گا کہ تمہاری اولاد نے تمہارے بیٹے جو استغفار کیا یہ اس کی وجہ سے ہے [1]

۳۔ اولاد کے درمیان عدل:

والدین کا فرض ہے کہ اولاد کے درمیان مکمل مساوات رکھیں۔ اسلام کی نگاہ میں لڑکے اور لڑکی یا چھوٹے بڑے کی کوئی ظالمانہ تمیز نہیں۔ تورات اٹھا کر دیکھیے تو اس میں پہلوٹھے کی ترجیح کا حکم ملے گا۔ یورپ کے جن ممالک میں نوابی کا دور ہے وہاں آج تک یہ قانون ہے کہ بڑے بیٹے کو جائیداد میں زیادہ حصہ ملتا ہے۔ اسلام اس عدم توازن کو مٹاتا ہے۔ آج تمام دنیا میں اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو لڑکی کو والدین کے ترکہ میں شریک ٹھہراتا ہے۔

ایک دفعہ ایک صحابی رضؓ نے اپنے ایک بیٹے کو غلام ہبہ کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر چاہا کہ اس معاملہ پر آپؐ کی گواہی ہو جائے۔ آپؐ نے پوچھا، کیا دیگر بچوں کو بھی ایک ایک غلام دیا ہے؟ عرض کیا، نہیں۔ فرمایا تو میں اس ظلم کا شاہد نہیں بننا چاہتا [2]

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ

کہا	کہا			سے	اور

اور ابو ہریرہؓ سے (روایت ہے) انہوں نے کہا (کہ) رسول اللہ

[1] کنز العمال جلد ۸ [2] ترمذی ابواب الاحکام۔ مسلم کتاب الهبات۔ بخاری کتاب الهبہ بخاری میں الفاظ قدرے مختلف ہیں۔

Marfat.com

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ السَّاعِی

کوشش کرنے والا

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، محتاج

عَلَی الْاَرْمَلَۃِ وَالْمِسْکِیْنِ

پر محتاج بے شوہر عورت اور مسکین

بے شوہر عورت اور مسکین کے لئے سعی کرنے والا

کَالسَّاعِی فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَاَحْسِبُہٗ

مانند کوشش کرنیوالا میں راہ اور گمان کرتا ہوں اسے

اللہ کی راہ میں مجاہد کی طرح ہے اور میرا گمان ہے کہ

قَالَ کَالْقَائِمِ لَا یَفْتُرُ وَکَالصَّائِمِ

کہا مانند شب خیز نہیں وقفہ کرتا ہے اور مانند روزہ دار

آپ نے فرمایا وہ اس شب خیز کی طرح ہے جو ناغہ نہیں کرتا اور اس روزہ دار کی

لَا یُفْطِرُ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

نہیں کھولتا ہے۔

طرح ہے جو روزہ کھولتا نہیں متفق علیہ ہے۔

Marfat.com

اَرْمَلَۃ: وہ نادار اور مسکین عورت جس کا خاوند نہ ہو چاہے اس نے شادی ہی نہ کی ہو یا خاوند نے چھوڑ دیا ہو یا وہ مر گیا ہو۔

اَرْمَلَۃ: کا لفظ اِرْمَال سے ہے جس کے معنی ہیں مال کا ختم ہو جانا، محتاج ہو جانا اَرْمَلَۃ کی جمع اَرَامِل ہے۔

اَلسَّاعِیْ عَلَی الْاَرْمَلَۃِ وَالْمِسْکِیْنِ:

وہ شخص جو نادار بے شوہر عورت اور مسکین کی حاجت روائی کے لئے کوشاں رہتا ہے۔

اَحْسِبُہٗ: یہ قول حضرت ابوہریرہؓ کا ہے۔ یہاں انہیں الفاظ کی صحت کے بارے میں شک ہوا جس کا انہوں نے اظہار فرما دیا۔

قائم: ایک اور روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ یہاں قائم سے مراد قائمُ اللَّیل ہے یعنی رات کو اٹھ کر تہجّد پڑھنے والا۔ اس کے معنی ہوں گے: شب خیز، تہجد گزار۔

خدمتِ خلق

مفہوم | خدمتِ خلق سے مراد ہے اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر مدد اور معاونت کرنا قرآن کریم اور حدیث شریف میں اس کا قریب المعنی لفظ تعاون ہے۔ خدمتِ خلق کا دائرہ بہت وسیع ہے اس میں انسان و حیوان سب شامل ہیں۔

وسعت:

روحانی مدد: برائی سے بچانا اور نیک راہ پہ چلانا روحانی مدد ہے۔ روحانی خدمت بدنی اور مالی خدمت سے بھی بڑھ کر لازم ہے۔ ظالم کو ظلم سے روکنا

Marfat.com

اس کی روحانی مدد ہے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر فرض ہے۔

خدمتِ خلق کی تبلیغ

کسی شخص کے بس میں نہیں کہ وہ ساری دنیا کی خدمت کر سکے۔ اسی لئے خدمتِ خلق کا تقاضا ہے کہ پوری قوم میں تعاون کے لئے آمادگی ہو۔ اس مقصد کے لئے تبلیغ کی ضرورت ہے۔ جناب ہادیٔ برحق صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر انسان کسی مجبوری سے حاجت مند کی مدد نہ کر سکے تو اسے چاہیے کہ کسی اور شخص کو سفارش کر دے[1]۔ آپؐ کا فرمان ہے کہ اگر خود نیکی نہ کر سکو تو کسی اور ہی کو سفارش کر دو۔ یہ بھی نیکی ہے[2]۔

اہمیت دنیا میں وہی قوم کامرانی اور راحت سے ہم کنار ہو سکتی ہے جس کے افراد میں خدمتِ خلق کا جذبہ ہو۔ خدمتِ خلق کا جذبہ انسان سے بہت ایثار کا طالب ہوتا ہے۔ انسان اپنے آرام کو چھوڑ کر اور قیمتی وقت سے صرفِ نظر کر کے کسی کی خدمت میں مصروف ہو یہ بہت بڑی قربانی ہے۔ اس کی توقع اسی انسان سے ہو سکتی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے بہت عظیم اخلاق عطا کیا ہو۔ اس میں ایثار، بے نفسی، انکسار، مساوات، محنت کشی اور ہمدردی کے اوصاف ہوں۔ قرآن حکیم نے نیک لوگوں کا ایک وصف یہ بتایا ہے:

وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا ۝[3]

اس کا ترجمہ یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی محبت کے لئے مسکین، یتیم اور اسیر کو کھانا کھلاتے ہیں۔ اس کا ایک اور ترجمہ یہ ہے کہ حالانکہ ان کو کھانے کی خود بھی ضرورت

---

[1] بخاری کتاب الادب [2] بخاری کتاب الادب [3] پارہ ۲۹ ع ۱۹۔

اور خواہش ہوتی ہے لیکن وہ مسکین، یتیم اور اسیر کو کھانا کھلا دیتے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ خود بھوکے رہ جاتے ہیں۔

مسلمانوں کی زندگی راہِ خدا میں وقف ہے

مسلمان کی زندگی اللہ تعالیٰ کی راہ میں وقف ہونی چاہیے۔ اگر وہ اپنی زندگی کا ایک حصہ خلقِ خدا کی خدمت میں بسر نہیں کرتا تو بخیل ہے اور اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں مجرم۔ اگر کسی جگہ ایذا رساں چیز پڑی ہو تو اسے دور نہ کرنا گناہ ہے۔ کوئی کسی مشکل یا مصیبت میں ہو تو اس کی حاجت روائی سے جان بوجھ کر گریز کرنا عصیاں ہے۔ جنابِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ کسی آدمی کے پاس چٹیل میدان میں فالتو پانی ہو اور وہ مسافر کو نہ دے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس سے کلام نہ کرے گا، نہ اس پر رحم کی نظر ڈالے گا اور نہ اسے گناہوں سے پاک کرے گا۔[1]

اسلامی فقہ کا مسئلہ ہے کہ اگر چند اشخاص کے پاس پانی ہو اور ان کے قریب کوئی آدمی ان کے علم کے باوجود پیاسا مر جائے تو ان پر اس کی جان کی قیمت کا تاوان ڈالا جائے گا۔

جس طرح مال کی زکوٰۃ فرض ہے اسی طرح بدن کی زکوٰۃ بھی لازم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو صحیح بدن اور سالم و تنومند اعضاء دیئے ہوئے ہوں تو ان سے مخلوقِ خدا کی خدمت کے لئے بھی ضرور کچھ کام لے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو وقت کی بے اندازہ دولت عطا فرمائی ہے۔ چاہیے کہ اس وقت کی بھی زکوٰۃ نکالے

---

[1] ریاض الصالحین باب المنثورات حدیث نمبر ۲۸۔

Marfat.com

اس کا ایک حصہ خدمتِ خلق میں صرف کرے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے کہ ہر روز جب کہ سورج طلوع ہوتا ہے انسان کے ہر جوڑ پر صدقہ واجب ہو جاتا ہے، تو دو آدمیوں کے درمیان عدل سے فیصلہ کرنے تو یہ صدقہ ہے۔ تو کسی آدمی کی سواری میں مدد دے تو یہ صدقہ ہے تو اسے سواری پر بٹھائے یا اس پر اس کا سامان رکھے تو یہ صدقہ ہے۔ کلمۂ طیبہ صدقہ ہے، ہر قدم کے عوض جو تو نماز کے لیئے اٹھاتا ہے صدقہ ہے، اور تو ایذاء رساں چیز کو راستہ سے ہٹائے تو یہ بھی صدقہ ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خدمتِ خلق کی تاکید ایسے الفاظ میں کی ہے جن سے اس کی فضیلت ہزار چند ہو جاتی ہے۔ آپ کا فرمان ہے کہ مجھے رمضان بھر کے روزے رکھنے اور اس مہینے مسجد حرام میں بیٹھ کر اعتکاف کرنے سے یہ زیادہ عزیز ہے کہ اپنے بھائی کی بوقتِ ضرورت امداد کروں [1]

خدمت کے فیض میں سب مخلوق شریک ہے

خدمتِ خلق کا فیض اللہ تعالیٰ کی سب مخلوق کے لئے عام کیا جائے۔ اس سے مسلم وغیر مسلم، امیر وغریب اور انسان وحیوان جس کو ضرورت ہو مستفید کرنا چاہیے ہم اس موضوع پر مندرجہ ذیل عنوانوں کے تحت بحث کریں گے۔

(۱) اہلِ اسلام کی خدمت:

قرآن حکیم میں آیا ہے کہ مسلمان ایک دوسرے کے ولی ہوتے ہیں مراد یہ

---

[1] کنز العمال جلد دوم

Marfat.com

ہے کہ ان کے درمیان قلبی رفاقت ہوتی ہے۔ اس قلبی رفاقت کو نباہنا اور آپس میں تعاون رکھنا اور ایک دوسرے کے دکھ سکھ میں شریک رہنا ہر مسلمان کا طبعی خاصہ ہوتا ہے۔

مسلمانوں کا باہمی تعلق اعضائے بدن کا سا ہے اس لئے ہر مسلمان کا دوسرے مسلمان پر خدمت کا حق ہے۔ جو شخص یہ حق ادا نہیں کرتا وہ اللہ تعالیٰ کے آگے جواب دہ ہوگا۔

(ب) امیر و غریب کی خدمت

اسلام میں امیر و غریب کی کوئی فرق بندی نہیں۔ سب بھائی بھائی ہیں۔ امیر آدمی سے محض اس لئے بغض رکھنا حرام ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے مالدار کیا ہے۔ رہا غریب تو اسے محض غریبی کے سبب سے حقیر اور ناقابل التفات سمجھنا انسانیت سے بعید ہے۔

ایک حبشی عورت مسجد النبی میں جھاڑو دیا کرتی تھی۔ وہ چند روز نہ آئی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پوچھا تو معلوم ہوا کہ وفات پا چکی ہے۔ لوگوں نے اس کی موت کی خبر حضورؐ تک پہنچانے کے شایان نہیں سمجھی تھی۔ آپؐ نے فرمایا مجھے بتاؤ اس کی قبر کہاں ہے؟ آپؐ قبر پر تشریف لے گئے اور نماز پڑھی [1]

(ج) غیر مسلموں کی خدمت

ضرورت پڑنے پر غیر مسلم کی بھی مدد کرنی چاہیے۔ سورۂ توبہ میں آیا ہے کہ

---

[1] مسلم کتاب المساجد

Marfat.com

اگر کوئی غیر مسلم تمہارے پاس پناہ کا طالب ہو کر آئے تو اسے پناہ دو اور حفاظت کے ساتھ اس کے ٹھکانے پہنچا دو۔

(د) حیوانات کی خدمت

حیوانات کو مشکل یا مصیبت سے نکالنا بہت ثواب کا کام ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن یہ واقعہ بیان کیا کہ ایک شخص سفر پر تھا۔ رستہ میں پیاس لگی۔ اچانک ایک کنواں نظر آیا۔ اس میں اترا۔ پیاس بجھا کر اوپر آیا تو دیکھا کہ ایک کتا پیاس کے مارے کنوئیں کے کنارے کی نم آلود مٹی چاٹ رہا ہے مسافر کو ترس آیا۔ دوبارہ کنوئیں میں اترا۔ اس کے پاس برتن نہ تھا۔ اپنے موزے کو پانی سے بھرا اسے منہ میں تھام کر باہر آیا اور کتے کی پیاس بجھائی۔ اللہ تعالیٰ کو اس کا یہ عمل اس قدر پسند آیا کہ اس کی مغفرت کر دی۔ صحابہؓ نے یہ واقعہ سن کر پوچھا، حضورؐ کیا جانوروں کی خدمت کا بھی ثواب ملے گا۔ آپؐ نے فرمایا، ہر ذی روح چیز کی خدمت میں ثواب ہے۔ (ریاض الصالحین)

مستحقین کے مدارج:

ویسے تو ہر ضرورت مند مدد کا مستحق ہوتا ہے لیکن ان کے مدارج میں فرق ہے مثلاً ایک ہی وقت دو آدمیوں کی مدد کے درمیان فیصلہ کرنا لازم ہو تو متقی آدمی کو ترجیح دی جائے گی۔ اسی طرح بے کس لوگوں کے بعض طبقے ایسے ہیں جن کی بے کسی کے پیش نظر ان کو اوروں پر ترجیح حاصل ہے۔ ان میں بالخصوص یتیموں، بیواؤں اور معذوروں کا بہت خیال رکھنا چاہیے۔

ثمرات | خدمت خلق کے دینی اور دنیوی ہر دو لحاظ سے بے شمار فوائد

ہیں جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مندرجہ ذیل احادیث سے ثابت ہوتا ہے :

(۱) جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں مصروف رہتا ہے اللہ تعالیٰ بندے کا مددگار رہتا ہے۔ جس نے مسلمان سے تنگی دور کی اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس سے تنگی دور کرے گا۔ [۱]

(۲) اللہ تعالیٰ تمہیں صرف تمہارے ضعیف لوگوں کی مدد کے عوض ہی رزق دیتا ہے اور مدد کرتا ہے [۲]

(۳) جس نے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کا سامان تیار کیا وہ گویا جہاد میں شریک ہوا جس نے مجاہد کے بعد اس کے گھر والوں کی خبر گیری کی، اس نے جہاد کی شرکت پائی۔ [۳]

(۴) ایک دفعہ ایک شخص نے رستہ سے شاخ ہٹادی تو اللہ تعالیٰ نے اسے بخش دیا [۴]

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ جنت اس شخص کی سعی کی مشتاق رہتی ہے جو اپنے مومن بھائی کی حاجت روائی کرتا ہے۔

وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ

کہا	کہا			اور سے

اور سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے (روایت ہے) انہوں نے کہا (کہ) رسول اللہ

---

[۱] مسلم [۲] دلیل الفالحین باب الیقین [۳] ریاض الصالحین باب قضاء حوائج المسلمین
[۴] ریاض الصالحین باب فی التعاون ... الخ [۵] مسلم

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

أَنَا وَكَافِلُ الْيَتِيْمِ لَهٗ وَلِغَيْرِهٖ فِي

میں اور مربّی اپنا اسکا اور پرایا اس کا میں

میں اور یتیم کا مربّی، وہ اس کا اپنا ہو یا پرایا

الْجَنَّةِ هٰكَذَا وَأَشَارَ بِالسَّبَّابَةِ

جنت یوں اور اشارہ کیا ساتھ انگشت شہادت

جنت میں یوں ہوں گے اور آپؐ نے انگشت شہادت اور درمیانی

وَالْوُسْطٰى وَفَرَّجَ بَيْنَهُمَا شَيْئًا

اور درمیانہ انگلی اور کشادگی کی ان کے درمیان کچھ

سے اشارہ کیا اور ان دونوں کے درمیان کچھ کشادگی کی

رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔

لَہٗ وَلِغَیْرِہٖ: اس کا اپنا یا پرایا۔

Marfat.com

اپنا سے مراد ہے قریبی یعنی عورت کا اپنا یتیم بچہ یا کسی کا یتیم بھائی یا بھتیجا وغیرہ۔
پرایا سے مراد ہے وہ جو قریبی رشتہ دار نہیں۔
فَرَّجَ بَيْنَهُمَا شَيْئًا: دونوں انگلیوں کے درمیان کچھ جگہ چھوڑ دی۔
مراد یہ ہے کہ عین قرب نہ ہوگا لیکن وہ خاصے قریب ہو جائیں گے۔

وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ قَالَ

اور سے کہا

اور نعمان بن بشیر سے (روایت ہے) انہوں نے کہا (کہ)

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

کہا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

وَسَلَّمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ فِيْ تَرَاحُمِهِمْ

تو دیکھے گا بیچ باہمی رحم دلی انکی

تو مومنوں کو ان کی باہمی رحم دلی میں

وَتَوَادِّهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ كَمَثَلِ

اور باہمی محبت ان کی اور باہمی ارتباط ان کا مانند مثال

اور باہمی محبت میں اور باہمی مہر میں ایک بدن کی مثال دیکھے گا

الْجَسَدِ إِذَا اشْتَكَى عُضْوٌ تَدَاعَى

بدن جب بیمار ہوا عضو باہم دعوت دی

جب ایک عضو بیمار ہو (تو) سارا جسم

لَهُ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهَرِ

لئے اسکے سارا بدن ساتھ بے خوابی

اس کی خاطر بے خوابی اور بخار کی دعوت دیتا

وَالْحُمّٰى مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

اور بخار

ہے۔ متفق علیہ ہے

توادّ (باہمی محبت) اصل میں توادُد ہے۔

تراحُم ایک دوسرے پر رحم کرنا تعاطُف تعاون اور باہمی مہربانی۔ ارتباط

تداعی ایک دوسرے کو بلایا یعنی اعضاء نے ایک دوسرے کو بلایا یا دعوت دی۔

شرح:

مسلمانوں کی شخصیت میں جذبۂ ایمان کو مرکزی حیثیت حاصل ہے ظا[ہر]
ہے کہ جن افراد کے دلوں میں ایک سا ایمان ہو ان کی زندگی کا جذباتی مرکز
ایک ہوگا۔ ان کی مثال زندہ جسم کے مانند ہوگی جس کے اعضاء کا مرکزِ حیات ایک ہے
اصحابِ ایمان کا آپس میں وہی رشتہ ہے جو اعضائے بدن کا باہم

Marfat.com

ہوتا ہے ایک دوسرے کے دکھ سکھ کے شریک ہوتے ہیں۔ انسانی جسم میں سے اگر کسی عضو کو زخم آ جائے یا پھوڑا نکلے اور اس کے دکھ سے بخار آ جائے تو بخار صرف اسی عضو تک محدود نہیں رہتا بلکہ سارے بدن میں سرایت کر جاتا ہے سب اعضاء بے چین ہو جاتے ہیں۔

ایمان اور باہمی محبت لازم و ملزوم ہیں۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب تک تم ایمان نہ لاؤ گے جنت میں داخل نہ ہو گے اور جب تک تم میں باہمی محبت نہ ہو گی صاحب ایمان نہ ہو گے۔ جو مسلمان دوسرے مسلمان کے دکھ میں شریک نہیں ہوتا اور اسے رفع کرنے کی کوشش نہیں کرتا وہ ایک بہت بڑے اخلاقی فریضہ سے کوتاہی کرتا ہے۔

ایک دوسرے کی دستگیری مادی لحاظ سے ہی نہیں روحانی اعتبار سے بھی ہونی چاہیے۔ اگر کوئی مسلمان کسی گناہ کا عادی ہو جائے تو اس سے یہ عادت چھڑانی چاہیے۔ گناہ کی بیماری سب سے بڑھ کر خطرناک بیماری ہے اس کی بیخ کنی میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کرنا چاہیے۔

اُخُوَّت

قرآن حکیم کا ارشاد ہے اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ (مسلمان تو بھائی بھائی ہیں۔)

حجۃ الوداع کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لاکھ سے زائد صحابہؓ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

اے لوگو! میری بات سنو اور سمجھو۔ جان لو کہ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ سب اہلِ اسلام کی ایک برادری ہے۔ کسی

Marfat.com

شخص پر اس کے بھائی کا مال حلال نہیں جب تک وہ خود اپنی خوشی سے نہ دے۔ ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو۔ (طبری)

مسلمان باہمی مروّت مرحمت اور شفقت میں ایک جسد کے مانند ہیں۔ ایک عضو بیمار ہو تو کل جسم بے خواب اور بخار آلودہ ہو جاتا ہے۔

اسلامی اخوت کا رشتہ نا قابل شکست ہے جو کبھی ٹوٹ نہیں سکتا۔ اگر کوئی مسلمان اسے توڑ لینا چاہے تو وہ اسلام سے ہی کٹ جاتا ہے۔ مسلمان کو قطعاً روا نہیں کہ اپنی جماعت کو چھوڑ کر اغیار کے ساتھ قلبی روابط قائم رکھے صاحب ایمان شخص کی وفا اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صالح مومنین کے لیے وقف رہتی ہے۔ وہ ان سے پورا اخلاص رکھتا ہے۔

جذبۂ اخوت کی تقویت: ہر مسلمان کو لازم ہے کہ دیگر مسلمانوں کے ساتھ برادرانہ تعلقات بڑھاتا رہے مثلاً:

۱۔ کشادہ پیشانی سے ملے۔

۲۔ ملاقات کے وقت سلام کرے۔

۳۔ کوئی دعوت پر بلائے تو قبول کرے۔

۴۔ بیمار کی عیادت کرے۔

۵۔ وقتاً فوقتاً ملاقات کو جائے۔

نا اتفاقی کی ممانعت: جس قوم میں نا اتفاقی پیدا ہو جائے وہ ضعف کا شکار ہو جاتی ہے۔ قرآن حکیم کا فرمان ہے کہ آپس میں مت جھگڑو۔ ورنہ تم کمزور پڑ جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔ مسلمان کو برا کہنا فسق ہے اور اس سے جنگ روا جاننا کفر۔

Marfat.com

حدیث ہے کہ مسلمان کو روا نہیں کہ وہ آنکھ سے بھی ایسا اشارہ کرے جس سے کسی مسلمان کو رنج پہنچے (کیمیائے سعادت)

باہمی حقوق: (۱) مکمل خیر خواہی اور اعانت۔

ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان پر مختصراً یہ حق ہے کہ اس کا دل اور اس کی زبان اس کی خیر خواہ ہوں اور ضرورت پڑنے پر ہر جانی اور مالی ایثار کے لئے تیار ہو جائے۔ قرآن حکیم میں ارشاد ہے کہ اللہ تعالےٰ نے مومنین سے ان کی جانیں اور ان کے اموال جنت کے عوض خرید لیے ہیں۔ اس سے یہی مراد ہے کہ مومن کو اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کے بندوں کی خدمت کے لئے ہر وقت آمادہ رہنا چاہیے۔ اسلام بے شک اپنے پیروؤں سے یہ توقع رکھتا ہے کہ وہ سب نوع انسانی کی بھلائی کے لئے مستعد رہیں لیکن جو مقام اور خصوصیت اپنے مسلمان بھائیوں کے حقوق کی ہے اسے کوئی اور کیونکر پہنچ سکتا ہے۔

خیر خواہی صرف دنیوی معاملات تک ہی محدود نہیں ہو سکتی بلکہ اُخروی تیاری میں بھی مطلوب ہے۔ اسلام نیک بننے اور نیک بنانے کا حکم دیتا ہے۔ برائی کی روک تھام اور نیکی کی اشاعت ہو تو اس کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ جماعت کی خرابیاں اور کمزوریاں دور ہو جاتی ہیں۔ اور اس کی قوت بڑھتی ہے۔

اگر انسان اپنے ہاتھوں مدد کرنے سے قاصر ہو تو کسی اور کو ہی اس کی سفارش کر دے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ کوئی صدقہ صدقہ زبان سے افضل تر نہیں صحابہؓ نے عرض کیا، وہ کس طرح؟ آپ نے فرمایا، وہ کوشش جس سے کسی کی جان بچے یا کسی کو فائدہ پہنچے یا کسی کو تکلیف سے محفوظ رکھے (کیمیائے سعادت)

Marfat.com

زبانی مدد کا ایک طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے آگے مسلمان کی بھلائی کے لئے دعا کی جائے۔ چونکہ اس دعا میں خلوص ہوتا ہے اس لئے اس کو شرفِ باریابی حاصل ہو جاتا ہے۔ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ کوئی دعا اتنی سرعت سے قبول نہیں ہوتی جتنی کہ غائبانہ دُعا (ترمذی)

۲- ایثار یعنی اپنی ذات پر ترجیح

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک صحابی کو کسی نے بھنی ہوئی سری بھیجی۔ صحابی نے کہا، میرا فلاں بھائی زیادہ حاجت مند ہے، بہتر ہوگا اگر اس کو بھیج دی جائے جب اس کے پاس پہنچی تو اس نے آگے ایک اور مسلمان بھائی کو بھیج دی۔ اور اس طرح سری کئی ہاتھوں میں پھر کر پہلے مسلمان کے پاس آگئی (کیمیائے سعادت)

۳- مسلمان بھائی کے حق میں اچھا بولنا

اگر کسی مجلس میں دیکھے کہ کسی مسلمان کے خلاف ناحق تہمت تراشی ہو رہی ہے تو اس کا واجبی جواب دے۔ آبرو انسان کی سب چیزوں سے قیمتی متاع ہے مسلمان کی آبرو کو ناحق تیروں سے بچانے کی پوری کوشش کرنی چاہیے۔

۴- ہر حال میں جماعت سے وابستگی

سچے مسلمان کے دل میں یہ پختہ احساس ہوتا ہے کہ وہ جماعت کا ایک مستقل رکن ہے۔ اس کی زندگی جماعت کی زندگی سے جدا نہیں۔ وہ ملتِ اسلامیہ کے نفع و ضرر اور مسرت و الم میں برابر کا ساجھی ہے۔ اسے کسی وقت جماعت کی بہبود اور ترقی سے غافل نہیں رہنا چاہیے۔ اگر قوم وقتی طور پر زوال کی زد میں آبھی جائے تو اس سے مایوس ہو کر اوروں کی طرف راغب نہ ہو بلکہ اس کے متعلق

Marfat.com

کو سنوارنے کے لئے اپنی زندگی وقف کر دے۔
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ جو شخص اپنی جماعت سے بالشت بھر بھی جدا ہوا اور اسی حالت پر مر گیا تو اس نے جاہلیت کی موت یعنی کافروں کی سی موت پائی (بخاری)

وَعَنْهُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

اور ان[1] سے (روایت ہے انہوں نے کہا کہ) رسول اللہ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْمُؤْمِنُوْنَ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، سب مومن

كَرَجُلٍ وَّاحِدٍ اِنِ اشْتَكٰى عَيْنُهٗ

مانند آدمی ایک اگر بیمار ہو آنکھ اس کی

فرد واحد کی طرح ہیں اگر اس کی آنکھ بیمار ہو

اِشْتَكٰى كُلُّهٗ وَاِنِ اشْتَكٰى رَاْسُهٗ

بیمار ہوا سارا وہ اور اگر بیمار ہوا سر اس کا

تو سارا بیمار ہو جاتا ہے اور اگر اس کا سر بیمار ہو تو

[1] یعنی نعمان بن بشیر سے

Marfat.com

اِشْتَكٰى كُلُّهٗ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

بیمار ہوا سارا وہ

سارا بیمار ہوجاتا ہے اس کی روایت مسلم نے کی۔

شرح کے لئے سابقہ حدیث کی شرح دیکھی جائے۔

وَعَنْ اَبِيْ مُوْسٰى عَنِ النَّبِيِّ

اور ابی موسیٰ سے منجانب نبی کریم صلی اللہ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

کہا

علیہ وسلم (روایت ہے)۔ آپؐ نے فرمایا:

اَلْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ

مومن لئے مومن مانند عمارت

مومن مومن کے لئے گویا عمارت ہے

يَشُدُّ بَعْضُهٗ بَعْضًا ثُمَّ شَبَّكَ بَيْنَ

باندھتا ہے بعض اس کا بعض پھر جالی بنائی درمیان

جس کا ایک حصہ دوسرے کو باندھتا ہے اور آپؐ نے اپنی انگلیوں کی جالی

Marfat.com

اَصَابِعِہٖ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ

انگلیاں اس کی

بتائی متفق علیہ ہے۔

بُنْیَان: مصدر بمعنی مفعول ہے جیسے اردو میں تعمیر کا لفظ عمارت کے لئے آتا ہے

شَدَّ: باندھا، مضبوط کیا، یَشُدُّ باندھتا ہے۔ مضبوط کرتا ہے۔

بَعْض: حصہ

شَبَّكَ بَیْنَ اَصَابِعِہٖ: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں سے گزار کر انہیں جالی نما بنا کر یہ دکھایا کہ مسلمان جالی کے تاروں کی طرح آپس میں ایک دوسرے سے پیوستہ ہوتے ہیں۔

مفصّل شرح کے لئے اخوت کا عنوان دیکھا جائے

وَعَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ

اور ان سے ہے منجانب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ اِذَا اَتَاہُ

کہ جب آیا اس کے پاس

(روایت ہے) کہ جب آپ کے پاس کوئی سوالی

لہ ابو موسیٰ اشعری سے ۲ہ محاورہ میں اس سے مراد ہے: بات یہ ہے کہ

Marfat.com

اَلسَّائِلُ اَوْصَاحِبُ الْحَاجَۃِ

سوالی یا والا حاجت

یا حاجت مند آتا (تو)

قَالَ اِشْفَعُوْا فَلْتُوْجَرُوْا وَ یَقْضِی

کہا سفارش کرو اور تاکہ تم اجر پاؤ اور حکم دیتا ہے

فرماتے، سفارش کرو تاکہ تمہیں اجر ملے اور اللہ اپنے

اللّٰہُ عَلٰی لِسَانِ رَسُوْلِہٖ مَاشَآءَ

اللہ پر زبان رسول اس کا جو چاہا

رسولؐ کے زبانی جو چاہتا ہے حکم دیتا ہے

مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

متفق علیہ ہے

اِشْفَعُوْا: سفارش کرو

یہاں مراد نیکی کے کام میں سفارش ہے یعنی خدمتِ خلق کی تبلیغ ۔ کوئی حاجت مند آئے اور آدمی خود اس کی مدد نہ کرسکے تو دوسرے کو اس کی مدد پر آمادہ کرے

فَلْتُوْجَرُوْا: تاکہ تمہیں اجر ملے۔

مراد یہ ہے کہ دوسرے کو نیکی پر آمادہ کرنے کا تمہیں ثواب ملے گا۔

Marfat.com

وَيَقْضِي اللهُ عَلَى لِسَانِ رَسُولِهِ مَا شَاءَ: اور اللہ اپنے رسول ﷺ کے زبانی جو چاہتا ہے حکم دیتا ہے۔

مراد یہ ہے کہ اللہ نے رسول ﷺ کے زبانی سفارش کا ارشاد فرمادیا ہے تمہارے لئے اس پر عمل کرنا ضروری ہے۔ اگر کوئی شخص سفارش نہ ملنے تو بھی تم ثواب کے حق دار ہو جاتے ہو۔

مفصل شرح کے لیے اخوت کا عنوان دیکھا جائے۔

وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ

اور انس رضی اللہ عنہ سے (روایت ہے) انہوں نے کہا (کہ) رسول اللہ

اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا

أُنْصُرْ أَخَاكَ ظَالِمًا أَوْ مَظْلُومًا

مدد کر بھائی تیرا یا

اپنے بھائی کی مدد کر چاہیے وہ ظالم ہو یا مظلوم

فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللهِ

تو کہا آدمی

تو ایک آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ!

Marfat.com

أَنْصُرُهُ مَظْلُوْمًا فَكَيْفَ أَنْصُرُهُ

مدد کروں اس کی پر کیسے مدد کروں اس کی

میں اس کی مظلومی میں (تو) مدد کروں گا پر اُس کے ظلم کرنے میں کیونکر

ظَالِمًا قَالَ تَمْنَعُهُ مِنَ الظُّلْمِ

کہا تُو منع کرتا ہے اسے سے ظلم

مدد دوں۔ فرمایا، تُو منع کرتا ہے اس کو ظلم سے

فَذٰلِكَ نَصْرُكَ إِيَّاهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

تو وہ مدد تیری اس کی

تو وہ تیری اس کے لیئے مددگاری ہے۔ متفق علیہ ہے۔

جب کوئی شخص کسی پر ظلم کرے تو دونوں کو ضرر پہنچتا ہے مظلوم کو دنیوی اور ظالم کو روحانی۔ اس ظلم کو روکنا نہ صرف مظلوم کو بچاتا ہے بلکہ ظالم کی بھی روحانی مدد ہے۔

مفصل شرح کے لیئے اخوت کا عنوان دیکھا جائے۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ

کہ یقیناً

اور ابن عمرؓ سے (روایت ہے) کہ یقیناً رسول اللہ

Marfat.com

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

کہا

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهُ

مسلمان بھائی مسلمان نہیں ظلم کرتا ہے اس پر

مسلمان مسلمان کا بھائی ہوتا ہے نہ اس پر ظلم کرتا ہے

وَلَا يُسْلِمُهُ وَمَنْ كَانَ فِي حَاجَةِ

اور نہیں چھوڑ دیتا ہے اسے اور جو ہوا میں حاجت

اور نہ اس سے کنارہ کرتا ہے اور جو آدمی اپنے بھائی کی حاجت روائی

اَخِيْهِ كَانَ اللّٰهُ فِي حَاجَتِهِ وَمَنْ

بھائی اس کا ہوا میں حاجت اس کی اور جس نے

میں رہے اللہ اس کی حاجت روائی میں رہتا ہے۔ اور جس نے

فَرَّجَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً فَرَّجَ

کھول دیا سے مسلمان دکھ کھول دیا

کسی مسلمان سے ایک دکھ ہٹایا اللہ نے

Marfat.com

اللّٰهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرُبَاتِ

اس نے دکھ سے دکھ

اس نے روز قیامت کے دکھوں سے ایک دکھ

يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا

روز قیامت اور جس نے ڈھانپا

دور کر دیا اور جس نے کسی مسلمان پر پردہ ڈالا

سَتَرَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

ڈھانپا اسے روز

اللہ نے اس پر قیامت کے روز پردہ ڈالا

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

متفق علیہ ہے۔

أَسْلَمَ: یہاں اس کے معنی ہیں: حوالے کر دیا یعنی مشکل میں اس سے کنارہ کر لیا۔ اسے مصیبت یا دشمن یا ہلاکت کے حوالے کر دیا۔

فَرَجَ یا فَرَّجَ: دور کر دیا، ہٹا دیا۔

کُرُبات جمع ہے کُرْبَة کی۔

Marfat.com

وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ

اور سے کہا کہا

اور ابوہریرہؓ سے (روایت ہے) انہوں نے کہا (کہ)

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ لَا یَظْلِمُہٗ

مسلمان بھائی مسلمان نہیں ظلم کرتا ہے اس پر

مسلمان مسلمان کا بھائی ہوتا ہے۔ نہ وہ اس پر ظلم کرتا

وَلَا یَخْذُلُہٗ وَلَا یَحْقِرُہٗ اَلتَّقْوٰی

اور نہ چھوڑ دیتا ہے اسے اور نہ حقیر جانتا ہے اسے تقویٰ

اور نہ اس کا ساتھ چھوڑتا ہے اور نہ اسے حقیر جانتا ہے تقویٰ یہاں

ھٰہُنَا وَیُشِیْرُ اِلٰی صَدْرِہٖ ثَلَاثَ

یہاں اور اشارہ کرتا ہے طرف سینہ اس کا تین

ہے۔ اور آپؐ نے اپنے سینہ کی طرف تین بار اشارہ

Marfat.com

بِحَسْبِ امْرِئٍ مِّنَ الشَّرِّ

باز | کافی | آدمی | سے | شر

کرتے ہوئے فرمایا، آدمی کو یہی شر کافی ہے

اَنْ يَّحْقِرَ اَخَاهُ الْمُسْلِمَ كُلُّ

کہ | حقیر جانے | بھائی اس کا | مسلمان | ہر

کہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر جانے

مسلمان

الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ

مسلمان | پر | مسلمان | حرام ہے

پر حرام ہے ہر مسلمان

دَمُهٗ وَمَالُهٗ وَعِرْضُهٗ رَوَاهُ

خون اس کا | اور | مال اس کا | اور | عزت اس کی

کا خون اور اس کا مال اور اس کی عزت اس کی روایت

مُسْلِمٌ

مسلم نے کی ہے۔

مفصل شرح کے لئے اخوت کا عنوان دیکھا جائے

Marfat.com

وَعَنْ عِيَاضِ بْنِ حِمَارٍ قَالَ

اور سے کہا

اور عیاض بن حمارؓ سے روایت ہے انہوں نے کہا (کہ)

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

کہا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

وَسَلَّمَ اَهْلُ الْجَنَّةِ ثَلٰثَةٌ

باشندے تین

جنت والے تین (گروہ) ہوں گے

ذُوْ سُلْطَانٍ مُّقْسِطٌ مُّتَصَدِّقٌ

والا سلطنت منصف مخیر

عادل، مخیر اور توفیق یافتہ

مُوَفَّقٌ وَّرَجُلٌ رَحِيْمٌ رَقِيْقٌ

جس کو توفیق دی گئی اور آدمی رحم کرنے والا نرم

سلطان اور وہ آدمی جو ہر رشتہ دار اور مسلمان کے لئے

اَلْقَلْبِ لِكُلِّ ذِي قُرْبٰى وَّمُسْلِمٍ

دل لیے ہر رشتہ دار اور مسلمان

ترس کھانے والا (اور) نرم دل ہے

وَعَفِيْفٌ مُّتَعَفِّفٌ ذُوْ عِيَالٍ وَّ

اور پاک دامن خود دار والا کنبہ اور

اور کنبے والا جو پاکدامن اور خود دار ہے اور

اَهْلُ النَّارِ خَمْسَةٌ اَلضَّعِيْفُ الَّذِيْ

باشندے آگ پانچ کمزور طبع جو

آگ والے پانچ (گروہ) ہوں گے بہت آدمی جن کو

لَا زَبْرَ لَهُ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْكُمْ تَبَعًا

نہیں عقل اس کی جو وہ تم میں ہی حضوری

عقل نہیں (یعنی) جو تم میں حاشیہ بردار ہوتے ہیں

لَا يَبْغُوْنَ اَهْلًا وَّلَا مَالًا وَّالْخَائِنُ

نہیں چاہتے کنبہ اور نہ مال اور خیانت کار

نہ کنبہ اور نہ مال[1] چاہتے ہیں اور جو خیانت کار

[1] یعنی اپنی کمائی کا

Marfat.com

الَّذِیْ لَا یَخْفٰی لَہٗ طَمَعٌ وَ اِنْ

جو نہیں مخفی رہتا اس کو طمع کی چیز اور چاہے

طمع کی چیز کتنی ہی چھوٹی ہو اس سے پوشیدہ نہیں رہتی

دَقَّ اِلَّا خَانَہٗ وَ رَجُلٌ لَا یُصْبِحُ

دقیق ہوا مگر خیانت کی اس کی اور آدمی نہیں صبح کرتا ہے

اور وہ اس میں خیانت کرتا ہے اور وہ شخص جو صبح ہو

وَلَا یُمْسِیْ اِلَّا وَھُوَ یُخَادِعُکَ عَنْ

اور نہیں شام کرتا ہے مگر جبکہ وہ مکر کرتا ہے تجھ سے بابت

یا شام تجھ سے تیرے کنبہ اور مال کی بابت

اَھْلِکَ وَمَالِکَ وَذَکَرَ الْبُخْلَ وَ

کنبہ تیرا اور مال تیرا اور اور

مکر کرتا ہے اور آپ نے بخل اور

الْکَذِبَ وَالشِّنْظِیْرُ الْفَحَّاشُ

جھوٹ اور بد طینت بد تمیز

جھوٹ اور بد تمیز و بد طینت شخص کا ذکر کیا

Marfat.com

رَوَاهُ مُسْلِمٌ

اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

مُوَفَّق: جسے توفیق دی گئی ہے یعنی نیکی کی۔ وہ طبعًا نیکی کی طرف مائل رہتا ہے

ضَعِیف: یہاں مراد ہے ضعیف طبع۔ سست فطرت، سست نہاد بے ہمت۔

تَبَع: جمع ہے تابع کی۔ تابع کے معنی ہیں پیروی کرنے والا۔ یہاں مراد ہے اندھا دھند پیروی کرنے والا، ہاں میں ہاں ملانے والا، دوسروں کی عقل کا غلام جی حضوری، حاشیہ بردار۔

اَلَّذِین هُمْ... ... مالًا: مراد یہ ہے کہ ایسے کمزور طبع اور بے ہمت لوگ جن کو کوئی عقل نہیں ہوتی یعنی ان کا دماغ فکر و اندیشہ سے خالی ہوتا ہے۔ امراء اور متمول لوگوں کے حاشیہ نشین اور کاسہ لیس رہتے ہیں وہ ان کی ہاں میں ہاں ملاتے ہیں۔ نکھٹو ہوتے ہیں۔ ان کی زندگی کا نصب العین صرف یہ ہوتا ہے کہ ادھر ادھر سے مانگ کر کھا پی لیں اور بے فکر رہیں۔ گھر آباد نہیں کرتے اور نہ اپنی کمائی کا مال چاہتے ہیں۔

طَمَع: وہ چیز جس کی خواہش یا طمع کی جائے۔ اس کی جمع اَطْماع ہے۔

دوزخیوں کے پانچ گروہ:

حدیث میں پہلے تین گروہ الگ الگ بیان ہیں لیکن آگے راوی کے حافظہ اس کا پورا ساتھ نہیں دیا اور باقی دو گروہوں کو علیحدہ علیحدہ بیان نہیں کر سکا

Marfat.com

صرف اتنا بتادیا کہ ان میں بخیل کاذب اور بدتمیز و بدطینت لوگ شامل ہیں۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

اور سے کہا کہا

اور انس رضؓ سے (روایت ہے) ۔ انھوں نے کہا (کہ) رسول اللہ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِیْ

قسم جو

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، قسم اس کی

نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَا يُؤْمِنُ عَبْدٌ

جان میری میں ہاتھ اسکا نہیں ایمان لاتا ہے بندہ

جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کوئی بندہ اس وقت تک کامل ایمان

حَتّٰى يُحِبَّ لِاَخِيْهِ مَا يُحِبُّ

حتی کہ وہ چاہے لئے بھائی اس کا جو چاہتا ہے

والا نہیں ہوتا جب تک اپنے بھائی کے لئے بھی وہ (بھلائی) نہ چاہے جو اپنے

لِنَفْسِهٖ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

لئے جان اس کی

لئے چاہتا ہے متفق علیہ ہے۔

(شرح کے لئے اخوت کا عنوان دیکھئے)

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ

اور سے

اور ابو ہریرہؓ سے (روایت ہے) انہوں نے کہا کہ

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

وَاللّٰهِ لَا یُؤْمِنُ وَاللّٰهِ لَا یُؤْمِنُ

قسم اللہ کی نہیں ایمان لاتا ہے قسم اللہ کی نہیں ایمان لاتا ہے

اللہ کی قسم، وہ ایمان نہیں رکھتا۔ اللہ کی قسم، وہ ایمان نہیں رکھتا

وَاللّٰهِ لَا یُؤْمِنُ قِیْلَ مَنْ یَا رَسُوْلَ

قسم اللہ کی نہیں ایمان لاتا ہے کہا گیا کون

اللہ کی قسم، وہ ایمان نہیں رکھتا۔ عرض کیا گیا، یا رسول اللہ!

اللّٰهِ قَالَ الَّذِیْ لَا یَاْمَنُ جَارُهٗ

کہا جو نہیں امن پاتا ہے پڑوسی اس کا

کون؟ فرمایا، جس کا پڑوسی اس کی کارستانیوں سے

Marfat.com

بَوَائِقَہٗ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

کارستانیاں اس کی

چین نہیں پاتا متفق علیہ ہے۔

بَوَائِق: جمع ہے بائقہ کی جس کے معنی ہیں: کارستانی۔ کرتوت بد تماشی
اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ ہمسایہ کو آرام پہنچانا واجب ہے اور اسے دکھ دینا حرام ہے
شرح کے لئے آگے کی دو حدیثوں کے بعد ہمسایہ کا عنوان دیکھئے۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ

اور سے ... کہا کہا

اور انس رض سے (روایت ہے) - انھوں نے کہا (کہ) رسول اللہ

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا

نہیں

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ

یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ مَنْ لَّا یَاْمَنُ

داخل ہوگا نہیں جو امن پاتا ہے

جنت میں نہیں جائے گا جس کا پڑوسی اس کی کارستانیوں

Marfat.com

جَارُهُ بَوَائِقَهُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

پڑوسی اس کا کارستانیاں اس کی

سے چین نہیں پاتا اس کی روایت مسلم نے کی ہے

شرح کے لئے آئندہ حدیث کے بعد ہمسایہ کا عنوان دیکھئے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ وَابْنِ عُمَرَ

اور سے عائشہ رض اور

اور عائشہ رض سے اور ابن عمر رض سے

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

سے

منجانب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (روایت ہے)

قَالَ مَا زَالَ جِبْرِيْلُ يُوْصِيْنِيْ

کہا رہا تلقین کرتا ہے مجھے

جبریل مجھے پڑوسی کے بارے میں تلقین کرتا رہا

بِالْجَارِ حَتّٰى ظَنَنْتُ أَنَّهُ

ساتھ پڑوسی گمان کیا میں نے کہ یقیناً وہ

یہاں تک کہ مجھے گمان ہوا کہ وہ اسے

Marfat.com

سَیُوَرِّثُہٗ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ -

جلد وارث ٹھہرائے گا اسے	
وراثت دلائے گا	متفق علیہ ہے۔

وَرِثَ: وارث ہوا وَرَّثَ وارث کیا یُوَرِّثُ وارث ٹھہرائے گا۔

شرح کے لیے ہمسایہ کا عنوان دیکھیئے۔

ہمسایہ

ہمسائیگی کی حد اپنے مکان سے چاروں طرف چالیس گھر تک ہے (جمع الفوائد) سورۃ النساء سے معلوم ہوتا ہے کہ اس دائرہ میں خویش و بے گانہ اور مسلم و غیر مسلم سب شامل ہیں۔

ہمسائیگی کے مدارج میں اقربیت کے لحاظ سے فرق ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ کافر ہمسایہ کا ایک حق، مسلمان کے دو اور قرابتدار کے تین ہیں (کیمیائے سعادت) اگر یہ تفریق نہ ہو تو پھر جس کا گھر جتنا قریب تر ہو گا اس کا حق اسی قدر زیادہ ہو گا۔

پڑوس کی اہمیت اخلاقی نقطہ نگاہ ہی سے نہیں بلکہ معاشرتی ضروریات کے نقطہ نگاہ سے بھی واضح ہوتی ہے۔ ہمسایہ کے ساتھ ہمدردانہ راہ و رسم ناگزیر ہے۔ وہ ہر وقت کا شریک رنج و راحت ہوتا ہے اور اگر بالفرض ایسا نہ ہو تو عین ممکن ہے کہ کسی وقت شر یا مصیبت کا باعث بن جائے۔ نفع یا ضرر ان دونوں میں سے کسی ایک چیز کا احتمال ہمسایہ سے ہو سکتا ہے۔ اس لئے اس کے ساتھ ایسے روابط برپا

Marfat.com

سکھے جائیں کہ ضرر کا سدباب ہو اور نفع بہم پہنچ سکے۔ عقل مندی کا تقاضا یہ ہے کہ پڑوس کے تخریبی پہلو سے بچ کر اس کے تعمیری پہلو سے فائدہ اٹھایا جائے۔

حقوق (۱) سرسری جائزہ

پڑوسی کے حقوق اس قدر گوناگوں ہیں کہ ان کے بجالانے کے لیے بہت صبر و حوصلہ اور استقامت کی ضرورت ہے۔ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تمہیں کیا معلوم ہمسایہ کا کیا حق ہے۔ خدا کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے ہمسایہ کے حقوق ادا کرنے کی توفیق اسے ہی نصیب ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت جس کے شامل حال ہو (بخاری) حضورؐ کی مراد یہ ہے کہ اس گراں بار فریضہ کو اٹھانا آسان نہیں۔ آدمی اس سے جبھی عہدہ برآ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مدد حاصل ہو۔

جو شخص اپنے پڑوسی کا حق ادا نہیں کرتا اگلے جہان میں اس کا پڑوسی اللہ تعالیٰ کے دربار میں اس سے انصاف چاہے گا۔ حدیث ہے کہ قیامت کے روز سب سے پہلے جن کا مقدمہ پیش ہوگا وہ دو ہمسایے ہوں گے۔ ارشاد نبوی ہے کہ قیامت کے دن کتنے ہی پڑوسی اپنے پڑوسیوں کے گلے پڑیں گے اور کہیں گے کہ انہوں نے ہم پر بھلائی کا دروازہ بند کر دیا تھا (بخاری)

جناب ہادیِ برحق صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث میں پڑوسی کے مختصراً مندرجہ ذیل حقوق گنائے ہیں:

تمہاری مدد کا محتاج ہو تو مدد کرو۔
قرض کا حاجت مند ہو تو قرض دو۔
بیمار ہو تو تیمارداری کرو۔

Marfat.com

مر جائے تو جنازہ کے ہمراہ جاؤ
اس کے رنج وغم کے شریک ہو
مکان کی دیوار اتنی بلند نہ کرو کہ اسے رکاوٹ ہو۔
میوہ خرید و اور استطاعت ہو تو اسے بھی بھیجو۔ نہ بھیج سکو تو پوشیدہ رکھو۔
تمہارے بچے میوہ لے کر باہر نہ نکلنے پائیں تاکہ اس کے لڑکے رنجیدہ نہ ہوں۔
اپنے باورچی خانہ کے دھوئیں کی اسے تکلیف نہ دو۔ ورنہ اسے کھانا بھیجو۔
(کیمیائے سعادت)

(ب) تجزیہ

مندرجہ بالا حقوق کی فہرست کو نگاہ میں رکھا جائے اور ان کے علاوہ قرآن و حدیث پر وسیع نظر ڈالی جائے تو پڑوسی کے حقوق کو ذیل کے عنوانوں کے تحت تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

۱۔ مجلسی ادارے

محلہ داری کے مجلسی اجتماع کی بنیاد نماز ہے۔ ہر شخص پر واجب ہے کہ وہ محلہ کی مسجد میں باجماعت نماز ادا کرے۔ بغیر عذر کے گھر میں بیٹھ کر نماز پڑھنے کی اجازت نہیں۔ مسجد کی جماعتی نماز کا ایک فائدہ یہ ہے کہ محلہ یا پڑوس کے سب مسلمانوں کو دن میں پانچ بار اکھٹے ہونے کا موقع ملتا ہے۔ ایک دوسرے کے احوال و کوائف اور مجلسی اور انفرادی ضروریات سے باخبر ہوتے ہیں تاکہ مل جل کر ایک دوسرے کی تکالیف رفع کر سکیں، معاشرہ کو مضبوط کریں اور جماعتی طور پر منزل ترقی کی طرف گامزن ہوں۔

Marfat.com

مجلسی اجتماعات کو مسجد تک ہی محدود نہیں کیا جا سکتا۔ محلہ میں ایسے ادارے قائم کیے جائیں جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کریں اور رفاہی کاموں کا بیڑا اٹھائیں۔

جس طرح گھر کی تنظیم ضروری ہے اسی طرح محلہ کی تنظیم بھی لازم ہے ورنہ ایک دوسرے کی تعمیری صلاحیتوں سے پورا فائدہ نہیں اٹھایا جا سکتا۔

(۲) تحائف اور دعوتیں

محلہ داری کا دوسرا اہم فریضہ یہ ہے کہ ایک دوسرے کی وقتاً فوقتاً دعوت کی جائے اور تحائف بھیجے جائیں۔ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے تحائف کے باہمی تبادل کو محبت کا ذریعہ قرار دیا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ جناب ابوذر رضؓ سے فرمایا کہ جب تو کچھ پکائے تو شوربہ زیادہ بنا اور اس میں سے کچھ اپنے پڑوسیوں کو بھیج (مسلم) آپؐ نے ایک دفعہ مسلمان عورتوں سے خطاب کرکے فرمایا کہ کوئی ہمسائی اپنی ہمسائی کے لیے کوئی ہدیہ حقیر نہ جانے چاہے یہ بکری کا کھر ہی ہو (بخاری) مراد یہ ہے کہ حسب توفیق گھر میں جو میسر آئے پڑوسن کی خاطر داری کرو۔

(۳) تعاون اور ایثار

محتاج اور دکھی ہمسایہ کی امداد نہایت ضروری ہے۔ اس سے گریز کرنا منافقانہ حرکت ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس شخص نے بھرے ہوئے پیٹ کے ساتھ وفات پائی اور اس وقت اس کا پڑوسی بھوکا تھا تو سمجھو وہ مجھ پر ایمان نہیں لایا (جمع الفوائد)

پڑوسی کی دستگیری سے کسی وقت دریغ نہ کیا جائے چاہے خود نقصان کا سامنا کیوں نہ کرنا پڑے۔ اس عظیم ذمہ داری کے بجا لانے میں نہایت فراخدلی بلند حوصلگی اور ایثار کی ضرورت ہوتی ہے۔

(۴) پڑوسی کو ضرر نہ دینا

پڑوسی کی دل داری کی اسلام میں بہت تاکید ہے۔ ہر ہمسایہ کی یہ کوشش ہوتی چاہیئے کہ اس کے ہمسایہ کو دور کے قرینہ سے بھی ناراضی کا موقع نہ ملے۔ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس نے ہمسایہ کے کتے کو پتھر مارا اس نے ہمسایہ کو دکھ دیا (کیمیائے سعادت)

ایمان کا تقاضا ہے کہ پڑوسی کی ایذا دہی سے پرہیز کی جائے تاجدار انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو آدمی اللہ تعالیٰ پر اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے پڑوسی کو دکھ نہ دے (بخاری)

پڑوسی کو ضرر دینا اس قدر گھنیا نہ اور انسانیت سوز حرکت ہے کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ بتائی ہے کہ لوگ اپنے پڑوسیوں کو قتل کریں گے (ادب المفرد)

ہمسایہ کی ایذا دہی کی اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت کڑی سزا ہے۔ حدیث شریف ہے کہ چوری حرام ہے مگر دس گھروں کی چوری سے بڑھ کر ہمسایہ کے گھر کی چوری ہے (بخاری)

(۵) پڑوسی کے ضرر پر صبر کرنا:

اسلام پڑوسی پر ستم کرنے ہی سے نہیں روکتا بلکہ حکم دیتا ہے کہ اگر اس سے

Marfat.com

تکلیف پہنچے تو صبر و تحمل سے کام لو اور حتی الوسع درگزر کرو۔ آغازِ اسلام میں جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے کافر پڑوسی آپؐ کو اس حد تک دق کرتے کہ آپؐ کے گھر جا کر ہنڈیا میں گندگی ڈال دیتے۔ آپؐ اتنا کہہ کر چپ رہ جاتے "اے بنو عبد مناف! یہ کیسا پڑوس ہے" (ابن اثیر)

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ

اور سے

اور عبداللہ بن مسعودؓ سے (روایت ہے)۔ انہوں نے کہا (کہ) رسول

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كُنْتُمْ

جب تم ہوے

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم تین

ثَلٰثَةً فَلَا يَتَنَاجٰى اثْنَانِ دُوْنَ الْاٰخَرِ

تین تو نہ سرگوشی کریں دو الگ آخری

ہو تو دو تیسرے سے الگ سرگوشی نہ کریں

حَتّٰى تَخْتَلِطُوْا بِالنَّاسِ مِنْ اَجْلِ اَنْ

تم مل جاؤ ساتھ لوگ اس لیے کہ

حتیٰ کہ لوگوں میں مل جاؤ اس لیے (کہ) (یہ بات) اسے

يُحْزِنُهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

رنجیدہ کریگا اسے۔

رنجیدہ کرے گی۔ متفق علیہ

تناجیٰ: باہم سرگوشی کی۔
دُوْنَ: الگ

حَزَنَ یا اَحْزَنَ رنجیدہ کیا حَزَنَ سے مضارع یَحْزُنُ اور اَحْزَنَ سے یُحْزِنُ ہے۔

شرح:

حدیث شریف میں ہے کہ اَلْمَجَالِسُ بِالْاَمَانَۃِ

باھمی اعتماد کی حفاظت: یعنی مجلسوں کا قیام اعتماد کے سہارے ہوتا ہے۔ اگر اہل مجلس میں سے کوئی شخص ایسی بات کہے یا حرکت کرے جس سے مترشح ہو کہ وہ دوسروں کو قابل اعتماد نہیں سمجھتا تو انہیں رنج ہوگا اور مجلس کی بنیاد کمزور پڑ جائے گی۔ اس کی ایک نہایت ہی مکروہ صورت یہ ہے کہ کسی جگہ فقط تین ہی ساتھی ہوں اور ان میں سے دو ساتھی الگ ہو کر آپس میں سرگوشی کرنے لگیں تو تیسرے آدمی کے دل میں گمان پیدا ہوگا کہ جو یگانگت ان کے درمیان ہے میں اس سے محروم ہوں، وہ مجھے قابل اعتماد نہیں سمجھتے۔ بلکہ عین ممکن ہے وہ خیال کر بیٹھے کہ یہ سرگوشی میرے ہی خلاف ہے۔ اسے دکھ پہنچے گا اور اس کے دل میں کانٹا سا گڑ جائے گا۔ اسے اپنے ان ساتھیوں پر دوستی، ہم نشینی یا ہم سفری کا جو بھروسا تھا اسے ٹھیس پہنچے گی۔ بدگمانی پیدا ہوگی اور اعتماد رخصت ہو جائے گا۔

یہ بدمزگی اسی صورت میں پیدا ہوتی ہے کہ ساتھیوں کی کل تعداد تین ہو۔ اگر وہ

Marfat.com

تین سے زائد ہوں اور دو آدمی الگ سرگوشی کریں تو باقیوں کو رنجش نہیں ہوگی۔ اس لئے آدمیوں کی کثرت کی صورت میں چند افراد کا الگ سرگوشی کرنا باعث حرج نہیں ہوتا۔ حدیث میں حَتّٰی تَخْتَلِطُوْا بِالنَّاسِ سے یہی مراد ہے۔

وَعَنْ تَمِيْمِ الدَّارِيِّ اَنَّ النَّبِيَّ

کہ یقیناً

اور تمیم داری سے (روایت ہے) کہ نبی کریم صلی اللہ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

کہا

علیہ وسلم نے تین بار فرمایا

اَلدِّيْنُ النَّصِيْحَةُ ثَلٰثًا قُلْنَا

دین خلوص تین بار کہا ہم نے

دین خلوص ہے ہم نے پوچھا

لِمَنْ قَالَ لِلّٰهِ وَلِكِتَابِهٖ وَلِرَسُوْلِهٖ

لئے کس کے کہا لئے اللہ اور لئے کتاب اس کی اور لئے رسول اس

کس کے لئے؟ فرمایا، اللہ کے لئے اور اس کی کتاب کے لئے اور اس کے رسول کے

Marfat.com

وَلِاَئِمَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ وَعَامَّتِهِمْ

اور لئے رہنما اور عوام ان کے

اور مسلمانوں کے رہنماؤں کے لئے اور ان کے عوام کے لئے

رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

نصیحۃ: خلوص۔ عربی میں خالص شہد کو ناصح کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے خلوص یہ ہے کہ آدمی کا اعتقاد صحیح ہو اور بغیر کسی ریاء و نمائش کے عبادت کرے اللہ کی کتاب سے خلوص یہ ہے کہ اس کا پابند رہے۔ رسول اللہ سے خلوص یہ ہے کہ دل وجان سے آپ کا شیدا ہو اور آپ کی سنت کی پیروی کرے۔ مفصل شرح کے لئے اخوت کا عنوان دیکھا جائے۔

وَعَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ

کہا

اور جریر بن عبداللہ سے روایت ہے انہوں نے کہا

بَايَعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

بیعت کی میں نے

(کہ) میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى اِقَامِ الصَّلٰوةِ

پر قائم کرنا نماز

کی بیعت کی نماز قائم کرنے پر

وَاِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ وَالنُّصْحِ لِكُلِّ

اور ادا کرنا اور خلوص لئے ہر

اور زکوٰۃ دینے پر اور ہر مسلمان کے لئے

مُسْلِمٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

مسلمان

خلوص پر متفق علیہ ہے

اٰتٰی دیا۔ ادا کیا اِیْتَاء دینا۔ ادا کرنا

اِقَام: مصدر ہے۔ اس کے معنی ہیں قائم کرنا۔

شرح کے لئے اخوت کا عنوان دیکھا جائے

اَلْفَصْلُ الثَّانِي

ابوہریرہؓ سے (روایت ہے) انہوں نے کہا کہ میں نے ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو صادق ہیں اور جنکا صدق مسلّم ہے فرماتے سنا کہ) رحم صرف بدبخت سے ہی نکالا جاتا ہے۔ اس کی روایت احمد اور ترمذی نے کی ہے۔

اور عبداللہ بن عمروؓ سے (روایت ہے) انہوں نے کہا کہ) رسول اللہ صلی اللہ

Marfat.com

علیہ وسلم نے فرمایا، رحم کرنے والوں پر رحمان رحم کرتا ہے۔ زمین والوں پر رحم کرو، تم پر آسمان والا رحم کرے گا۔ اس کی روایت ابوداؤد اور ترمذی نے کی ہے اور ابن عباس رضؓ سے (روایت ہے)۔ انہوں نے کہا (کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، وہ ہم میں سے نہیں جو چھوٹے پر رحم نہیں کرتا اور بڑے کی عزت نہیں کرتا اور نیکی کی تلقین نہیں کرتا اور برائی سے نہیں روکتا۔ اس کی روایت ترمذی نے کی اور کہا کہ غریب حدیث ہے۔

اور انس رضؓ سے (روایت ہے)۔ انہوں نے کہا (کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب بھی کوئی جوان کسی بوڑھے کی عمر کی خاطر اس کی عزت کرتا ہے تو اللہ اس کی عمر رسیدگی میں اس کی عزت کرنے والا مقرر کر دیتا ہے۔ اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

اور ابوموسیٰ رضؓ سے (روایت ہے)۔ انہوں نے کہا (کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان بوڑھے اور ایسے حامل[1] قرآن کی تعظیم جو غلو نہیں کرتا اور نہ اس سے بے نیاز ہو جاتا ہے اور عادل سلطان کی تعظیم کرنا اللہ تعالیٰ کی تعظیم میں سے ہے۔ اس کی روایت ابوداؤد نے کی اور بیہقی نے شعب الایمان میں۔

اور ابوہریرہ رضؓ سے (روایت ہے) انہوں نے کہا (کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مسلمانوں کے گھرانوں میں بہترین گھرانا وہ ہے جس میں کوئی یتیم ہو اور اس سے اچھا سلوک کیا جاتا ہو اور مسلمانوں کے گھرانوں میں بدترین گھرانا وہ ہے جس میں کوئی یتیم ہو اور اس سے بدسلوکی ہوتی ہو۔ اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے

ابوامامہ رضؓ سے (روایت ہے)۔ انہوں نے کہا (کہ) رسول اللہ صلی اللہ

---

[1] قرآن کا حافظ یا عالم

علیہ وسلم نے فرمایا جس نے محض اللہ کی خاطر کسی یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرا تو ہر اس بال کے عوض جس پر اس کا ہاتھ پھرتا ہے اسے نیکیاں ملتی ہیں۔ اور جس نے کسی یتیم بچی یا بچے سے حسن سلوک کیا جو اس کے ہاں رہتا ہے تو میں اور وہ جنت میں یوں ہوں گے اور آپ نے اپنی دو انگلیوں کو ملایا۔ اس کی روایت احمدؒ نے کی اور ترمذیؒ نے اور کہا یہ حدیث غریب ہے۔

اور ابن عباسؓ سے (روایت ہے) انہوں نے کہا (کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے کسی یتیم کو اپنے کھانے پینے میں ساتھ رکھا تو اللہ نے اس کے لئے جنت لازم ٹھہرا دی سوائے اس کے کہ کوئی ایسا گناہ کرے جس کی بخشش نہ ہو سکے۔ اور جس نے تین بیٹیوں یا ان کی طرح تین بہنوں کی پرورش کی اور انہیں سلیقہ سکھایا اور ان پر ترس کھایا یہاں تک کہ اللہ نے انہیں بے نیاز کر دیا تو اللہ نے اس کے لئے جنت لازم ٹھہرا دی۔ اس پر ایک آدمی نے عرض کیا، یا رسول اللہ! اور دو ہوں تو؟ فرمایا، اور (چاہے) دو (ہوں) یہاں تک کہ لوگوں نے عرض کیا، اور ایک؟ فرمایا، ایک۔ اور جس کے دو کریم عضو اللہ نے زائل کر دیے اس کے لئے بھی جنت لازم ٹھہری۔ کہا گیا، یا رسول اللہ! اس کے دو کریم عضو کیا ہیں؟ فرمایا، اس کی دو آنکھیں اس کی روایت شرح السنۃ میں کی۔

اور جابر بن سمرہؓ سے (روایت ہے) انہوں نے کہا (کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، آدمی اپنی اولاد کو اچھا سلیقہ سکھائے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ ایک صاع صدقہ دے۔ اس کی روایت ترمذی نے کی اور کہا یہ حدیث غریب ہے اور ناصح نامی راوی اصحاب حدیث کے نزدیک قوی نہیں۔

اور ایوب بن موسیٰ سے بجانب اس کے باپ کے بجانب اس کے دادا کے (روایت ہے) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کوئی باپ اپنی اولاد

Marfat.com

کو حسن ادب سے بڑھ کر اچھا عطیہ نہیں دیتا۔ اس کی روایت ترمذی نے کی ہے اور بیہقی نے شعب الایمان میں اور ترمذی نے کہا یہ حدیث میرے نزدیک مرسل ہے۔

اور عوف بن مالک اشجعی سے (روایت ہے)۔ انہوں نے کہا (کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں اور مشقت زدہ عورت قیامت کے روز یوں ہوں گے، اور یزید بن زریع نے بڑی اور شہادت کی انگلی کی طرف اشارہ کیا، ایسی عورت حسب و نسب اور جمال والی جو بیوہ رہ گئی اور خود کو اپنے یتیموں کے لئے وقف کر دیا یہاں تک کہ وہ (بالغ ہو کر) الگ تھلگ ہو گئے یا مر گئے۔ اس کی روایت ابو داؤد نے کی ہے۔

اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے (روایت ہے)۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس کی بہن یا بیٹی ہو اور وہ اسے زندہ نہ گاڑے اور اس کی توہین نہ کرے اور لڑکوں کو ان پر ترجیح نہ دے اللہ اسے جنت میں داخل کرے گا۔ اس کی روایت ابو داؤد نے کی ہے۔

اور انس رضی اللہ عنہ سے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (روایت ہے)۔ آپ نے فرمایا، جس کے پاس اس کے مسلمان بھائی کی غیبت ہوئی اور وہ اس کی مدد کی طاقت رکھتا ہے اور اس نے اس کی مدد کی تو اللہ اس کی دنیا و آخرت میں مدد کرے گا اور جس نے اس کی مدد نہ کی حالانکہ اس کی مدد کی طاقت رکھتا ہے تو اللہ اسے دنیا و آخرت میں اس کی وجہ سے مبتلا کرے گا۔ اس کی روایت شرح السنۃ میں کی۔

اور اسماء بنت یزید سے (روایت ہے) انہوں نے کہا (کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اپنے بھائی کو اس کی غیر حاضری میں غیبت سے بچایا اللہ پر لازم ہو جاتا ہے کہ اسے آگ سے بچائے۔ اس کی روایت بیہقی نے شعب الایمان میں کی ہے۔

Marfat.com

اور ابو درداؓ سے (روایت ہے)۔ انہوں نے کہا (کہ) میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو مسلمان اپنے بھائی کی عزت کا بچاؤ کرتا ہے اللہ پر لازم ہو جاتا ہے کہ قیامت کے روز اسے جہنم کی آگ سے بچائے۔ پھر یہ آیت تلاوت فرمائی "وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ" اس کی روایت شرح السنۃ میں کی

اور جابرؓ سے (روایت ہے) کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو مسلمان آدمی بھی کسی ایسی جگہ جہاں کسی مسلمان کے احترام میں رخنہ ڈالا جا رہا ہو یا اس کی عزت میں کمی کی جا رہی ہو اس کی مدد نہ کرے تو اللہ تعالیٰ اسے ایسی جگہ جہاں اسے اس کی مدد مطلوب ہو گی بے نصرت چھوڑ دے گا۔ اور جو مسلمان آدمی کسی مسلمان کی ایسی جگہ مدد کرتا ہے جہاں اس کی عزت میں کمی کی جا رہی ہو یا اس کے احترام میں رخنہ ڈالا جا رہا ہو تو اللہ ایسی جگہ اس کی مدد کرتا ہے جہاں وہ اس کی مدد چاہتا ہے۔ اس کی روایت ابو داؤد نے کی ہے۔

اور عقبہ بن عامرؓ سے (روایت ہے)، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس نے کسی پوشیدہ بات کو دیکھ کر اس پر پردہ ڈالا وہ اس کے مانند ہے جس نے زندہ دفن کی ہوئی لڑکی کو دوبارہ زندہ کیا۔ اس کی روایت احمد نے کی اور ترمذی نے اور اسے صحیح قرار دیا۔

اور ابو ہریرہؓ سے (روایت ہے)۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم میں سے (ہر) ایک اپنے بھائی کا آئینہ ہوتا ہے۔ اگر اس پر کوئی آلائش دیکھے تو ہٹا دے۔ اس کی روایت ترمذی نے کی اور اسے ضعیف قرار دیا اور اس کی اور ابو داؤد کی ایک روایت میں ہے۔ مؤمن مؤمن کا آئینہ ہوتا ہے اور مؤمن کا مؤمن بھائی ہوتا ہے۔ اس کو بربادی سے روکتا ہے۔ اور اس کی پشت پناہی کرتا ہے۔

Marfat.com

اور معاذ بن انس رضؓ سے (روایت ہے)۔ انھوں نے کہا (کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس نے کسی مؤمن کی منافق سے حمایت کی اللہ ایک فرشتہ مقرر کرتا ہے جو قیامت کے روز اس کے گوشت کو جہنم کی آگ سے بچائے گا۔ اور جس نے کسی مسلمان پر اس کی بے آبروئی کے لئے کوئی تہمت لگائی تو اللہ اسے جہنم کے پل پر روک لے گا یہاں تک کہ وہ اپنے کہے سے پاک ہو جائے۔ اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے

اور عبداللہ بن عمروؓ سے (روایت ہے)۔ انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ کے پاس کے بہترین حاضرین میں سے وہ ہوگا جو اپنے ساتھیوں کے حق میں بہترین ہے اور اس کے پاس کے بہترین ہمسایوں میں سے وہ ہوگا جو اپنے پڑوسی کے حق میں بہترین ہے۔ اس کی روایت ترمذی اور دارمی نے کی اور ترمذی نے کہا (کہ) یہ حدیث حسن ضعیف ہے۔

اور ابن مسعودؓ سے (روایت ہے)۔ انھوں نے کہا (کہ) ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، یا رسول اللہ! جب میں اچھا یا برا کرتا ہوں تو مجھے اس کا کیسے علم ہو؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب تو اپنے پڑوسیوں سے سنے "تو نے اچھا کیا ہے" تو (جان لے کہ) تو نے اچھا کیا ہے اور اگر ان سے سنے "تو نے برا کیا ہے" تو (جان لے کہ) تو نے برا کیا ہے۔ اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے۔

اور عائشہ رضؓ سے (روایت ہے)۔ انھوں نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، لوگوں کو اپنے اپنے ٹھکانے رکھو۔ اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔

Marfat.com

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

عبدالرحمٰن بن ابی قُراد سے (روایت ہے)۔ انھوں نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز وضو فرمایا تو آپؐ کے اصحابؓ آپؐ کے وضو کے پانی کو بدن پر ملنے لگے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا، تم سے کیا چیز یہ کام کراتی ہے؟ انھوں نے کہا، اللہ اور اس کے رسولؐ کی محبت۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جسے اس بات کی خوشی ہو کہ وہ اللہ اور اس کے رسولؐ سے محبت کرے یا اللہ اور اس کا رسول اسے چاہیں تو اسے چاہیے کہ جب بولے تو سچ بولے، جب اسے امانت سونپی جائے تو امانت گزاری کرے اور اپنے پڑوسی سے اچھا پڑوس رکھے۔

اور ابن عباسؓ سے (روایت ہے)۔ انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا، وہ مومن نہیں جو خود شکم سیر ہوتا ہے اور اس کا پڑوسی اس کے پہلو میں بھوکا رہتا ہے۔

ان دو حدیثوں کی روایت بیہقی نے شُعَبُ الْاِیمان میں کی ہے۔

اور ابوہریرہؓ سے (روایت ہے)۔ انھوں نے کہا کہ ایک آدمی نے عرض کیا، یارسول اللہ فلاں عورت کی اس کے نماز، روزہ اور صدقہ کی کثرت کی وجہ سے شہرت ہے سوائے اس کے کہ وہ اپنے پڑوسیوں کو زبان سے تنگ کرتی ہے۔ آپؐ نے فرمایا، وہ آگ میں ہوگی۔ اس نے کہا، یارسول اللہ! فلاں عورت کے روزہ اور صدقہ اور نماز کی قلت[1] بیان کی جاتی ہے اور وہ قروط[2] کے چند ٹکڑے دے دیتی ہے

---

[1] عبادات میں سے یہاں نفل عبادات مراد ہیں [2] پنیر کی قسم کی ایک چیز۔

اور پڑوسیوں کو زبان سے تنگ نہیں کرتی۔ آپؐ نے فرمایا، وہ جنت میں ہوگی۔
اس کی روایت احمدؒ نے کی اور بیہقیؒ نے شعب الایمان میں۔

اور انہیؓ سے (روایت ہے)۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ بیٹھے ہوئے لوگوں کے پاس کھڑے ہوئے اور فرمایا، کیا تمہیں تم میں سے بہترین اور بدترین آدمی کا فرق نہ بتاؤں؟ انہوںؓ نے کہا، لوگ خاموش رہے۔ آپؐ نے وہ بات تین بار فرمائی تو ایک آدمی نے عرض کیا، کیوں نہیں؟ یا رسول اللہ! آپؐ ہمیں ہمارے بہترین اور بدترین آدمی کا فرق بتائیں۔ آپؐ نے فرمایا، تم میں بہترین وہ ہے جس کی بھلائی کی امید رکھی جاتی ہے اور اس کی برائی سے عافیت رہتی ہے۔ اور تم میں بدترین وہ ہے جس کی بھلائی کی امید نہیں رکھی جاتی اور اس کی برائی سے عافیت نہیں رہتی۔ اس کی روایت ترمذی نے کی اور بیہقی نے شعب الایمان میں۔ اور ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

اور ابن مسعودؓ سے (روایت ہے)۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے تمہارے درمیان اخلاق تقسیم کردیے ہیں جس طرح رزق تقسیم کیے ہیں۔ یقیناً اللہ تعالیٰ دنیا دیتا ہے اسے جس سے محبت رکھتا ہے یا نہیں رکھتا اور دین دیتا ہے اسے جس سے محبت رکھتا ہے۔ اور جسے اللہ دین دے اس سے محبت رکھتا ہے۔ اور قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے بندہ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوتا جب تک اس کا دل اور اس کی زبان مسلمان نہ ہو اور اس وقت تک مؤمن نہیں ہوتا جب تک اس کا پڑوسی اس کی بدتمانتی سے امن میں نہ ہو۔

اور ابوہریرہؓ سے (روایت ہے) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

لہ ابوہریرہؓ سے ملہ ابوہریرہؓ سے۔

Marfat.com

مؤمن الفت کا ٹھکانا ہے۔ جو الفت نہیں کرتا یا اس سے الفت نہیں کی جاتی اس میں کوئی بھلائی نہیں۔

ان دو (حدیثوں) کی روایت احمد نے کی ہے اور بیہقی نے شعب الایمان میں۔

اور انس رضؓ سے (روایت ہے)۔ انہوں نے کہا (کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس نے میری امت میں کسی کی حاجت اس کی خوشی کی خاطر پوری کی اس نے مجھے خوش کیا اور جس نے مجھے خوش کیا اس نے اللہ کو خوش کیا۔ اور جس نے اللہ کو کو خوش کیا اسے اللہ نے جنت میں داخل کیا۔

اور ان[1] سے (روایت ہے)۔ انہوں نے کہا (کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس نے کسی پریشان حال کی فریاد رسی کی اللہ نے اس کے لئے تہتر مغفرتیں لکھ دیں جن میں سے ایک ہی میں اس کے سارے کام کی بہتری ہے۔ اور بہتر اس کے لئے قیامت کے روز درجات ہوں گے۔

اور ان[1] سے اور عبداللہ سے (روایت ہے) انہوں نے کہا (کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، خلق اللہ کا کنبہ ہے۔ مخلوق میں اللہ کو سب سے پیارا وہ ہے جو اپنے کنبے سے اچھی طرح پیش آیا۔

بیہقی نے یہ تین حدیثیں شعب الایمان میں بیان کی ہیں:

اور عقبہ بن عامر سے (روایت ہے)۔ انہوں نے کہا (کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، قیامت کے روز سب سے پہلے دو پڑوسیوں کا مقدمہ ہوگا۔ اس کی روایت احمد نے کی ہے۔

اور ابوہریرہؓ سے (روایت ہے) کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] حضرت انس سے

سے اپنے دل کی سختی کی شکایت کی۔ آپؐ نے فرمایا یتیم کے سر پہ ہاتھ پھیر اور مسکین کو کھلا۔ اس کی روایت احمد نے کی ہے۔

اور سراقہ بن مالک سے (روایت ہے) کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کیا تمہیں بہترین صدقہ کا پتہ نہ دوں؟ تیری بیٹی جسے طلاق دے کر تیرے پاس واپس کر دیا گیا اور اس کا تیرے سوا کوئی کمانیوالا نہیں۔ اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے۔

Marfat.com

بَابُ الحُبِّ فِی اللّٰہِ وَمِنَ اللّٰہِ

حُبّ کے معنی ہیں کسی چیز کو دل سے چاہنا یا اس کی طرف مائل ہونا۔
حَبَّۃُ الْقَلْبِ دل کے مرکز کو کہتے ہیں۔ حُبّ میں حصول کی خواہش کارفرما ہوتی ہے
یعنی آدمی جسے چاہے اسے یا اس کے اوصاف کو حاصل کرنے یا اپنی طرف متوجہ کرنے
کا خواہاں ہو۔

حَبَّ یا اَحَبَّ: دل سے مائل ہوا، راغب ہوا، پسند کیا، پیارا لگا۔ پیار کیا، چاہا، خواہش کی

مُحِبّ: چاہنے والا۔ خواہاں۔

حبیب: محبوب۔ بعض دفعہ مُحِبّ کے معنی میں بھی آتا ہے۔

حِبّ: حبیب کا ہم معنی ہے۔ اس سے حِبَّۃ مؤنث ہے۔

حِبّ کی جمع اَحْبَاب ہے۔ حَبِیب کی جمع اَحباب، اَحِبَّاء اور حِبَّان ہے۔

محبت اشخاص ہی سے نہیں بلکہ اشیاء اور اوصاف سے بھی ہوتی ہے۔

حِسّی و عقلی محبّت | محبت کا تعلق جبلّتِ حصُول سے ہے۔ جبلّتِ حصول کے عموماً مندرجۂ ذیل محرک ہوتے ہیں:

۱۔ **لذّت**: مثلاً لذیذ طعام یا جمیل لباس کی خوشی۔
۲۔ **فائدہ**: مثلاً محض طعام یا محض لباس یا مکان کی ضرورت۔
۳۔ **فضیلت**: مثلاً علماء و صلحاء سے وابستگی کا سرور۔

Marfat.com

محبت برائے لذت کا مرتبہ سب سے ادنیٰ اور محبت برائے فضیلت کا سب سے اعلیٰ یا ارفع ہوتا ہے۔ یہ ادنیٰ مرتبہ خالص حسّی ہے۔ اگر انسان اسی کی سطح پر رہے تو اس میں اور جانوروں میں نمایاں فرق نہیں ہوتا۔ اس حسّی محبت کو ہم جوں جوں عقل کے تابع کیے جاتے ہیں اس کا درجہ بلند سے بلند تر ہوتا جاتا ہے اور اس کو محض حیوانی ہیجانات سے امتیاز حاصل ہو جاتا ہے۔ حسّی درجے سے بلند تر ہونے کے بعد ہی ہم اسے صحیح معنی میں جذبۂ محبت کا نام دے سکتے ہیں ورنہ اس کا وجود وقت بوقت کے ایک ابھرتے اور دبتے ہوئے ہیجان سے زیادہ نہیں ہوتا۔ محبت برائے لذت محض حسّی محبت ہوتی ہے جو عقل کے فیصلوں کی پروا نہیں کرتی۔ اسی کے بارے میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے:

حُبُّكَ الشَّيْءَ يُعْمِي وَيُصِمُّ۔

ترجمہ: تیرا کسی چیز سے محبت رکھنا اندھا اور بہرہ کر دیتا ہے۔

جب عقلی فیصلہ حسّی محبت کے اندھے اور بہرے ہیجان کو بس میں کر لے تو وہ جذبۂ محبت معرض وجود میں آتا ہے جو انسان کو حیوانات سے ممتاز کرتا ہے۔ بعض علمائے نفسیات جذبے پر عقلی تسلط کے اس حد تک قائل ہیں کہ ان کے نزدیک یہ جذبہ صرف فکری یا تصوری شئے سے وابستہ ہوتا ہے نہ کہ مادی شئے سے۔

اسلامی نقطۂ نظر بھی یہی ہے مثلاً کھانے پینے کی خواہش میں غالب مقصد یہی ہونا چاہیے کہ زندگی کو ہلاکت سے بچانا ضروری ہے تاکہ آدمی دین و ملت کے کام آسکے۔ اس میں حسّی تلذّذ کو بھی ضرور کچھ دخل ہوتا ہے لیکن اصل غلبہ عقل کو ہے لہٰذا شرع کی زبان میں اسے عقلی محبت کہتے ہیں۔ بنیادی لحاظ سے عقلی محبت بھی حسّی اور طبعی ہی ہوتی ہے۔ لیکن عقل اسے شرعی آداب کا پابند بنا دیتی ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ دین کے بعد عقل کا سرچشمہ لوگوں سے محبت رکھنا اور ہر نیک و بد سے

بھلائی کرنا ہے (احیاء العلوم۔حقوق الاخوۃ)
حسی اور عقلی محبت کے درمیان کوئی تضاد یا تصادم نہیں ہوتا۔حسی عقل پہ عقل وتدبر کا پہرہ لگ جائے تو اسے عقلی محبت کہتے ہیں۔عقلی محبت مرلفع (SKB) (LIMATED) محبت ہوتی ہے۔

اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت

عقلی محبت کا اصل الاصول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سب محبتوں پر فائق ہے۔اس محبت کو انسانی زندگی میں مرکزی حیثیت حاصل ہے۔اسی کو ہم ایمان کا نام بھی دیتے ہیں۔قرآن حکیم میں ارشاد ہے:۔

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ (حجرات ۴۹)

اور لیکن اللہ نے تم میں ایمان کی محبت ڈال دی۔
انسان کو دیگر اشیاء سے بھی محبت ہو سکتی ہے لیکن ان سب محبتوں کو اسی محبت عظمیٰ کے تابع رہنا چاہیے۔یہی محبت برائے فضیلت کا منتہاء ہے۔

محبتِ الٰہی کے تقاضے

ا۔اطاعتِ دین۔
ارشاد ربانی ہے:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ (آل عمران - ۳۱)

(اے نبی!) کہہ دیجئے کہ تمہیں اللہ سے محبت ہے تو میری پیروی کرو۔
ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرمایا تو آپ ﷺ کے اصحاب آپ ﷺ کے وضو کے پانی کو بدن پر ملنے لگے۔حضور ﷺ نے ان سے فرمایا تم سے کیا چیز یہ کام کراتی ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جسے اس بات کی خوشی ہو کہ وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت

کرے یا اللہ اور اس کا رسولؐ اسے چاہیں تو اسے چاہیے کہ جب بولے تو سچ بولے، اسے امانت سونپی جائے تو امانت گزاری کرے اور اپنے پڑوسی سے اچھا پڑوس رکھے۔ (مشکوٰۃ)

۴۔ اَلْحُبُّ فِی اللّٰہِ وَالْبُغْضُ فِی اللّٰہِ۔

یعنی اللہ کی راہ میں چاہنا۔ اور اللہ کی راہ میں نہ چاہنا

اس سلسلے میں مندرجہ ذیل ہدایات کو پیشِ نظر رکھنا چاہیے۔

ا۔ کسی ایسی چیز سے تعلق نہ رکھا جائے جو اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل کر دے۔ قلبی تعلق قائم کرنے میں بہت احتیاط سے کام لیا جائے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ آدمی اپنے دوست کی راہ پر ہوتا ہے۔ جو آدمی تیرا ہم خیال نہ ہو اس کا ہم نشین ہونے میں کوئی بھلائی نہیں (احیاء العلوم حقوق الاخوۃ)

ب۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھتے ہیں ان سے محبت رکھی جائے۔ یہ دینی محبت ہے۔ امام غزالی فرماتے ہیں کہ دینی برادری رشتہ کی برادری سے مضبوط تر ہوتی ہے۔

ج۔ منافق سے چاہے وہ کلمہ اسلام پڑھتے ہوں قلبی محبت نہیں رکھنی چاہیے

ثمرات: آدمی اللہ تعالیٰ سے محبت رکھے یعنی دل میں ایمان کی تڑپ ہو اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ عشق ہو اور اطاعتِ دین میں پوری طرح کوشاں رہے تو اس کا ثمر یہ ہوتا ہے کہ اللہ اور اس کا حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام اسے چاہنے لگتے ہیں اور اس کی آبرو کو اللہ تعالیٰ سالم اور فروزاں رکھتا ہے۔

Marfat.com

بَابُ الْحُبِّ فِی اللّٰہِ وَمِنَ اللّٰہِ

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ

عائشہ رضؓ سے (روایت ہے) انھوں نے کہا (کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْاَرْوَاحُ

روحیں

وسلم نے فرمایا روحیں گروہ

جُنُوْدٌ مُجَنَّدَۃٌ فَمَا تَعَارَفَ مِنْھَا

لشکر مجتمع تو جو باہم شناخت کی ان سے

در گروہ لشکر ہیں تو ان میں سے جنھوں نے ایکدوسرے کو پہچانا

اِئْتَلَفَ وَمَا تَنَاکَرَ مِنْھَا اِخْتَلَفَ

باہم الفت کی اور جو ایک دوسرے کو نہ پہچانا ان سے ان میں اختلاف ہوا

ان کی آپس میں الفت ہوئی۔ اور جنھوں نے ایک دوسرے کو نہ پہچانا ان میں اختلاف ہوا

Marfat.com

رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ وَرَوَاہُ مُسْلِمٌ

اس کی روایت بخاری نے کی اور مسلم نے ابو ہریرہ سے اس

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ۔

کی روایت کی۔

شرح:

اس حدیث کے دو مفہوم ہو سکتے ہیں:

(ا) عالم وجود میں آنے سے پہلے ارواح گروہ در گروہ تھیں۔ جو روحیں طبعی استعداد کے لحاظ سے ایک تھیں ان میں یہاں آکر محبت ہو گئی اور جن میں صلاحیتوں کا اختلاف تھا وہ یہاں آکر ایک دوسرے سے جدا رہیں۔

(ب) اس دنیا والوں کی ارواح میں تبھی محبت پیدا ہوتی ہے کہ ان میں ایمان کے اعتبار سے تعارف ہو۔ جن میں ایمان کا اتحاد نہیں وہ ایک دوسرے سے جدا رہتی ہیں۔ مراد یہ ہے کہ محبت انہی سے رکھنی چاہیے جو صاحب ایمان اور اطاعت گزار ہوں۔ جو لوگ ایمان سے محروم ہیں ان کے اپنے اپنے عقائد کے لحاظ سے الگ الگ گروہ ہوں گے۔ احادیث سے ثابت ہے کہ یہ گروہ قیامت کو بھی اسی طرح اکٹھے آپس میں علیحدہ علیحدہ جمع ہوں گے۔ ارشاد نبوی ہے:

اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ: آدمی اسی کے ساتھ ہوگا جسے وہ چاہتا ہے۔

چونکہ اصل محبت عقیدہ کی محبت ہے اس لئے قیامت کو لوگوں کی گروہ بندی

Marfat.com

عقائد کی بنا پر ہو گی۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ

اور ابو ہریرہؓ سے (روایت ہے)۔ انہوں نے کہا کہ؛ رسول اللہ

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ

یقیناً اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حبیب اللہ کسی

اِذَا اَحَبَّ عَبْدًا دَعَا جِبْرَئِيْلَ فَقَالَ

جب چاہا بندہ بلایا جبریل اور کہا

بندے کو پیارا جانتا ہے (تو) جبریل کو بلاتا ہے اور کہتا ہے

اِنِّىْ اُحِبُّ فُلَانًا فَاَحِبَّهٗ قَالَ

یقیناً میں چاہتا ہوں تو محبت رکھ اس سے کہا

میں یقیناً فلاں کو چاہتا ہوں اس لئے تو بھی اس سے محبت رکھ فرمایا

فَيُحِبُّهٗ جِبْرَئِيْلُ ثُمَّ يُنَادِىْ

تو محبت رکھتا ہے اس سے جبریل پھر ندا دیتا ہے

تو جبریل اس سے محبت کرنے لگتا ہے پھر آسمان میں ندا دیتا ہے

فِي السَّمَاءِ فَيَقُوْلُ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ

میں اور کہتا ہے یقیناً اللہ محبت رکھتا ہے

اور کہتا ہے، اللہ فلاں سے محبت رکھتا

فُلَانًا فَاَحِبُّوْهُ فَيُحِبُّهٗ اَهْلُ

پس محبت رکھو اس سے تو چاہتے ہیں اسے

ہے۔ تم بھی اس سے محبت رکھو۔ تو آسمان والے اس سے محبت کرنے

السَّمَاءِ ثُمَّ يُوْضَعُ لَهُ الْقَبُوْلُ فِي

پھر رکھا جاتا ہے اسکے لئے قبول میں

لگتے ہیں۔ پھر اس کے لئے زمین میں قبول رکھا جاتا

الْاَرْضِ وَاِذَا اَبْغَضَ عَبْدًا دَعَا

زمین اور جب برا جانتا بندہ بلایا

ہے اور جب وہ کسی بندے کو برا جانتا ہے (تو) جبریل کو

جِبْرِيْلَ فَيَقُوْلُ اِنِّيْ اُبْغِضُ فُلَانًا

اور کہتا ہے یقیناً میں برا جانتا ہوں

بلاتا ہے اور کہتا ہے، میں فلاں کو برا جانتا ہوں۔

فَاَبْغِضْهُ قَالَ فَيُبْغِضُهُ جِبْرِيْلُ

تو بُرا جان اسے کہا تو بُرا جانتا ہے اسے جبریل

(تو)(بھی) اسے بُرا جان فرمایا، تو جبریل اسے بُرا جاننے لگتا ہے

ثُمَّ يُنَادِيْ فِيْ اَهْلِ السَّمَاءِ اِنَّ اللّٰهَ

پھر ندا دیتا ہے میں والے یقیناً اللہ

پھر آسمان والوں میں ندا دیتا ہے۔ (کہ) اللہ

يُبْغِضُ فُلَانًا فَاَبْغِضُوْهُ قَالَ

بُرا جانتا ہے تو بُرا جانو اسے کہا

فلاں کو بُرا جانتا ہے اس لئے تم (بھی) اسے بُرا جانو۔ فرمایا

فَيُبْغِضُوْنَهُ ثُمَّ يُوْضَعُ لَهُ

تو بُرا جانتے ہیں اسے پھر رکھا جاتا ہے اس کے لئے

تو وہ اسے بُرا سمجھنے لگتے ہیں پھر زمین میں اس کے

الْبَغْضَاءُ فِي الْاَرْضِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

بغض میں زمین

لئے بغض رکھ دیا جاتا ہے اس کی روایت مسلم نے کی ہے

اَحَبَّ چاہا۔ اَحِبَّ چاہو۔ محبت رکھ۔ اَحِبُّوْا محبت رکھو۔

Marfat.com

نَادَی: ندا دی یُنَادِی ندا دیتا ہے۔ وَضَعَ رکھا یُوْضَعُ رکھا جاتا ہے۔

یُوْضَعُ لَہُ الْقَبُوْلُ فِی الاَرْضِ: اس کے لئے زمین میں قبول رکھ دیا جاتا ہے یعنی سوائے نافرمان بندوں کے سب مخلوق اس کی ہمدرد اور مؤید ہوتی ہے۔ بُغْضٌ:۔ نہ چاہنا۔ برا جاننا۔ عدم قبول

وَعَنْهُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

اور اس سے لہ

اور انسے (روایت ہے انہوں نے کہا کہ) رسول اللہ علیہ وسلم نے

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ يَوْمَ

یقینا کہے گا روز

نے فرمایا، اللہ قیامت کے روز یقیناً کہے

الْقِيَامَةِ اَيْنَ الْمُتَحَابُّوْنَ بِجَلَالِىْ

کہاں آپس میں محبت رکھنے والے بسبب جلال میرا

گا، کہاں ہیں وہ جو میرے جلال کی وجہ سے آپس میں محبت رکھتے تھے

اَلْيَوْمَ اُظِلُّهُمْ فِىْ ظِلِّىْ يَوْمَ لَا ظِلَّ

آج سایہ کرونگا انہیں میں سایہ میرا وہ دن نہیں کوئی سایہ

آج میں انہیں اپنے سایہ میں لوں گا جبکہ میرے سایہ کے سوا کوئی

لہ ابوہریرہؓ سے

إِلَّا ظِلِّي رَوَاهُ مُسْلِمٌ

سوا سایہ میرا

سایہ نہیں۔ اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

جلال: عظمت۔ صفات میں کامل ہونا۔

بجلالی: میری عظمت یا تعظیم کے سبب سے یعنی اس لئے کہ فلاں شخص مجھ پر ایمان رکھتا ہے اور میری عظمت کو تسلیم کرتا ہے۔

ظلی: میرا سایہ یعنی (۱) میری حمایت یا (۲) عرش کا سایہ۔

یوم لا ظل الا ظلی: یعنی قیامت کا روز جب کہ سورج کی استخواں سوز تپش سے صرف اللہ کا سایۂ رحمت ہی بچا سکے گا۔

وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

اور اس سے

اور اس سے ہے منجانب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

وَسَلَّمَ أَنَّ رَجُلًا زَارَ أَخًا لَهُ فِي

کہ یقیناً آدمی ملاقات کو گیا بھائی اس کا میں

(روایت ہے) کہ ایک آدمی ایک دوسری بستی میں اپنے بھائی کی

قَرْيَةٍ أُخْرَى فَأَرْصَدَ اللّٰهُ لَهُ عَلَى

بستی دوسری تو انتظار میں بٹھایا اس کے لئے پر

ملاقات کو گیا[1] ابوہریرہ رضؓ تو اللہ نے اس کے رستہ میں ایک

[1] ابوہریرہ رضؓ سے

مَدْرَجَتِهٖ مَلَكًا قَالَ اَيْنَ تُرِيْدُ

رستہ اس کا فرشتہ کہا کہاں ارادہ ہے تیرا

فرشتہ بٹھایا۔ اس نے کہا، کہاں کا ارادہ ہے؟

قَالَ اُرِيْدُ اَخًا لِّيْ فِيْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ

کہا ارادہ رکھتا ہوں بھائی میرا میں یہ بستی

بولا، اپنے ایک بھائی کے لئے جا رہا ہوں جو اس بستی میں ہے

قَالَ لَكَ عَلَيْهِ مِنْ نِعْمَةٍ تَرُبُّهَا

کہا تیری اس کے ذمے کوئی عاریت تو مالک ہے اس کا

پوچھا، کیا اس کے ذمے تیری کوئی عاریت ہے جس کا تو مالک ہے

قَالَ لَا غَيْرَ اَنِّيْ اَحْبَبْتُهٗ فِي اللّٰهِ قَالَ

کہا نہیں سوائے کہ یقیناً میں محبت رکھی اس سے میں اللہ کہا

کہا، نہیں سوائے اس کے کہ میں اسے اللہ کے لئے چاہتا ہوں۔ اس نے کہا،

فَاِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكَ بِاَنَّ اللّٰهَ

تو یقیناً میں قاصد طرف تیری ساتھ کہ یقیناً

تو میں تیری طرف اللہ کا قاصد ہوں کہ تو (بھی) اللہ کو

Marfat.com

قَدْ اَحَبَّكَ كَمَا اَحْبَبْتَهٗ فِيْهِ

ہے محبت کی تجھ سے جیسے محبت کی تونے اس سے بابت اس کے

پیارا لگا ہے جیسے تونے اس (کے بندے) سے اس کیلئے محبت کی۔

رَوَاهُ مُسْلِمٌ

اس کی روایت مسلم کرنے کی ہے۔

اَخٌ سے یہاں مراد دوست یا ساتھی ہے۔

نِعمۃ: (۱) احسان (۲) وہ چیز جس سے احسان کیا جائے۔

رَبٌّ: (۱) مالک ہوا (۲) حفاظت و نگہداشت اور پرورش کی۔

عَلَیْہِ: (۱) اس پر (۲) اس کے ذمّے۔

لکَ عَلَیْہِ مِنْ نِعْمَۃٍ تَرُبُّھَا: اس کے مندرجہ ذیل معنی ہو سکتے ہیں:

(۱) کیا تونے اس پر کوئی احسان کیا تھا جس کا اتمام یا تکمیل کر رہا ہے یعنی ابھی تک احسان پوری طرح نہیں کیا اور اسے پورا کرنا چاہتا ہے۔ یہ معنی بہت بعید از قیاس ہیں۔

یا

(۲) کیا اس کے ذمّے تیری کوئی ایسی چیز تھی جو تونے اسے عاریۃً دی اور اب واپس لینے جا رہا ہے۔ یہ معنی اس مقام کے زیادہ مناسب معلوم ہوتے ہیں۔

وَعَنْ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ

کہا آیا آدمی

اور ابن مسعود سے (روایت ہے)۔ انہوں نے کہا (کہ) ایک شخص

Marfat.com

اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

طرف

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا

فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ تَقُوْلُ

اور کہا کیسا تو کہتا ہے

اور عرض کیا، یارسول اللہ! آپ کیا فرماتے ہیں

فِي رَجُلٍ اَحَبَّ قَوْمًا فَلَمْ يَلْحَقْ

بابت آدمی محبت رکھی لوگ اور نہ ملا

اس شخص کے بارے میں جس نے کچھ لوگوں سے محبت رکھی اور ان تک نہ پہنچ سکا

بِهِمْ فَقَالَ الْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ

ساتھ ان کے تو کہا آدمی ساتھ جو چاہا اس نے

تو فرمایا، آدمی جسے چاہتا ہے اس کے ساتھ ہوتا ہے

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

متفق علیہ ہے

Marfat.com

لَمْ یَلْحَقْ بِهِمْ : ان سے نہ ملا۔

مفہوم یہ ہے کہ وہ انہیں چاہتا تھا لیکن بُعدِ مسافت کی وجہ سے ان کی ہم نشینی حاصل نہ کر سکا۔ اس سے یہ مراد بھی ہو سکتی ہے علمی یا عملی لحاظ سے ان سے بہت پیچھے رہ گیا - اور اب پریشان ہے کہ قیامت کے روز ان سے جُدا رہے گا۔ اس صورت میں حضور علیہ الصَّلوٰۃُ وَالسَّلام کے ارشاد کا مفہوم یہ ہو گا کہ وہ بے شک ظاہری نتیجہ کے لحاظ سے پیچھے رہ گیا ہے لیکن ان کی محبت میں اس نے ان کی علمی اور عملی ہمراہی کی جو کوشش کی ہے اس کی وجہ سے آخرت میں ان کا ساتھی رہے گا۔

وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَجُلاً قَالَ یَارَسُوْلَ

کہ یقیناً آدمی کہا

اور انس رضی اللہ عنہ سے (روایت ہے) کہ ایک شخص نے عرض کیا، یا رسول اللہ!

اللّٰہِ مَتَی السَّاعَۃُ قَالَ وَیْلَكَ وَمَا

کب گھڑی قیامت کی کہا وائے تجھ پر اور کیا

قیامت کب ہو گی؟ فرمایا، تجھ پر افسوس! تو نے

اَعْدَدْتَ لَھَا قَالَ مَا اَعْدَدْتُّ لَھَا

تیار کیا تو نے لئے اسکے کہا نہیں تیار کیا میں نے لئے اسکے

اس کے لئے کیا تیاری کی ہے۔ بولا، میں نے اس کے لئے کوئی تیاری نہیں کی

Marfat.com

إِلَّا أَنِّي أُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ قَالَ

سوائے کہ بیشک میں چاہتا ہوں اور رسول اس کا کہا

سوائے اس کے کہ میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہوں۔ فرمایا،

أَنْتَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ قَالَ أَنَسٌ

تو ساتھ جنہیں چاہا تو نے کہا

تو جس سے محبت رکھتا ہے اس کے ساتھ ہوگا۔ انس نے کہا،

فَمَا رَأَيْتُ الْمُسْلِمِيْنَ فَرِحُوْا بِشَيْءٍ

تو نہیں دیکھا میں نے شاداں ہوئے ساتھ شئے

میں نے نہیں دیکھا کہ مسلمان اسلام (لانے) کے بعد کسی چیز سے اتنے

بَعْدَ الْإِسْلَامِ فَرَحَهُمْ بِهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

بعد اسلام شادانی ان کی ساتھ اسکے

خوش ہوئے ہوں جتنا اس (ارشاد) سے۔ متفق علیہ ہے۔

شرح:

سائل نے سوال پوچھا تو نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس پر افسوس کا اظہار کیا کہ محض سوال پوچھنے کا ہی شوق رکھتے ہو یا اس کے لیے کچھ تیاری بھی کی ہے۔ اس نے، جیسا کہ ایک اور روایت سے ثابت ہوتا ہے، کہا کہ میں نے

Marfat.com

زیادہ نماز روزہ اور صدقہ کی تیاری تو نہیں کی البتہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے ضرور محبت رکھتا ہوں۔ اس کے جواب سے ظاہر ہے کہ اس نے فرض اور نفل عبادت میں اپنی طرف سے حتی المقدور کوشش کی لیکن اسے بہرحال اپنی عاجزی کا اعتراف تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کی تسکین فرمائی کہ تم جسے چاہتے ہو اس کے ساتھ رہو گے۔ یہاں مراد یہ ہے کہ جنت میں تمہیں ایسا ٹھکانا ملے گا جہاں سے تم پر عرشِ الٰہی کی شعائیں پڑتی رہیں گی اور اس کے حسین جلووں سے آنکھوں کو سیراب کرتے رہو گے اور جب چاہو گے میرے پاس آسکو گے۔ مَعَ کے لفظ کے ضرور نہیں یہ معنی ہوں کہ تم ہر وقت میرے پاس رہو گے۔

حدیث میں بِھَا سے مراد ہے: حضورؐ کے اس کلمہ سے۔

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ

ابوموسیٰ سے (روایت ہے)۔	انہوں نے کہا (کہ)	رسول اللہ

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَثَلُ

مثال

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،	نیک اور

اَلْجَلِیْسِ الصَّالِحِ وَالسُّوْءِ کَحَامِلِ

ہم نشین	نیک	اور	بُرا	مانند	اٹھانے والے

بُرے ہم نشین کی مثال	مُشک بردار

Marfat.com

الْمِسْكِ وَنَافِخِ الْكِيْرِ فَحَامِلُ الْمِسْكِ

مشک — اور دھونکنے والا — بھٹی — تو اٹھانے والا — مشک

اور بھٹی دھونکنے والے کی طرح ہے۔ تو مشک اٹھانے والا

إِمَّا أَنْ يُحْذِيَكَ وَ إِمَّا أَنْ تَبْتَاعَ

یا — کہ — دے — تجھے — اور یا — کہ — تو خریدے

یا تو تجھے (مشک) دے گا — اور یا تو اس سے خریدے گا

مِنْهُ وَ إِمَّا أَنْ تَجِدَ مِنْهُ رِيحًا

اس سے — اور — یا — کہ — تو پائے — اس سے — بو

اور یا تو اس سے عمدہ بو پائے گا

طَيِّبَةً وَنَافِخُ الْكِيْرِ إِمَّا أَنْ يُحْرِقَ

عمدہ — اور دھونکنے والا — بھٹی — یا — کہ — جلائے

اور بھٹی دھونکنے والا — یا تیرے کپڑے

ثِيَابَكَ وَ إِمَّا أَنْ تَجِدَ مِنْهُ رِيحًا خَبِيثَةً

کپڑے — تیرے — اور یا — کہ — تو پائے اس سے — ہوا — خراب

جلا دے گا — یا تجھے اس سے خراب بو ملے گی

Marfat.com

مُتَّفَقٌ عَلَيۡهِ

متفق علیہ ہے۔

یُجۡزِیۡکَ: یُعۡطِیۡکَ (ریاض الصالحین)۔ تجھے دے۔

شرح

صحبت نیکوں سے رکھنی چاہیے۔ بُرا آدمی انسان کے اخلاق اور شہرت کو اسی طرح خراب کر دیتا ہے جس طرح دھونکنی والا شرارے اُڑا کر کپڑے جلا دیتا ہے۔ اگر اخلاق پہ زیادہ بُرا اثر نہ بھی پڑے تو خیالات کو کچھ دیر کے لئے ضرور کچھ نہ کچھ متاثر کرتا ہے جیسے خراب ہوا دماغ کو کچھ دیر کے لئے مکدر کر دیتی ہے۔ نیک آدمی سے اوّل تو اخلاقی رہنمائی اور نیک شہرت حاصل ہو گی ورنہ کچھ دیر کے لئے دماغ اور روح کو ضرور فرحت حاصل ہو گی۔

اَلۡفَصۡلُ الثَّانِیۡ

مُعاذ بن جبلؓ سے (روایت ہے)۔ انہوں نے کہا کہ) میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے، میری محبت کے حق دار ہیں میری خاطر ایک دوسرے کو چاہنے والے اور میری خاطر اکٹھے بیٹھنے والے اور میری خاطر ایک دوسرے کے پاس جانے والے اور میری خاطر باہم سخاوت کرنے والے۔ اس کی روایت مالک نے کی اور ترمذی کی روایت میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، میرے جلال کی خاطر ایک دوسرے کو چاہنے والوں کے لئے نور کے منبر ہوں گے۔ انبیاء اور شہداء

Marfat.com

ان سے رشک کریں گے۔

اور عمرؓ سے (روایت ہے) انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے بندوں میں کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو انبیاء اور شہداء نہیں۔ قیامت کے روز اللہ کے ہاں ان کی منزلت کی وجہ سے انبیاء اور شہداء ان سے رشک کریں گے۔ صحابہؓ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! ہمیں بتائیے وہ کون ہیں۔ فرمایا وہ لوگ جنہوں نے بغیر نسبی رشتہ کے اور مالی داد و ستد کے رحمت الٰہی کی وجہ سے باہم محبت کی۔ اللہ کی قسم ان کے چہرے سراپا نور ہوں گے۔ اور وہ نور کی منبروں پر ہوں گے جب اور لوگ خوف زدہ ہوں گے تو وہ خائف نہ ہوں گے جب اور لوگ غمگین ہونگے۔ تو وہ غمگین نہ ہوں گے۔ اور آپؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ اَلَا اِنَّ اَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔ اس کی روایت ابو داؤد نے کی ہے۔ اور شرح السنۃ میں ابو مالک سے مصابیح کی عبارت میں کچھ زوائد کے ساتھ روایت کیا ہے اور ایسی ہی شعب الایمان میں۔

اور ابن عباسؓ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوذرؓ سے فرمایا، اے ابوذر! ایمان کا کون سا تعلق پختہ تر ہے؟ عرض کیا، اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتا ہے۔ فرمایا اللہ کی خاطر دوست داری اور اللہ کی خاطر محبت رکھنا اور اللہ کی راہ میں خفا ہونا۔ اس کی روایت بیہقی نے شعب الایمان میں کی ہے۔

اور ابو ہریرہؓ سے (روایت ہے) کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب مسلمان اپنے بھائی کی عیادت یا ملاقات کو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تو بھی خوب ہے اور تیرا چلنا بھی خوب ہے اور تو نے جنت

Marfat.com

میں ٹھکانا بنا لیا۔ اس کی روایت ترمذی نے کی اور کہا یہ حدیث غریب ہے

اور مقدام بن معدی کرب سے منجانب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم روایت ہے۔ آپ نے فرمایا، جب کوئی آدمی اپنے (مسلمان) بھائی کو چاہنے لگے تو اسے بتا دے کہ وہ اسے چاہتا ہے۔ اس کی روایت ابوداؤد اور ترمذی نے کی ہے۔

اور انس رضی اللہ عنہ سے (روایت ہے)۔ انہوں نے کہا کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرا اور اس وقت آپ کے پاس کچھ لوگ تھے تو آپ کے پاس کے لوگوں میں سے ایک شخص نے کہا میں اس کو اللہ کے لئے چاہتا ہوں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تو نے اسے بتا دیا ہے؟ عرض کیا، نہیں۔ فرمایا، تو اٹھ اس کے پاس جا اور اسے بتا۔ تو وہ اٹھ کر اس کے پاس گیا اور اسے بتایا۔ اس نے کہا، جس کے لئے تو مجھ سے محبت رکھتا ہے وہ بھی تجھ سے محبت رکھے۔ (انس رضی اللہ عنہ نے) کہا، پھر وہ واپس آیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا اور اس نے جو کہا تھا بتایا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تو اس کے ساتھ ہو گا جسے چاہتا ہے اور جو کام تو نے اللہ کی خاطر کیا ہے اس کا ثواب پائے گا۔ اس کی روایت بیہقی نے شعب الایمان میں کی اور ترمذی کی روایت میں ہے: آدمی اس کے ساتھ ہوتا ہے جسے چاہتا ہے اور اس کے لئے ہوتا ہے وہ عمل جس میں وہ ثواب کی نیت رکھتا ہے۔ اس کی روایت بیہقی نے شعب الایمان میں کی ہے۔ اور ترمذی کی روایت میں ہے آدمی اس کے ساتھ ہوتا ہے جسے چاہتا ہے۔ اور اس کے لئے ہوتا ہے وہ عمل جسے ثواب کی نیت سے کرتا ہے۔

اور ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے (روایت ہے)، انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ

Marfat.com

وسلّم کو فرماتے سنا، صرف مؤمن کا ساتھ رکھ اور تیرا کھانا[1] صرف پرہیزگار شخص کھائے اس کی روایت ترمذی اور ابو داؤد اور دارمی نے کی ہے۔

اور ابوہریرہؓ سے (روایت ہے) ۔ انہوں نے کہا (کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا، آدمی اپنے دوست کی راہ پر ہوتا ہے۔ تو تم میں سے (ہر) ایک دیکھ لے وہ کس سے دوستی کرتا ہے۔ اس کی روایت احمد اور ترمذی اور ابوداؤد نے کی ہے اور بیہقی نے شعب الایمان میں۔ اور ترمذی نے کہا، یہ حدیث حسن، غریب ہے۔ اور نووی نے کہا، اس کی سند صحیح ہے۔

اور یزید بن نعامہ سے (روایت ہے) ۔ انہوں نے کہا (کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا جب آدمی کسی آدمی کو بھائی بنائے تو اس سے پوچھ لے اس کا نام اور اس کے باپ کا نام اور یہ کہ وہ کس قبیلہ سے ہے۔ کیونکہ یہ محبت کو زیادہ پیوستہ کرتا ہے۔ اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

ابوذرؓ سے (روایت ہے) ۔ انہوں نے کہا (کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم ہمارے پاس باہر تشریف لائے اور فرمایا، کیا تم جانتے ہو اللہ کو کون سا کام سب سے زیادہ پیارا ہے۔ ایک کہنے والے نے کہا، نماز اور زکوٰۃ اور ایک نے کہا، جہاد[2]۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا، اللہ کے نزدیک سب سے پیارا عمل اللہ کی خاطر محبت اور اللہ کی خاطر خفگی ہے۔ اس کی روایت احمد نے

---

[1] یہاں طعام ساعت مراد نہیں طعام دعوت مراد ہے۔

[2] صحابہؓ نے بدنی اعمال بتائے اور حضورؐ کی مراد قلبی اعمال سے تھی جو بدنی اعمال کی روح ہیں۔

کی ہے۔ اور ابوداؤد نے (صرف) دوسرا حصہ بیان کیا ہے۔

اور ابو امامہ سے (روایت ہے) انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب بھی بندہ کسی بندے کو اللہ کے لئے چاہتا ہے تو وہ (درحقیقت) اپنے رب عزوجل کی تعظیم کرتا ہے۔ اس کی روایت احمد نے کی ہے۔

اور اسماء بنت یزید سے (روایت ہے) انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا، کیا تمہیں تم میں بہترین آدمی کا پتہ نہ دوں (صحابہ نے) عرض کیا کیوں نہیں یا رسول اللہ! فرمایا تم میں بہترین وہ ہیں کہ جب انہیں دیکھا جائے تو اللہ کی یاد آجائے۔ اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے

اور ابوہریرہؓ سے (روایت ہے) انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ نے فرمایا، اگر دو بندے محض اللہ کی خاطر ایک دوسرے کو چاہتے ہیں ان میں سے ایک مشرق میں اور دوسرا مغرب میں ہو تو بھی اللہ انہیں قیامت کے روز اکٹھا کر دے گا۔ کہے گا یہ ہے جسے تو میری خاطر چاہتا تھا۔

اور ابو رزینؓ سے (روایت ہے) انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کیا میں تجھے اس دین کا قوام نہ بتا دوں جس سے تو دنیا و آخرت کی بھلائی حاصل کرے۔ تو ضرور اہل الذکر کی مجلس اختیار کر اور جب تو اکیلا ہو تو جہاں تک ہو سکے اپنی زبان کو اللہ کی ذکر سے ہلاتا رکھ اور اللہ کی خاطر محبت رکھ اور اللہ کی خاطر خفگی رکھ۔ اے ابو رزین! کیا تو جانتا ہے کہ جب آدمی گھر سے اپنے بھائی کی ملاقات کو جاتا ہے۔ تو اس

لے یعنی اِنَّ اَحَبَّ الْاَعْمَال (سب سے پیارا کام) ہے

Marfat.com

کے پیچھے ستر ہزار فرشتے چلتے ہیں۔ سب اس کو دعا دیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! اس نے تیری خاطر تعلق رکھا۔ تو بھی اس سے تعلق رکھ۔ اگر تجھ سے ممکن ہو کہ اپنا تن اس میں لگا سکے تو ایسا کر۔

اور ابوہریرہؓ سے (روایت ہے)۔ انہوں نے کہا (کہ) میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جنت میں یاقوتی ستون ہیں جن پر زبرجد کے بالاخانے ہیں۔ اُن کے دروازے کھلے ہیں اور وہ چمکتے ہیں جیسے کہ ضیا پاش ستارہ چمکتا ہے۔ تو صحابہؓ نے عرض کیا ان میں کون رہے گا؟ فرمایا اللہ کی خاطر باہم محبت رکھنے والے اور اللہ کی خاطر ہم نشینی کرنے والے اور اللہ کی خاطر باہم دگر ملاقات کرنے والے۔

بیہقی نے ان تین حدیثوں کو شعب الایمان میں روایت کیا ہے۔

Marfat.com

بَابُ مَا نُهِیَ عَنْهُ

مِنَ التَّهَاجُرِ وَالتَّقَاطُعِ وَاتِّبَاعِ الْعَوْرَاتِ

تَہَاجُر | هَجَرَ: قولاً یا عملاً الگ ہوا یعنی بول چال ترک کر دی یا ملاقات چھوڑ دی۔

هَجْر یا هِجْرَان: اسم مصدر ہے۔

: کلام، ملاقات یا محبت کا تعلق توڑ لینا

تَہَاجُر: ہَجَرَ سے تفاعل کا صیغہ ہے۔

: ایک دوسرے سے جدا ہونا۔ کشیدگی۔ ناچاقی، ترکِ کلام۔ ترکِ ملاقات ترکِ محبت

تَقَاطُع | قَطَعَ: کاٹ کر جدا کیا۔
تقاطُع: قَطَعَ سے تفاعُل کا صیغہ ہے۔

جدا جدا ہونا۔ ٹکڑے ٹکڑے ہونا۔

تقاطع سے دو مفہوم اخذ ہو سکتے ہیں۔

(۱) ملاقات ترک کرنا۔

(۲) حسن سلوک چھوڑ دینا۔ مثلاً قَطْعُ الرَّحِم سے مراد ہے، رشتہ داروں سے حسن سلوک بند کر دینا۔ تقاطع میں تہاجر کے مقابلہ میں زیادہ مبالغہ ہے۔

اِتِّبَاعُ الْعَوْرَات | تَبِعَ یا اِتَّبَعَ: پیچھے پیچھے چلا۔ درپے ہوا۔

عَوْرَۃٌ : اس کی اصل عار ہے۔ عورت ہر اس چیز کو کہتے ہیں جس کے ظاہر کرنے سے انسان کو عار آئے یا ندامت کا خوف ہو۔ پوشیدہ بات۔
اِتِّبَاعُ الْعَوْرَاتِ: دوسرے آدمی کی ان باتوں کے پیچھے پڑنا اور ان کی ٹوہ لگانا جن سے اس کی سبکی یا ندامت ہو

بَابُ مَا نُهِیَ عَنْهُ

مِنَ التَّهَاجُرِ وَالتَّقَاطُعِ وَاتِّبَاعِ الْعَوْرَاتِ

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

عَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ الْاَنْصَارِیِّ قَالَ قَالَ

ابو ایوب انصاری سے (روایت ہے)۔ انہوں نے کہا کہ

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

Marfat.com

لَا يَحِلُّ لِلرَّجُلِ اَنْ يَّهْجُرَ اَخَاهُ

نہیں حلال ہوتا ہے لئے آدمی کہ جُدا ہو بھائی اس کا

آدمی کے لئے روا نہیں ہوتا کہ اپنے (مسلمان) بھائی سے تین (دن)

فَوْقَ ثَلٰثِ لَيَالٍ يَّلْتَقِيَانِ فَيُعْرِضُ

زائد تین راتیں وہ دونوں سامنے آتے ہیں اور منہ موڑ لیتا ہے

رات سے زیادہ تعلق قطع رکھے (یعنی) یہ دونوں آمنے سامنے آئیں تو یہ (شخص)

هٰذَا وَيُعْرِضُ هٰذَا وَخَيْرُهُمَا الَّذِىْ

یہ اور منہ موڑ لیتا ہے یہ اور بہتر دو دو جو

منہ موڑے اور یہ (دوسرا شخص بھی) منہ موڑ لے اور ان میں بہتر وہ ہوگا

يَبْدَاُ بِالسَّلَامِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ -

پہل کرے گا ساتھ سلام۔

جو سلام کرنے میں پہل کرے گا۔ متفق علیہ ہے۔

لَا يَحِلُّ حلال نہیں ہوتا۔ بعض علماء کے نزدیک یہاں مراد ہے: جائز نہیں ہوتا۔ هَجَرَ اس نے چھوڑ دیا، تعلق توڑ لیا۔ لَيَالٍ جمع ہے لَيْلٌ یا لَيْلَةٌ کی۔ اَعْرَضَ اس نے منہ موڑا۔ يُعْرِضُ وہ منہ موڑتا ہے۔

شرح

سورۂ انفال میں ارشاد ہے کہ آپس میں نزاع نہ اٹھاؤ ورنہ تم کمزور پڑ جاؤ گے

Marfat.com

اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی ایک اور مقام پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے خطاب ہے: اِنَّ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَھُمْ وَکَانُوْا شِیَعًا لَّسْتَ مِنْھُمْ فِیْ شَیْءٍ (جنہوں نے دین کے حصے بخرے کر دیے اور خود ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے آپؐ کا ان سے کوئی تعلق نہیں)۔ نا اتفاقی انسان کو تباہی کے گڑھے پر لا کھڑا کرتی ہے۔ قرآن حکیم نے اسے شرک کی علامات میں شمار کیا ہے۔

اہل اسلام کو چاہیے کہ جہاں تک ممکن ہو محض ذاتی مفاد کی خاطر اپنے تعلقات میں رنجش اور ناچاقی کو راہ نہ دیں۔ اگر طبعی کمزوری کی وجہ سے شکر رنجی ہو بھی جائے تو اسے تین دن سے زیادہ طول دینا حرام ہے۔ اس دوران میں صلح کر لینی چاہیے ورنہ اس عرصہ کے بعد فریقین آمنے سامنے آجائیں تو ہر ایک کو سلام میں پہل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ مسلّم علیہ کو چاہیے کہ فوراً سلام کا جواب دے ورنہ گنہگار رہے گا۔

نا اتفاقی سے بچنے کے لئے فراخ دلی اور کشادہ ظرفی کی انتہائی ضرورت ہوتی ہے۔ جس شخص سے خطا ہو جائے اسے چاہیے کہ معافی کا خواستگار ہو۔ دوسرے فریق کو اس کا عذر قبول کر کے درگزر سے کام لینا چاہیئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ جس کے سامنے اس کے بھائی نے عذر پیش کیا اور اس نے قبول نہ کیا تو اس کی گردن پر ظالم چنگی والے کا سا گناہ ہوگا (دیکھئے اس باب کی آخری حدیث)

بعض حالات میں دینی ضرورت کے پیشِ نظر قطع تعلق ضروری ہو جاتا ہے مثلاً کوئی مسلمان کھلم کھلا فاسق و فاجر ہو یا بہت بڑا بدعتی ہو اور سمجھانے پر الٹا اور بگڑتا ہو تو اس سے علیحدگی ہی بہتر ہے تاکہ مزید

Marfat.com

فتنہ نہ بڑھے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ

اور ابوہریرہؓ سے (روایت ہے) انہوں نے کہا کہ رسول اللہ

اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِیَّاکُمْ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بدگمانی سے

وَالظَّنَّ فَاِنَّ الظَّنَّ اَکْذَبُ الْحَدِیْثِ

بدگمانی کیونکہ یقیناً بدگمانی سب سے زیادہ جھوٹ بات

بچو کرو زیادہ کیونکہ بدگمانی سب سے بڑھ کر جھوٹ بات ہے

وَلَا تَحَسَّسُوْا وَلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا تَنَاجَشُوْا

اور نہ راز جوئی کرو اور نہ جاسوسی کرو اور نہ قیمت بڑھانیکو بولی دو

اور نہ کسی کی راز جوئی کرو اور نہ کسی کی جاسوسی کرو اور نہ قیمت بڑھانیکو بولی

وَلَا تَحَاسَدُوْا وَلَا تَبَاغَضُوْا

اور نہ باہم کر حسد کرو اور نہ باہم کر بغض رکھو

اور نہ ایک دوسرے سے حسد کرو اور نہ ایک دوسرے سے بغض رکھو

Marfat.com

وَلَا تَدَابَرُوْا وَكُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰهِ

اور نہ باہم روگردانی کرو اور ہو بندے

اور نہ باہم روگردانی کرو اور اے اللہ کے بندو بھائی بھائی

اِخْوَانًا وَفِيْ رِوَايَةٍ وَلَا تَنَافَسُوْا

بھائی اور میں روایت اور نہ جھگڑو

ہو جاؤ اور ایک روایت میں ہے کہ دنیاوی باتوں میں نہ جھگڑو

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

متفق علیہ ہے

ظنّ: اس کے اصل معنی ہیں گمان اچھا ہو یا برا لیکن یہاں برا گمان مراد ہے۔
حل بیت: بات، کلام لا تجسّسوا باب تفعّل سے ہے اور اصل میں لا تتجسّسوا ہے۔ ت کو تخفیف کے لئے حذف کیا گیا ہے۔ لا تحسّسوا کی بھی یہی صورت ہے ان دونوں لفظوں کے تقریباً ایک ہی معنی ہیں، البتہ تجسّس میں گہرائی زیادہ ہے۔ لا تناجشوا باب تفاعل سے ہے اصل میں لا تتناجشوا ہے تخفیف کے لئے ایک ت محذوف کی گئی ہے اس کا مادہ نجش ہے۔ نجش کے معنی ہیں بعض دوسرے آدمی کا نقصان کرنے کے لئے کسی سودے میں زیادہ بولی دینا یا قیمت بڑھانا۔ اسی طریقہ سے لا تباغضوا اور لا تدابروا بھی باب تفاعل سے آئے ہیں تدابر کے معنی ہیں ایک

Marfat.com

دوسرے سے منہ موڑ لینا عباد جمع ہے عبد (بندہ) کی۔ تنافس خسیس باتوں میں جھگڑنا۔

شرح:

اہل اسلام کو چاہیے کہ آپس میں بھائیوں کی طرح محبت، مروّت اور ہمدردی سے رہیں۔ کامل مؤمن وہ ہے جو اپنے مسلمان بھائی کے لئے بھی ویسی ہی بہتری چاہتا ہے جیسی اپنے لئے بلکہ بارہا اس کو اپنی ذات پر ترجیح دیتا ہے۔

کسی مسلمان کو روا نہیں کہ اپنے مسلمان بھائی سے لاتعلق ہوجائے یا اس سے بغض رکھے۔ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہوتا ہے، نہ اس پر ظلم کرتا ہے، نہ مشکل میں اس کا ساتھ چھوڑتا ہے اور نہ اسے حقیر جانتا ہے۔ مذکورہ صدر حدیث میں اہل اسلام کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ مندرجہ ذیل باتوں سے پرہیز کریں:

(۱) مسلمان بھائی کے بارے میں بدگمانی نہ کریں۔ ہر مسلمان کے بارے میں اچھی رائے رکھیں۔ اور اسے خواہ مخواہ برا آدمی نہ سمجھیں۔ اگر مسلمان ایک دوسرے پر بلا وجہ بدگمان ہونے لگیں گے تو اتحاد اور اتفاق کی بنیاد اکھڑ جائے گی۔ ایک دوسرے کا اعتبار نہ ہو تو باہمی سلوک اور تعاون کیسے قائم رہ سکتا ہے۔

بارہا یہ دیکھا گیا ہے کہ بعض لوگوں کے خلاف جو باتیں مشہور ہوتی ہیں ان کی بنیاد محض جھوٹ ہوتی ہے۔ اور لوگ انہیں ایک دوسرے سے سن کر بغیر تحقیق کے پھیلا دیتے ہیں۔ اس طرح ایک بے گناہ آدمی ناحق تہمت اور بدگمانی کا شکار ہوجاتا ہے۔ قرآن حکیم نے فرمایا ہے کہ بدگمانی سے بچو کیونکہ بعض بدگمانی میں گناہ ہوتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا

ارشاد ہے کہ ہر سُنی ہوئی بات کو (بغیر تحقیق کے) آگے پھیلا دینا ہی کافی جھوٹ ہوتا ہے۔

(۲) کسی کی پوشیدہ باتوں کی ٹوہ نہ لگاؤ۔

نبی کے سوا کون ہے جو خطاؤں اور گناہوں سے پاک ہے اس لئے اگر کسی کے کوائف کی جستجو شروع کر دی جائے تو شاید اُس کے کچھ عیوب کا سراغ مل جائے لیکن اس سے فائدہ کیا ہو گا؟ ایک آدمی کی شہرت داغ دار ہو گی، اس کے دل میں اپنے عیب جُو کے خلاف کینہ پیدا ہو گا، اور تہاجر و تقاطع کی نوبت آ جائے گی۔

انسان کو عموماً دو چیزیں بُرائی سے دور رکھتی ہیں۔ ایک اللہ کا خوف اور دوسرے دنیا کی شرم۔ بے حیائی دنیا کی شرم اُٹھ جانے کا ہی دوسرا نام ہے۔ جب تک انسان کے گناہ درونِ پردہ رہتے ہیں اس کی آنکھوں میں شرم کی کچھ جھلک رہتی ہے لیکن جب اس کے گناہ بے نقاب ہو جاتے ہیں تو اکثر یوں بھی ہوتا ہے کہ وہ اور کھل کر بیباک ہو جاتا ہے۔ اس لئے تجسس اور تحسس سے معاشرے کے مزید گناہ آلود ہونے کا اندیشہ رہتا ہے۔ ارشاد نبوی ہے:

إِنَّكَ إِنِ اتَّبَعْتَ عَوْرَاتِ الْمُسْلِمِينَ أَفْسَدْتَهُمْ أَوْ كِدْتَ أَنْ تُفْسِدَهُمْ

ترجمہ: اگر تو لوگوں کی پوشیدہ باتوں کے پیچھے پڑ جائے تو انہیں اور بگاڑ دے گا یا بگاڑنے کے قریب جا پہنچے گا۔

(۳) اگر کوئی آدمی کسی چیز کا سودا کرے تو اس کو نقصان دینے

سلسلہ ریاض الصالحین۔

کی غرض سے خریداری کا بہانہ کر کے قیمت نہ چڑھاؤ۔ دوسرے آدمی کے سودے پر صحیح نیت سے بھی سودا کرنا ممنوع ہے۔

(۴) ایک دوسرے سے حسد نہ کرو۔

حسد یہ ہے کہ آدمی خود تو دوسرے کی سی نعمت حاصل نہ کر سکے اور یہ خواہش رکھے کہ وہ بھی اس نعمت سے محروم ہو جائے۔ حسد کی آگ انسان کی سب صلاحیتوں اور خوبیوں کو مٹا کر رکھ دیتی ہے اس لئے اس کے شر سے پناہ مانگنی چاہیے۔

(۵) ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو۔ بغض نااتفاقی اور تباہی کا نقیب ہوتا ہے۔ اگر دو مسلمانوں کے درمیان کچھ رنجش ہو جائے تو دیگر مسلمانوں کو چاہیے کہ ان میں صلح کرا دیں۔ اگر وہ دیکھیں کہ اس مقصد کے لئے جھوٹ کے بغیر چارہ نہیں تو اس کی بھی اجازت ہے بشرطیکہ اس سے مزید فتنہ کا احتمال نہ ہو۔

(۶) ایک دوسرے سے منہ نہ موڑو۔ مصیبت آپڑنے پر دوست یا بھائی کا ساتھ چھوڑنا اپنی مردانگی سے لغاوت ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ

اور انسے[1] (روایت ہے) انہوں نے کہا کہ) رسول اللہ

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُفْتَحُ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا؛ جنت کے دروازے کھلتا ہے

[1] ابوہریرہؓ

أَبْوَابُ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْإِثْنَيْنِ وَ

دروازے | پیر کو | اور

پیر اور جمعرات کو کھولے

يَوْمَ الْخَمِيسِ فَيُغْفَرُ لِكُلِّ عَبْدٍ

جمعرات کو | اور بخشش کی جاتی ہے | ہر | بندہ

جاتے ہیں | اور ہر بندے کی جو اللہ کے ساتھ

لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا اِلَّا رَجُلٌ

نہیں شریک رکھتا ہے ساتھ اللہ | سوائے | آدمی

کسی چیز کو شریک نہیں رکھتا بخشش کردی جاتی ہے | سوائے

كَانَتْ بَيْنَهُ وَبَيْنَ أَخِيهِ

تھی | درمیان اسکے اور درمیان | بھائی | اسکا

اس آدمی کے جس کے بھائی اور اس کے درمیان

شَحْنَاءُ فَيُقَالُ أَنْظِرُوا هٰذَيْنِ

عداوت | تو | کہا جاتا ہے | انتظار کرو | یہ | دو

عداوت ہوتی ہے تو کہا جاتا ہے: ان دو کا انتظار کرو

Marfat.com

حَتّٰى يَصْطَلِحَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

آپس میں صلح کر لیں

حتیٰ کہ وہ صلح کر لیں — اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

شحن: بھرا۔ شحناء: وہ عداوت جو دل کو بھر دے۔

حدیث سے مراد یہ ہے کہ جو مسلمان بھائی ایک دوسرے کو معاف نہیں کریں گے اللہ تعالیٰ بھی انہیں معاف نہیں کرے گا۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

اور انہی سے (روایت ہے)۔ انہوں نے کہا کہ — رسول اللہ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُعْرَضُ

پیش کیا جاتا ہے

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، — لوگوں کے

اَعْمَالُ النَّاسِ فِيْ كُلِّ جُمُعَةٍ

اعمال — لوگ — میں — ہر — ہفتہ

اعمال ہر ہفتے دو بار پیش کیے جاتے ہیں،

لے ابو ہریرہؓ

Marfat.com

مَرَّتَيْنِ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَيَوْمَ الْخَمِيْسِ فَيُغْفَرُ

دوبار پیر کو اور جمعرات کو اور مغفرت کی جاتی ہے

پیر کو اور جمعرات کو اور ہر مومن

لِكُلِّ عَبْدٍ مُؤْمِنٍ اِلَّا عَبْدًا

ہر بندہ مومن سوا بندہ

بندے کی مغفرت کردی جاتی ہے سوائے اس بندے کے

بَيْنَهُ وَبَيْنَ اَخِيْهِ شَحْنَاءُ

درمیان اسکے اور درمیان بھائی اسکا عداوت

کہ اس کے بھائی اور اس کے درمیان عداوت ہو۔

فَيُقَالُ اُتْرُكُوْا هٰذَيْنِ حَتّٰى يَفِيْئَا

تو کہا جاتا ہے چھوڑ دو یہ دو رجوع کرلیں

کہا جاتا ہے، انہیں رہنے دو حتیٰ کہ رجوع کرلیں

رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

جُمُعَہ سے یہاں ہفتہ مراد ہے - یہ حدیث سابقہ حدیث کی ہم مضمون ہے

Marfat.com

وَعَنْ اُمِّ كُلْثُوْمِ بِنْتِ عُقْبَةَ بْنِ

اور امّ کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط سے

اَبِیْ مُعَیْطٍ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ

(روایت ہے) اُنہوں نے کہا (کہ) میں نے رسول اللہ

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ

صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا

لَيْسَ الْكَذَّابُ الَّذِیْ يُصْلِحُ بَيْنَ

نہیں جھوٹا جو اصلاح کرتا ہے درمیان

کذّاب وہ نہیں جو لوگوں میں اصلاح کرتا ہے

النَّاسِ وَيَقُوْلُ خَيْرًا وَّيَنْمِیْ خَيْرًا

لوگ اور کہتا ہے بھلی بات اور پہنچاتا ہے بھلی بات

اور بھلی بات کہتا ہے اور بھلی بات پہنچاتا ہے

Marfat.com

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَزَادَ مُسْلِمٌ قَالَتْ

کہا مسلم اور بڑھایا

متفق علیہ ہے اور (امام) مسلم نے بڑھایا ہے کہ انہوں نے کہا میں نہیں یعنی

وَلَمْ اَسْمَعْهُ تَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ

اور نہ سُنا میں نے اسکو مراد تھی انکی

رسول اللہ علیہ وسلم کو

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرَخِّصُ فِي شَيْءٍ مِمَّا

رخصت دیتا ہے میں چیز (اس) سے جو

اجازت دیتے ہوئے نہیں سنا کسی چیز کی اس میں

يَقُوْلُ النَّاسُ كَذِبٌ اِلَّا فِي ثَلَاثٍ

کہتا ہے لوگ جھوٹ سوا میں تین

سے جسے لوگ جھوٹ کہتے ہیں سوائے تین کے :

اَلْحَرْبُ وَالْاِصْلَاحُ بَيْنَ النَّاسِ

جنگ اور درمیان لوگ

جنگ اور لوگوں میں اصلاح کرنا

Marfat.com

وَحَدِيْثُ الرَّجُلِ اِمْرَأَتَهُ وَحَدِيْثُ

اور بات کہنا آدمی عورت اسکی اور بات کہنا

اور مرد کا اپنی بیوی سے بات کہنا اور عورت

الْمَرْأَةِ زَوْجَهَا وَذُكِرَ حَدِيْثُ جَابِرٍ

عورت خاوند اسکا اور بیان کی گئی

کا اپنے خاوند سے بات کہنا اور جابر کی حدیث:

اَنَّ الشَّيْطَانَ قَدْ اَيِسَ فِيْ بَابِ الْوَسْوَسَةِ

کہ یقیناً ہے مایوس ہوا میں باب وسوسہ

اَنَّ الشَّيْطَانَ قَدْ اَيِسَ وسوسہ کے باب میں بیان کی گئی ہے

نما اپنے پاس سے بات جوڑ کر پہنچانی یَنْمِی مضارع ہے۔

شرح

مندرجہ ذیل صورتوں میں جھوٹ کی اجازت ہے بشرطیکہ اس کے بغیر چارہ نہ ہو اور اس سے مزید فتنہ نہ بڑھے:

۱۔ کُفّار سے جنگ: اپنی جنگی چالوں پر پردہ ڈالنا اور کُفّار کے حربوں کو ناکام کرنا۔

۲۔ لوگوں کے درمیان اصلاح کرنا یعنی اُن کے تعلقات کو درست کرنا اور فتنہ و فساد کی بیخ کنی کرنا۔

۳۔ میاں بیوی کا ایک دوسرے کو منانا۔

Marfat.com

صرف ان تین صورتوں میں جھوٹ کی اجازت ہے بشرطیکہ کسی کو ناحق ضرر نہ پہنچے اور فساد کی پیش بندی ہو جائے۔ اگر اس کے بغیر گزارا ہو سکتا ہو تو حتی الوسع گریز کرنا چاہیے کیونکہ یہ اجازت انتہائی اضطرار کی صورت میں ہے۔

اَلفَصلُ الثَّانِی

اسماء بن یزیدؓ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جھوٹ صرف تین باتوں میں روا ہے، خاوند کا بیوی کو راضی کرنے کے لئے جھوٹ بولنا اور جنگ میں جھوٹ بولنا اور لوگوں میں اصلاح کرنے کے لئے جھوٹ بولنا۔ اس کی روایت احمد اور ترمذی نے کی ہے۔

اور عائشہؓ سے (روایت ہے) انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مسلمان کو روا نہیں کہ مسلمان سے تین روز سے بڑھ کر کشیدہ رہے جب اس سے ملے تو اس پر تین بار سلام ڈالے۔ ان میں سے کسی کا بھی جواب نہ ملے تو (دوسرا آدمی) اس گناہ کا مورد ہوگا۔ اس کی روایت ابو داؤد نے کی ہے۔

اور ابوہریرہؓ سے (روایت ہے) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مسلمان کو روا نہیں کہ اپنے بھائی سے تین دن سے بڑھ کر کشیدہ رہے۔ تو جو تین دن سے زیادہ کشیدہ رہا اور مر گیا تو آگ میں داخل ہوا۔ اس کی روایت احمد اور ابو داؤد نے کی۔

اور ابوخراش سُلمیؓ سے (روایت ہے) کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا، جو آدمی اپنے بھائی سے ایک برس کشیدہ رہا تو یہ اس

ٹ: در اصل اسلمی ہے۔

کانعوں بہانے کے برابر ہے - اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے -

اور ابوہریرہؓ سے (روایت ہے) - انہوں نے کہا (کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (کہ) مؤمن کو روا نہیں کہ مؤمن سے تین دن سے زیادہ کشیدہ رہے - اگر تین دن گزر چکیں اور وہ اس کے سامنے آئے تو اس پر سلام ڈالے اگر اس نے سلام کا جواب دیا تو وہ ثواب میں شریک ہوں گے - اور اگر (دوسرے نے) جواب نہ دیا تو گناہ کا سزاوار وہ ہوگا - اور سلام ڈالنے والا کشیدگی سے باہر ہو جائے گا - اس کی روایت ابوداؤد نے کی -

اور ابودرداءؓ سے (روایت ہے) - انہوں نے کہا (کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمہیں روزہ، صدقہ اور نماز کے درجے سے بھی بالاتر (درجے) کا پتہ نہ دوں؟ (ابودرداءؓ نے) کہا ہم نے عرض کیا کیوں نہیں؟ فرمایا تعلقات کی اصلاح کرنا - تعلقات بگاڑنا نیکیوں کو زائل کرتا ہے - اس کی روایت کی ابوداؤد نے اور ترمذی نے اور کہا یہ حدیث صحیح ہے -

اور زبیرؓ سے (روایت ہے) - انہوں نے کہا (کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم سے پہلی امتوں کی بیماری تمہاری طرف سرایت کرنے لگی ہے یہ بغض اور کینہ یہ مونڈنے والی ہے - میں یہ نہیں کہتا کہ یہ بالوں کو مونڈتی ہے بلکہ دین کو مونڈتی ہے اس کی روایت احمد اور ترمذی نے کی -

اور ابوہریرہؓ سے منجانب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (روایت ہے) - آپؐ نے فرمایا حسد سے دور رہو کیونکہ حسد نیکیوں کو کھا جاتا ہے جیسے آگ ایندھن کو کھاتی ہے - اس کی روایت ابوداؤد نے کی -

---

ؔ متن میں ذات البین کا لفظ ہے - بین کا لفظ اضداد میں سے ہے - ذات البین سے مراد انسان کی وہ خصلت ہے جو باہمی ربط رکھتی ہے -

اور ان سے حقا نب نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم روایت ہے۔ آپ نے فرمایا تعلقات کی خرابی سے بچو کیونکہ یہ نیکیوں کو زائل کر دیتی ہے۔ اس کی روایت ترمذی نے کی۔

اور ابو ہریرہ سے (روایت ہے) کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا جس نے دوسرے کو ضرر دیا اللہ اسے (بھی) ضرر پہنچائے گا۔ اور جس نے دوسرے پر سختی کی اللہ اس پر سختی کرے گا۔ اس کی روایت کی ابن ماجہ نے اور ترمذی نے اور کہا یہ حدیث غریب ہے۔

اور ابو بکر صدیق رضی سے (روایت ہے)۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا جس نے مؤمن کو ضرر دیا یا اس سے فریب کیا وہ ملعون ہے۔ اس کی روایت ترمذی نے کی اور کہا یہ حدیث غریب ہے۔

اور ابن عمر رض سے (روایت ہے)۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم منبر پر تشریف فرما ہوئے اور بلند آواز سے پکارا اے وہ گروہ جو زبان سے اسلام لایا اور ایمان اس کے دلوں تک نہ پہنچا مسلمانوں کو دکھ نہ دو اور انہیں طعنے نہ دو اور ان کی پوشیدہ باتوں کے درپے نہ ہو کیونکہ جو اپنے مسلمان بھائی کی پوشیدہ بات کے درپے ہو اللہ اس کے پردہ کے درپے ہوگا۔ اور وہ جس کے پردہ کے درپے ہو اسے رسوا کر دیتا ہے چاہے وہ مکان کے اندر رہے۔ اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

سعید بن زید رض سے منجانب نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم (روایت ہے)۔ آپ نے فرمایا مسلمان کی عزت پر ناحق دست درازی کرنا سب سے بڑھی ہوئی بات ہے۔ اس کی روایت ابو داؤد نے کی ہے۔ اور بیہقی نے شعب الایمان میں۔

اور انس رض سے (روایت ہے)۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا جب مجھے میرا رب معراج پر لے گیا تو میرا گزر ایسے لوگوں پر ہوا جن کے ناخن تانبے کے تھے۔ اور وہ اپنے چہروں اور سینوں کو کھرونچ رہے تھے۔ میں نے کہا اے جبریل! یہ کون ہیں؟

لہ حضرت ابو ہریرہ رض سے

Marfat.com

کیا یہ وہ ہیں جو لوگوں کی غیبت کرتے ہیں۔ اور انکی عزت پر حملہ کرتے ہیں۔ اسکی روایت ابوداؤد نے کی ہے
اور مستورد رضہ سے متجانب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (روایت ہے)۔ آپ نے فرمایا، جس نے کسی
مسلمان آدمی (کی آبرو) کے عوض لقمہ کھایا تو اللہ اسے جہنم میں ویسا ہی کھلائیگا۔ اور جس کو کسی مسلمان
شخص کی آبرو کے عوض کپڑا پہنایا گیا تو اللہ اسے جہنم میں ویسا ہی کپڑا پہنائیگا۔ اور جو شخص کسی سے
سخن سازی اور ریاء کریگا اللہ اسے قیامت کے روز سخن سازی اور ریاء کے مقام پر کھڑا کریگا۔
اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔

اور ابوہریرہؓ سے (روایت ہے)۔ انہوں نے کہا (کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،
حُسنِ ظن حسن عبادت میں سے ہے۔ اس کی روایت احمد اور ابوداؤد نے کی ہے۔

اور عائشہؓ سے (روایت ہے)۔ انہوں نے کہا کہ صفیہؓ کا اونٹ بیمار پڑ گیا اور زینبؓ کے پاس
زائد سواری تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زینبؓ سے فرمایا اسے ایک اونٹ دو۔ انہوں نے کہا،
کیا اس یہودن کو دوں؟ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت خفا ہوئے اور ذوالحجہ اور محرم اور صفر
کا کچھ حصہ ان سے الگ رہے۔ اسکی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔ اور معاذ بن انسؓ کی حدیث مَن حَمیٰ
مُؤمِناً کا بیان باب الشفقة والرحمة میں ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِث

ابوہریرہؓ سے (روایت ہے)۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا، عیسیٰ ابن مریمؑ نے ایک شخص کو چوری کرتے دیکھا۔ عیسیٰؑ نے فرمایا، تو نے
چوری کی۔ اس نے کہا قطعاً نہیں قسم اس کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ عیسیٰؑ نے فرمایا،
میں اللہ پر ایمان لایا اور اپنی تغلیط کرتا ہوں۔ اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔
اور انسؓ سے (روایت ہے)۔ انہوں نے کہا (کہ) رسول اللہ صلی اللہ

Marfat.com

علیہ وسلّم نے فرمایا، فقر کفر ہونے کے قریب پہنچ جاتا ہے ۔ اور حسد تقدیر پر غالب آنے کے قریب پہنچ جاتا ہے ۔

اور جابرؓ سے (روایت ہے)۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا، جس نے اپنے بھائی سے اعتذار کیا اور اس نے عذر قبول نہ کیا تو اس پر (ظالم) چونگی والے کے برابر گناہ ہوگا ۔

ان دو (حدیثوں) کی روایت بیہقی نے شعب الایمان میں کی ہے اور کہا ہے کہ مکّاس کے معنی ہیں عشّار[1] ۔

---

[1] مال کا دسواں حصہ چونگی وصول کرنے والا ۔

Marfat.com

بابُ الحذرِ والثانی

حذر: حذر کے لغوی معنی خوف کے ہیں لیکن اس سے مراد وہ خوف نہیں جو بزدلانہ فرار سکھاتا ہے۔ بلکہ وہ خوف ہے جو ہوشیاری، بیدار طبعی اور مستعدی کی روح ہے۔ شکاری اپنی بندوق سنبھالے گھنے جنگل میں شیر کی تلاش میں نکلتا ہے، پھونک پھونک کر قدم اٹھاتا ہے، اِدھر اُدھر نگاہ پھیر کر دیکھتا ہے کہ اچانک کوئی درندہ حملہ آور نہ ہو جائے۔ وہ اندیشہ ناک ضرور ہے، کبھی کبھار رونگٹے بھی کھڑے ہو جاتے ہیں لیکن وہ بزدل نہیں، قدم آگے ہی آگے بڑھائے چلا جاتا ہے۔ اس ہمت آموز خوف اور حوصلہ پرور اندیشہ کو حذر کہتے ہیں۔ انگریزی میں اس کا مرادف لفظ CAUTION ہے۔

بعض حالات انتہائی حذر کا مطالبہ کرتے ہیں اور بعض میں اس کی کم ضرورت ہوتی ہے۔ بہرحال حیات کا کوئی لمحہ اس سے خالی نہیں ہوتا۔ سوائے ان افراد کے جنہیں نفع و ضرر اور ثواب و خطا سے کوئی غرض نہیں ہوتی۔ ہم انہیں غافل اور لاابالی کے لقب دیتے ہیں۔ آدمی زندگی کا کوئی کام بھی کرے، ہمیشہ شعوری یا لاشعوری طور پر دھیان رکھتا ہے کہ اس سے کوئی خطا یا غلطی سرزد نہ ہو جائے۔ اسی دھیان کا دوسرا نام حذر ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ دنیا اور عورتوں سے تقویٰ رکھو۔ یہاں تقویٰ سے بھی حذر مراد ہے۔

راقم السطور نے اپنی تالیف اسلامی نظام حیات میں تقویٰ کے زیر عنوان اس امر پر بحث کی ہے کہ ابقائے عہد تقویٰ کے لئے از بس لازم ہے۔ یہاں یہ

Marfat.com

عرض کرنا ہے کہ جس طرح تحذر اور تقویٰ کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ اسی طرح امانت گزاری اور ایفائے عہد بھی لازم و ملزوم ہیں۔ لہٰذا تحذر اور امانت کا بھی گہرا رشتہ ہے صاحب مشکوٰۃ رحمۃ اللہ علیہ باب زیر نظر کی دوسری فصل میں امانت کی احادیث بھی لائے ہیں۔ ان احادیث میں امانت اعتماد کے ہم معنی ہے۔ صاحب مشکوٰۃ رحمہ کا مطلب صاف یہ ہے کہ تحذر میں یہ بات بھی شامل ہے کہ آدمی دیکھ بھال کر دوسروں پر اعتماد کرے، عہد شکن آدمی سے دوبارہ دھوکا نہ کھائے، انہی لوگوں سے ہم نشینی رکھے جو بھروسے کے قابل ہیں، مشورہ انہی سے لے جو صاحب خلوص اور اہل خرد ہیں۔

مندرجہ بالا بحث اور باب زیر نظر کی احادیث پر نگاہ ڈالی جائے تو تحذر کے مندرجہ ذیل معانی سامنے آتے ہیں۔

خود کو رکھنا، چوکنا، بیدار طبع اور خطرہ سے ہشیار رہنا، خود پر ضبط رکھنا، سنبھل کر رہنا۔ فکر اور اندیشہ رکھنا، خطا اور غلطی کا دھیان رکھنا، عزم و احتیاط، مجلس اور اعتماد کے لئے درست افراد کا انتخاب کرنا۔

تأنّی اس کے لغوی معنی تاخیر ہیں لیکن وہ تاخیر مراد نہیں جو سستی غفلت یا ٹال مٹول کا نتیجہ ہوتی ہے۔ بلکہ وہ تاخیر جو احتیاط اور تأمل سے وابستہ ہوتی ہے۔ لہٰذا تأنّی کے معنی ہوں گے:

تحمّل و تأمّل

آدمی جب کسی کام کو شروع کرنے سے پہلے کچھ دیر رک کر سوچنے لگے کہ اس میں بہتری ہوگی یا برائی یا اس کے انجام دینے کے کیا کیا طریقے ہو سکتے ہیں تو اس درنگ یا تاخیر کو تأنّی کہیں گے۔ جدید نفسیات کا کہنا ہے کہ

Marfat.com

جب بھی ہم کسی کام سے رک جاتے ہیں تو اس وقت ہمارا ذہن لامحالہ کسی سوچ میں پڑ جاتا ہے۔ چاہے ہمیں اس کا شعور ہو یا نہ ہو۔ نباضِ انسانیت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے بھی اسی لئے تانی کا حکم فرمایا ہے۔ اسی کے پیشِ نظر راقم ہذا نے فصلِ اول کے متن کے ترجمہ میں تانی کے معنی تامل لکھے ہیں۔

تانی جلد بازی کی ضد ہے۔ اس سے انسان میں حلم و سکون اور متانت و تمکن کے اوصاف پیدا ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بعض دفعہ تانی کا لفظ نرم خوئی اور وقار کے معنی میں بھی آتا ہے۔

حذر و تانی کی اہمیت: نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ارشادات مبارکہ سے ثابت ہوتا ہے کہ حذر و تانی اچھی سیرت اور اچھی روش ہے۔ اور اخلاقِ نبوت میں سے ہے۔

عقل و تدبر سے بصیرت کو جلا حاصل ہوتی ہے۔ قرآن حکیم میں اہل ایمان کی ایک صفت یہ بتائی گئی ہے:۔ وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّعُمْيَانًا (۲۵-۷۳)

ترجمہ: جب انہیں ان کے رب کی آیات سمجھائی جاتی ہیں تو ان پر اندھے بہرے ہو کر نہیں گرتے۔

مقصود یہ ہے کہ آیاتِ قرآنی کو دھیان سے سن کر ان میں فکر و تدبر کرنا چاہیے۔ کسی کام کو اندھا دھند شروع نہ کیا جائے۔ عبادات میں بھی آداب و شروط کا خوب دھیان رہے مثلاً وضوء میں عجلت کر کے ایڑی کا ہی ایک حصہ خشک رہنے دیا تو نماز نہ ہوگی نماز کے اثناء میں دھیان جس قدر اللہ تعالیٰ کی طرف ہوگا اتنا ہی زیادہ ثواب ہوگا۔

عقل و تدبر ہی سے انسان میں درستیٔ اعمال صلاحیت پیدا ہوتی ہے۔ لہٰذا جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے کہ آخرت میں جزاء عقل کے موافق

Marfat.com

ملے گی۔ یہاں عقل سے مراد عقل کا استعمال ہے یعنی انسان کو جس قدر بھی عقل ملی ہے اسے مصروف میں لائے۔

تمدن کا تقاضا ہے کہ اسے عمل کی دنیا سے جدا نہ رکھا جائے بلکہ کی ایسی شعبدہ بازیاں جن کا عمل سے کوئی واسطہ نہ ہو قوم کو ہلاکت کے دروازے پر لا کھڑا کرتی ہیں۔ ذہنی عیاشی سے حذر کرنا چاہیے۔ صرف اسی مدبر کی رائے کا اعتبار کرنا چاہیے جس نے زندگی کے نشیب و فراز دیکھے ہوں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے۔ لَا حَكِيْمَ اِلَّا ذُوْ تَجْرِبَةٍ ترجمہ: صرف تجربہ کار شخص ہی صاحب حکمت ہوتا ہے۔

بَابُ الْحَذَرِ وَالتَّاَنِّیْ فِی الْاُمُوْرِ

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ	
ابو ہریرہؓ سے روایت ہے)۔ انہوں نے کہا کہ)	رسول اللہ صلی
صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یُلْدَغُ الْمُؤْمِنُ	
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا)	مؤمن ایک سوراخ سے دو بار نہیں کاٹا جاتا ہے

Marfat.com

مِنْ جُحْرٍ وَّاحِدٍ مَرَّتَيْنِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

سے سوراخ ایک دوبار

نہیں کاٹا جاتا متفق علیہ ہے

ابو عزہ نام ایک شاعر بدر کی جنگ میں مشرکین کی طرف سے گرفتار ہوا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے اس وعدے پر اسے آزاد فرما دیا کہ دوبارہ مشرکین کو اہل اسلام کے خلاف نہیں بھڑکائے گا۔ اور نہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہجو کرے گا۔ وہ واپس جا کر باز نہ آیا۔ اُحد کی جنگ میں پھر اسیر ہوا اور حضور سے رہائی کی درخواست کی۔ حضور نے فرمایا: لَا يُلْدَغُ الْمُؤْمِنُ مِنْ جُحْرٍ مَرَّتَيْنِ۔

اس حدیث میں تحذر کی تاکید ہے۔ اس عنوان پہ مفصل بحث تمہیدی مقالہ میں گزر چکی ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ

اور ابن عباس سے روایت ہے)

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد القیس کے رئیس) اشج سے

Marfat.com

لِأَشَجِّ عَبْدِ الْقَيْسِ إِنَّ فِيكَ لَخَصْلَتَيْنِ

یقیناً تجھ میں — دو خصلتیں

فرمایا — تجھ میں دو خصلتیں (ایسی) ہیں جنہیں

يُحِبُّهُمَا اللّٰهُ الْحِلْمُ وَالْأَنَاةُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

پسند کرتا ہے انہیں — ضبط — اور — تأمل

اللہ پسند کرتا ہے: ضبط اور تأمل — اس کی روایت مسلم نے کی ہے

اَشَجّ اصل میں اسے کہتے ہیں جس کے ماتھے پر زخم کا نشان ہو۔ یہ قبیلہ عبد القیس کے رئیس کا لقب تھا۔

خصلت: خو

حلم: خود کو ہیجان سے روکنا۔ ضبط تحمل حلم عقل کا نتیجہ ہے اسلئے بعض مفسرین کرام نے اسکی تفسیر عقل کی ہے۔ لغت میں بالغ ہونے کیلئے "حُلُم" کا لفظ بھی آتا ہے۔ اَناۃ: تأنی: تأمل۔

شرح:

قبیلہ عبد القیس کا ایک وفد جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا مدینہ پہنچے تو بے تابانہ عجلت سے حضور کی خدمت میں روانہ ہوئے۔ رئیس وفد کا نام اشج تھا۔ انہوں نے ضبط و تحمل سے کام لیا۔ کچھ دیر سواریوں کے پاس رک گئے۔ ان کا سامان سنبھالا۔ اپنی اونٹنی کے گھٹنے باندھے، اچھا لباس پہنا اور پھر بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوئے۔ حضور نے انہیں اپنے پاس بٹھایا اور اثنائے کلام میں فرمایا، تم میں دو خصلتیں ایسی ہیں جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں یعنی ضبط اور تحمل

انہی امور کا انجام درست ہوتا ہے جن میں ضبط و تحمل اور تأمل کا ثبوت دیا جائے۔

انسان میں تحمل نہ ہو تو طویل المیعاد منصوبے ادھورے رہ جائیں اور علمی اور تحقیقی کاوشوں کا نشان تک نہ رہے۔ اہل تحقیق کو ایک ایک مسئلہ کے حل کرنے میں برسوں گزر جاتے ہیں۔ اگر جلد بازی سے کام لیا جائے تو کسی مسئلہ میں تحقیق نہ ہو سکے۔ کام کاج میں دلچسپی نہ رہے اور آدمی فرائض سے پیچھا چھڑانے کا عادی ہو جائے۔ اس سے سب امور میں بگاڑ پیدا ہو جائے گا۔ لہٰذا حدیث میں آیا ہے کہ عجلت بازی شیطان کی طرف سے ہے۔

اسلام میں ضبط و تحمل کی اس قدر تاکید ہے کہ اگر نماز باجماعت کا وقت بھی نکل رہا ہو تو مسجد میں بھاگ کر جانے کی اجازت نہیں۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِی

سہل بن سعد ساعدی سے (روایت ہے) کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تحمل اللہ کی طرف سے ہے اور جلد بازی شیطان کی طرف سے۔ اس کی روایت ترمذی نے کی ہے اور کہا ہے (کہ) یہ حدیث حسن ہے۔ اور بعض اہل حدیث نے عبدالمہیمن بن عباس راوی میں اس کے حافظہ کی جانب سے کلام کیا ہے۔

اور ابو سعید سے (روایت ہے) انہوں نے کہا (کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حلیم صرف وہ ہے جس نے ٹھوکر کھائی ہے۔ اور حکیم صرف وہ ہے جو تجربہ کار ہے۔ اس کی روایت کی ہے احمد نے اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

اور انس سے (روایت ہے) کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا مجھے نصیحت فرمائیے۔ آپ نے فرمایا کام میں تدبیر سے ہاتھ ڈال۔ اگر تجھے اس کے انجام میں بھلائی نظر آئے تو اسے طے کر اور اگر بھٹکنے کا ڈر ہو تو رک جا۔

اس کو شرح السنۃ میں روایت کیا ہے۔

اور مصعب بن سعد سے اُن کے والد کی جانب سے (روایت ہے)۔ اعمش کہتا ہے کہ مجھے اس کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے ہی علم ہے۔ سوائے عملِ آخرت کے ہر شئے میں تاُنی بہتر ہے۔ اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔

اور عبداللہ بن سرجس سے (روایت ہے) کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حسنِ خُلق، تاُنی اور اعتدال نبوت کے چوبیس اجزاء میں سے ایک جزو ہے اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

اور ابن عباس رضی سے (روایت ہے) اکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھی سیرت، اچھی روش اور اعتدال نبوت کے پچیس اجزاء میں سے ایک جزو ہے۔ اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔

اور جابر بن عبداللہ سے منجانب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (روایت ہے)۔ آپ نے فرمایا کہ جب کسی مرد نے بات کہی اور اِدھر اُدھر دیکھا تو یہ امانت ہے۔ اس کی روایت ترمذی اور ابوداؤد نے کی ہے۔

اور ابوہریرہؓ سے (روایت ہے)، کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوالہیثم بن تیہان سے فرمایا، کیا تمہارا کوئی خادم ہے؟ عرض کیا، نہیں۔ فرمایا، جب ہمارے پاس غلام آئیں تو ہمارے پاس آنا۔ اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دو غلام پیش کیے گیے۔ ابوالہیثم آپ کے پاس حاضر ہوا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ان سے ایک چن لے۔ اس نے کہا، یا نبی اللہ! آپ مجھے چن دیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس سے مشورہ پوچھا جائے وہ

لہ اس روایت کا

جدا ہونا امانت ہوتا ہے۔ اس لیے کیونکہ میں نے اسے نماز پڑھتے دیکھا ہے اور اس کے بارے میں میری طرف سے خوش سلوکی کا مشورہ قبول کر۔ اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

اور جابر سے (روایت ہے)۔ انہوں نے کہا (کہ) نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا "مجلسیں امانت سے ہوتی ہیں سوائے تین مجلسوں کے۔ خون بہانا حرام ہے اور شرمگاہ حرام ہے۔ اور ناحق مال مارنا حرام ہے۔ اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔ اور ابوسعید کی حدیث اِنَّ اَعْظَمَ اِلْاَمَانَةِ کا بیان باب المعاشرۃ کی پہلی فصل میں ہو چکا ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

ابوہریرہؓ سے متجاب نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم (روایت ہے)۔ آپؐ نے فرمایا "جب اللہ نے عقل کو پیدا کیا تو اس سے کہا "اٹھ"۔ وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ پھر اس سے کہا "پیٹھ پھیر"۔ اس نے پیٹھ پھیری۔ پھر اس سے کہا "رخ ادھر کر"۔ اس نے رخ پھیرا۔ پھر اس سے کہا "بیٹھ جا"۔ وہ بیٹھ گئی۔ پھر اس سے کہا "میں نے کوئی چیز تجھ سے بہتر اور افضل اور عمدہ پیدا نہیں کی۔ تیری ہی وجہ سے گرفت کرتا ہوں تیری ہی وجہ سے عطا کرتا ہوں تیری ہی وجہ سے پہچانا جاتا ہوں۔ تیری ہی وجہ سے عتاب کرتا ہوں۔ تیری ہی وجہ سے ثواب اور تجھی پر عقاب ہے۔ اس میں بعض علماء نے کلام کیا ہے[1]۔

اور ابن عمرؓ سے (روایت ہے)۔ انہوں نے کہا (کہ) رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا "آدمی ہوتا ہے اہلِ صلوٰۃ وصوم وزکاۃ وحج وعمرہ میں سے یہاں

---

[1] علامہ سخاوی نے مقاصد میں لکھا ہے کہ یہ بالاتفاق جھوٹ اور من گھڑت ہے۔

Marfat.com

تک کہ آپ نے نیکی کے سب اجزاء گن لئے اور (فرمایا) قیامت کے روز صرف عقل کے موافق اسے جزا دی جائے گی۔

اور ابوذر سے (روایت ہے) انہوں نے کہا کہ مجھ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوذر! کوئی تدبیر عقل کے مانند نہیں اور کوئی ورع ترک جانے کے مانند نہیں اور کوئی حسب حسن اخلاق کے مانند نہیں۔

اور ابن عمر سے (روایت ہے) انہوں نے کہا کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خرچ میں اعتدال رکھنا آدھی گزران ہے اور لوگوں سے محبت کا اظہار کرنا آدھی عقل ہے اور اچھا سوال کرنا آدھا علم ہے۔ بیہقی نے ان چاروں حدیثوں کو شعب الایمان میں روایت کیا ہے۔

باب الرفق والحیاء وحسن الخلق

رفق | رفق کے معنی ہیں:

(۱) نرمی ملایمت۔ مثلاً کسی شاخ کا نرم اور لچکدار ہونا انسان کا رفق یہ ہے کہ اس کے مزاج میں اکڑ، ضد اور ہٹ دھرمی نہ ہو، احباب و اعزہ کے مزاج سے جہاں تک ہو سکے موافقت کرے۔ غلطی نہ کرے، اس کے خیالات میں لچک ہو یعنی اپنی غلطی پہ جان لو تجدید کر اصرار نہ کرے اور بموجب فرمان نبوی خُذْ مَا صَفَا دوسروں کے ہاں جو حق بات دیکھے اسے اختیار کرے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مندرجہ ذیل حدیث میں رفق کے یہی معنی کام کر رہے ہیں

ایمان والے بردبار اور نرم مزاج ہوتے ہیں فرماں بردار اونٹ کی طرح اگر اسے نکیل سے کھینچا جائے تو کھنچ جاتا ہے اور اگر اسے چٹان پر بٹھایا جائے

Marfat.com

تو بیٹھ جاتا ہے۔ (مشکوٰۃ)

(۲) قول و فعل کی لطافت۔

قول کی لطافت یہ ہے کہ زبان میں دلآویزی ہو، لہجہ کرخت نہ ہو، الفاظ میں سادگی اور شیرینی ہو۔

فعل کی لطافت یہ ہے کہ ہر کام کو سکون و اطمینان کے ساتھ عمدہ ترین، سہل ترین اور سادہ ترین طور سے انجام دے مثلاً ڈاکٹر مریض کا علاج دوا سے کر سکے تو آپریشن سے پرہیز کرے اور اگر آپریشن لابدی ہو تو نہایت سنبھل کر مکمل حزم و احتیاط کے ساتھ نشتر چلائے۔ زندگی کے جتنے امور ہیں ناخن تراشنے سے دل کے آپریشن تک اور بچوں کی پرورش سے لے کر عالمی سیاست تک سب میں لطف اور احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے حتی الوسع ایسے ذرائع اختیار کئے جاتے ہیں جن سے اپنی یا دوسرے کی طبع کو ناگواری نہ ہو۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ارشاد ہے کہ جب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دو باتیں پیش ہوئیں تو آپ آسان تر کو اختیار فرماتے بشرطیکہ اس میں گناہ نہ ہو۔ (الترغیب و الترھیب)

۳ آسانی کرنا یعنی

کسی پر طاقت سے زیادہ بوجھ یا مشقت نہ ڈالنا، جہاں تک ہو سکے دوسروں سے تکلیف دور کرنا، بے جا پابندیاں نہ لگانا۔ حدیث نبوی ہے، یَسِّرُوا وَلَا تُعَسِّرُوا۔ ترجمہ: آسانی پیدا کرو تنگی نہ کرو۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک دیہاتی نے جو ابھی نیا نیا اسلام لایا تھا مسجد النبی میں پیشاب کر دیا۔ لوگ اسے مارنے دوڑے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، اسے کچھ نہ کہو اور پیشاب پر ایک ڈول پانی بہا دو۔ تمہیں آسانی کرنے کے

Marfat.com

لئے بھیجا گیا ہے مشقت ڈالنے کے لئے نہیں بھیجا گیا۔

حیاء حیاء لغت میں اس عار اور انکسار کو کہتے ہیں جو کسی قابلِ مذمت فعل سے طاری ہو جائے یا اس کے خوف سے آدمی بدی سے گریزاں رہے۔

شرع میں حیاء اس طبعی خاصہ کو کہتے ہیں جو برائی سے دور رکھتا ہے اور حق دار کا حق پہنچانے میں کوتاہی نہیں کرنے دیتا۔

شرعی نقطۂ نگاہ سے صحیح معنی میں حیاء وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کی خاطر ہو۔ اس کے کئی مدارج ہیں۔ بلند ترین درجہ یہ ہے کہ آدمی کو خلوت و جلوت ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے حیاء ہو۔ آدمی تنہائی میں بھی گناہ کا خیال کرے تو یہ سوچ کر فوراً باز آجائے کہ اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے۔

حُسنِ خُلق خُلق یا خَلق کے معنی ہیں:

طبع۔ مزاج

انسان کا معنوی جوہر

وہ طبعی ملکہ جس سے حمیدہ اعمال اور پسندیدہ آداب کا از خود ظہور ہوتا ہے

باطنی اوصاف و میلانات اور طبعی اعمال و آداب کا مجموعہ۔ اس کیلئے خُلق کی جمع یعنی اخلاق کا لفظ بھی آتے ہیں۔

خُلق طبعی بھی ہوتا ہے۔ اور اکتسابی بھی۔ لیکن اکتسابی خلق کو ہم اسی صورت میں خُلق کہہ سکتے ہیں کہ وہ طبعی کا درجہ اختیار کرے یعنی مزاج میں ایسا گھل مل جائے کہ اس میں کوئی تکلف باقی نہ رہے۔

خَلق ظاہری صورت اور خُلق باطنی صورت کا نام ہے۔

سورۃ القلم میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام سے ارشاد ہے: وَ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ترجمہ: آپ خُلقِ عظیم پر ہیں۔

Marfat.com

اس کی تفسیر میں حضرت شبیر احمد صاحب عثمانی نے خلق کی تشریح یوں فرمائی ہے۔
"آپ کی زبان قرآن ہے اور آپ کے اعمال و اخلاق قرآن کی خاموش تفسیر۔
قرآن جس نیکی، حسن خوبی اور بھلائی کی طرف دعوت دیتا ہے۔ وہ آپ میں فطرۃً موجود،
اور جس بدی و زشتی سے روکتا ہے آپ طبعاً اس سے نفور و بیزار ہیں۔ پیدائشی
طور پر آپ کی ساخت اور تربیت ایسی واقع ہوئی ہے کہ آپ کی کوئی حرکت
اور چیز حدِ تناسب و اعتدال سے ایک انچ ادھر ادھر ہٹنے نہیں پاتی" (تفسیر عثمانی)

حسنِ خلق کا عام مفہوم حُسنُ الخُلق کے لغوی معنی ہیں، خلق کی عمدگی،
خوبی اور نفاست یا بالفاظ دیگر رذائل سے بچنا
اور فضائل سے آراستہ ہونا۔ شریعت میں حسنِ خلق سے مراد ہے قرآن و سنت کا اتباع
ایک دفعہ حضرت عائشہؓ سے پوچھا گیا کہ جنابِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا
خلق کیسا تھا؟ آپ نے سائل سے پوچھا کیا تم قرآن نہیں پڑھتے ہو؟ جواب دیا،
پڑھتا ہوں۔ فرمایا، اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق قرآن تھا۔ حضور علیہ
الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ نیکی حسنِ خلق ہے۔

حسنِ خلق کا خاص مفہوم شرعی مفہوم کے اعتبار سے حسن خلق کا دائرہ
پورے اسلام کا دائرہ ہے لیکن عام استعمال
میں یہ لفظ حسنِ سلوک اور حسنِ معاملہ کے معنی میں آتا ہے اور اسے عبادات
وغیرہ سے جدا سمجھا جاتا ہے۔ مثلاً ایک حدیث ہے۔ کہ مؤمن اپنے حسنِ خلق
کے ذریعے رات بھر کے نماز گزار اور دن بھر کے روزہ دار کا درجہ پالیتا ہے
اس حدیث میں حسنِ خلق کو عبادت سے متمیز کیا گیا ہے۔ ایک اور حدیث ہے
کہ حسنِ خلق یہ ہے کہ تو رشتہ توڑنے والے سے تعلق قائم رکھے، زیادتی کرنے
والے کو معاف کرے اور جو تجھ سے بخل کرے اس سے کشادہ

دینی کورسے ۔ علامہ خازن نے اپنی تفسیر میں وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ کی تفسیر کرتے ہوئے حسنِ خلق کے بعض نمایاں اجزاء شمار کئے ہیں جو درج ذیل ہیں:

لوگوں سے محبت

معاملات کی درستی

خویش و بیگانہ سے اچھے روابط رکھنا اور تحاسد و تقاطع سے بچنا۔

سخاوت

بخل اور حرص سے پرہیز

فراخ دلی

ادنیٰ و اعلیٰ کی ایذاء رسانی پر صبر کرنا۔

حسنِ ادب

امام غزالی رقمطراز ہیں کہ حسن الخلق کا ثمرہ الفت ہے۔ اور سوء الخلق کا ثمرہ بیگانگی[۲]

اس کے پیشِ نظر یہ کہا جا سکتا ہے کہ حسن الخلق وہ سلوک ہے جس سے دوسرے کے دل میں الفت پیدا ہو۔ اس کی تائید احادیث سے بھی ہوتی ہے۔

---

[۱] احیاء العلوم جلد ۲

[۲] احیاء العلوم جلد ۲ کتاب آداب الالفۃ ... الخ

بَابُ الرِّفْقِ وَالْحَيَاءِ وَحُسْنِ الْخُلُقِ

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى

عا

عائشہؓ سے (روایت ہے) کہ یقیناً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى

یقیناً

نے فرمایا، یقیناً اللہ تعالیٰ نرمی

رَفِيْقٌ يُحِبُّ الرِّفْقَ وَيُعْطِي عَلَى الرِّفْقِ

چاہتا ہے نرمی کرنا اور دیتا ہے پر نرمی

کرنے والا ہے اور نرمی کرنا پسند کرتا ہے اور جو نرمی پر دیتا ہے

مَا لَا يُعْطِي عَلَى الْعُنْفِ وَمَا لَا يُعْطِي

جو نہیں دیتا ہے پر درشتی اور جو نہیں دیتا ہے

وہ درشتی پر نہیں دیتا اور اس کے سوا کسی اور

Marfat.com

عَلٰی مَا سِوَاہُ رَوَاہُ مُسْلِمٌ وَفِیْ رِوَایَۃٍ

پر جو سوا اسکے

بات) پر نہیں دیتا۔ اس کی روایت مسلم نے کی ہے اور اسکی ایک روایت

لَہٗ قَالَ لِعَائِشَۃَ عَلَیْكِ بِالرِّفْقِ

کہا عائشہ سے اختیار کر نرمی

یں ہے: آپؐ نے عائشہ سے فرمایا، نرمی اختیار کر

وَاِیَّاكِ وَالْعُنْفَ وَالْفُحْشَ اِنَّ الرِّفْقَ

درشتی اور سخت کلامی یقیناً ملایمت

اور درشتی اور سخت کلامی سے دور رہ۔ ملایمت جس

لَایَکُوْنُ فِیْ شَیْءٍ اِلَّا زَانَہٗ وَلَا یُنْزَعُ

نہیں ہوتی ہے میں شئے سوا زینت دی اسے اور نہیں نکالی جاتی ہے

چیز میں بھی ہوتی ہے اسے زینت دیتی ہے اور جس چیز سے بھی

مِنْ شَیْءٍ اِلَّا شَانَہٗ۔

سے شئے سوا بدنما کیا اسے۔

نکالی جاتی ہے اسے بدنما کردیتی ہے۔

Marfat.com

رفیق : فعیل بمعنی فاعل ہے یعنی نرمی اور آسانی کرنے والا۔
اللہ تعالیٰ کے رفیق ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس نے انسان کے لئے آسان دستورِ حیات بنایا ہے (لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا اللہ کسی پر اسکی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا)۔ اس نے طلبِ رزق کے وسیلے اور حصولِ مطالب کے طریقے ایسے بنائے ہیں کہ انسان ان پر آسانی سے دسترس حاصل کر سکتا ہے۔
وَيُعْطِي .... عَلَى الْعُنْفِ : یعنی جو اغراض و مقاصد نرمی سے حاصل ہوتے ہیں وہ سختی اور اکھڑ پن سے حاصل نہیں ہوتے۔
اِنَّ الرِّفْقَ .... اِلَّا شَانَهُ
رفق سے انسان کے اوضاع و اطوار میں دلآویزی اور دل فریبی آجاتی ہے۔ بدخو اور بدسلیقہ انسان سے سب بیزار رہتے ہیں ان صنعتوں اور دستکاریوں میں بھی دلآویزی ہوتی ہے جن میں رفق سے کام لیا جائے

وَعَنْ جَرِيْرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

اور جریر سے منجانب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يُحْرَمُ الرِّفْقَ يُحْرَمُ

جو محروم کیا جاتا ہے نرمی محروم کیا جاتا

(روایت ہے) جو نرمی سے محروم کیا جاتا ہے وہ بھلائی سے

Marfat.com

اَلْخَيْرَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

بھلائی

محروم کیا جاتا ہے۔ اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

حدیث سے مراد یہ ہے کہ جو آدمی نرمی سے قاصر ہو وہ کوئی کام اچھی طرح انجام نہیں دے سکتا۔ اس کے سب امور بگڑ جاتے ہیں۔ لوگوں سے بھی اس کے تعلقات منقطع ہو جاتے ہیں اور اسے ہر طرف سے ناکامیاں گھیر لیتی ہیں۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى

اور ابن عمر سے (روایت ہے) کہ یقیناً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلٰى رَجُلٍ

گزرا پر آدمی

ایک انصاری شخص کے پاس

مِنَ الْاَنْصَارِ وَهُوَ يَعِظُ اَخَاهُ

سے اور وہ نصیحت کرتا تھا اپنے بھائی کو

سے گزرے اور وہ اپنے بھائی کو حیا کی بابت نصیحت

Marfat.com

فِی الْحَیَاءِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

بابت حیاء تو کہا

کر رہا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دَعْہُ فَاِنَّ الْحَیَاءَ مِنَ

چھوڑ اسے کہ یقیناً حیاء سے

نے فرمایا، اسے رہنے دے۔ کہ یقیناً حیاء ایمان

الْاِیْمَانِ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

ایمان

میں سے ہے۔ متفق علیہ ہے

وَعَظَ: نصیحت کی۔ یَعِظُ نصیحت کرتا ہے۔

وَدَعَ: چھوڑا یَدَعُ چھوڑتا ہے دَعْ چھوڑ دے۔

شرح

امام راغب نے "المفردات" میں لکھا ہے: اَلْوَعْظُ زَجْرٌ مُقْتَرِنٌ بِتَخْوِیْفٍ یعنی وعظ وہ تنبیہ ہے جس سے تخویف وابستہ ہو۔ عام استعمال میں ضرور نہیں کہ اس کے یہی معنی ہوں کیونکہ خلیل کی رائے میں وعظ کے معنی ہیں: رقت انگیز طریقے سے بھلائی سمجھانا لیکن حدیث زیر نظر میں وعظ کے وہی معنی ہیں جو امام راغب نے بتائے ہیں۔ اس کی تائید حدیث بالا کی ایک اور روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں یَعِظُ کے بجائے یُعَاتِبُ کا لفظ آیا ہے۔

Marfat.com

حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ ایک انصاری مسلمان اپنے کافر بھائی (یا رشتہ دار) کو حیاء کے معاملہ میں عتاب کر رہے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پاس سے گزرے تو صحابیؓ سے فرمایا، اسے رہنے دو، حیاء کی نصیحت کیوں کرتے ہو حیاء تو مومنین کا خاصہ ہے۔

حیاء ایمان کی ایک شاخ ہے

ایمان کا تقاضا ہے کہ آدمی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکام کی بجا آوری کے لئے ہمیشہ کوشاں رہے اور برائی سے بچتا رہے۔ اس سے انسان میں نہایت عمدہ اور پختہ فضائل پیدا ہو جاتے ہیں جن میں حیاء بھی شامل ہے۔

حیاء وہ خصلت ہے جو ہر برائی سے دور رکھتی ہے اور نیکی میں کوتاہی کرنے سے روکتی ہے اس لئے اس کا جوہر ہر مسلمان کی طبیعت میں موجود ہونا چاہیے۔ حدیث میں آیا ہے کہ ہر دین کا ایک جوہر ہوتا ہے۔ اور اسلام کا جوہر حیا ہے۔ حیاء داری ہر مسلمان کی علامت ہے۔

ہر متمدن سوسائٹی میں انسانوں کے بے لگام جذبات اور میلانات پر بندشوں اور امتناعات کا پہرہ ہوتا ہے۔ طفلانہ حرکات کو جو اوّل اوّل بے قابو جذبات کا پرتو ہوتی ہیں سلیقہ کی چھڑی اور اصلاح کی قمچی سے سدھا کر شریفانہ بنایا جاتا ہے۔ اخلاق کے ضابطے، قانون کی حدبندیاں، معاشرہ کے اطوار، نشست و برخاست کے سلیقے، کھانے پینے کے تکلفات، گفتگو کے آداب اور میل جول کی رسمیں آخر فدرتی رجحانات پر پابندیوں کے مختلف نام ہی تو ہیں جن کے بدولت انسان اشرف المخلوقات کہلاتا ہے۔ دیگر مخلوقات

اور انسان کے درمیان ایک بنیادی فرق یہ ہے کہ وہ جذبات کے اسیر ہوتے ہیں اور انسان جذبات کی غلامی سے پست اشرف (ملیشاندار) ہے صحیح معنی میں اشرف المخلوقات وہی ہے جو دین و شریعت اور معاشرہ کی پابندیوں کو خوشی سے تسلیم کرتا ہے۔ ان پابندیوں کی روح حیاء ہے۔

حیاء وہ بنیادی پابندی ہے جسے انسان خود اپنے پر عائد کرتا ہے اس سے اخلاق کی سب شاخوں کی تراش خراش ہوتی رہتی ہے کیونکہ زندگی کے کسی ایک شعبہ میں بھی نظم وضبط کی تربیت ہو تو وہ دیگر شعبوں میں بھی ضرور اپنا اثر دکھاتی ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اَلْحَیَاءُ لَا یَاتِیْ اِلَّا بِخَیْرٍ (حیاء سے بھلائی ہی بھلائی ملتی ہے) یعنی انسان اپنی حدود کے اندر رہنا سیکھ لیتا ہے کسی کے حقوق پر ڈاکہ نہیں ڈالتا۔ اسے ہمیشہ اپنی اور دیگروں کی ناموس کا دھیان رہتا ہے

حیاء کے جامع اور ہمہ گیر منافع کے پیش نظر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ سابقہ نبوتوں کے ماحصل میں ایک بات یہ بھی ہے کہ جب تجھے حیاء نہیں تو جو جی میں آئے کیے جا۔ مراد یہ ہے کہ جب تجھ میں حیاء نہیں تو تجھے ابدی سے روکنا لاحاصل رہے گا۔

وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ قَالَ

اور عمران بن حصین سے (روایت ہے)۔ انہوں نے کہا کہا

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

Marfat.com

اَلْحَیَاءُ لَا یَاْتِیْ اِلَّا بِخَیْرٍ وَفِیْ رِوَایَۃٍ

حیار نہیں آتی ہے سوائے ساتھ بھلائی اور ہیں روایت

حیار صرف بھلائی ہی لاتی ہے اور ایک روایت میں ہے

اَلْحَیَاءُ خَیْرٌ کُلُّہٗ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

بھلائی سب وہ

حیار سب بھلی ہے متفق علیہ ہے۔

شرح

دیکھئے سابقہ حدیث کی شرح۔

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ

اور ابن مسعود سے (روایت ہے)۔ انہوں نے کہا (کہ) رسول اللہ

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِمَّا

یقیناً سے جو

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، یقیناً لوگوں نے

اَدْرَکَ النَّاسُ مِنْ کَلَامِ النُّبُوَّۃِ

حاصل کیا سے کلام نبوت

سابقہ نبوت کے کلام سے جو حاصل کیا اس میں سے (ایک بات یہ)

Marfat.com

الْاُوْلٰی اِذَا لَمْ تَسْتَحِیْ فَاصْنَعْ مَا

سابقہ جب حیاء نہ کی تو نے تو کر جو

ہے جب تو نے حیاء نہ کی تو جو چاہے کیے

شِئْتَ رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ۔

چاہا تو نے

چاہ۔ اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔

اَدْرَکَ: لیا، پایا، حاصل کیا، وقوف حاصل کیا، معنی پائے۔ اَلنُّبُوَّۃُ الْاُوْلٰی سابقہ نبوت۔ مراد ہے جس قدر نبوتیں اسلام سے پہلے ہو گزریں۔ حَیِیَ: حیاء کی۔ حَیِیٌّ فاعل ہے۔ اس سے مؤنث حَیِیَّۃٌ ہے۔ اِسْتَحْیَا: حیاء کی۔ مُسْتَحْیٍ فاعل ہے۔ تَسْتَحْیِیْ: تو حیاء کرتا ہے۔ لَمْ تَسْتَحِیْ: تو نے حیاء نہ کی۔ اس میں دوسری یِ گر گئی ہے۔ اِسْتَحٰی: اِسْتَحْیَا۔ حیاء کی۔ مُسْتَحٍ فاعل ہے۔ لَمْ تَسْتَحِ تو نے حیاء نہ کی۔ بعض روایات میں لَمْ تَسْتَحْیِ اور بعض میں لَمْ تَسْتَحِ ہے۔ دونوں لفظ ایک ہیں۔ فَاصْنَعْ بِمَا شِئْتَ: یہ امر معنی خبر ہے یعنی اب تجھے کون روک سکتا ہے۔ تیرے جی میں جو آئے گا کیے جائے گا۔ بعض کے خیال میں یہ امر بمعنی تہدید ہے کہ حیاء رکھ ورنہ ہر کام میں بے باک ہو جائے گا۔

مفصل شرح سابقہ صفحات میں گزر چکی ہے۔

Marfat.com

وَعَنِ النَّوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ قَالَ

اور نواس بن سمعان رضؓ سے (روایت ہے)۔ انہوں نے کہا

سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ

پوچھا میں نے

(کہ) میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے

وَسَلَّمَ عَنِ الْبِرِّ وَالْاِثْمِ فَقَالَ اَلْبِرُّ

بابت نیکی اور گناہ تو کہا نیکی

نیکی اور گناہ کی بابت پوچھا تو فرمایا، نیکی حُسن

حُسْنُ الْخُلُقِ وَالْاِثْمُ مَا حَاكَ فِيْ

اور گناہ جو کھٹکا بیاں

خلق ہے اور گناہ وہ ہے جو تیرے سینے میں

صَدْرِكَ وَكَرِهْتَ اَنْ يَّطَّلِعَ

سینہ تیرا اور نہ چاہا تو نے۔۔۔ کہ مطلع ہو

کھٹکا اور تو نے نہ چاہا کہ لوگ اس پر

Marfat.com

عَلَيْهِ النَّاسُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

اس پر لوگ

مطلع ہوں اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

اِطَّلَعَ: مُطَّلِع ہوا۔ باخبر ہوا۔ یَطَّلِعُ باخبر ہوتا ہے۔ آگاہ ہوتا ہے۔

شرح:

حسن الخلق کی شرح سابقہ صفحات میں گذر چکی ہے۔ ذیل میں اِثم و بِرّ کے فرق پر مزید بحث ہوگی۔

نیکی اور گناہ کی کسوٹی

قرآن و حدیث میں گناہ اور نیکی کے بارے میں واضح احکام ہیں لیکن بعض دفعہ لاعلمی یا اشتباہ کی وجہ سے ایسی پیش آجاتی ہیں کہ یہ فیصلہ کرنا مشکل ہو جاتا ہے کہ فلاں کام کیا جائے تو گناہ ہوگا یا ثواب۔ صاحب ایمان شخص ایسے مواقع پر ٹھٹک جاتا ہے اور تامل کرکے قدم اٹھاتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ ایسی حالت میں وہ کس بنا پر فیصلہ کرے۔ جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے مندرجہ بالا حدیث میں اس کی ایک نہایت عمدہ کسوٹی بیان فرمائی ہے یعنی دل سے پوچھا جائے۔ اگر دل میں کوئی کھٹکا نہ ہو اور اُسے کام کی طرف رغبت ہو تو کام انجام دیا جائے ورنہ رُک جانا چاہیئے۔

اسی موضوع پر حضرت وابصہ بن معبد رضی اللہ عنہ کی بھی ایک روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں جناب رسالت آب صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا۔ حضور نے مجھے دیکھ کر فرمایا کہ تو نیکی کے بارے میں سوال کرنے

آیا ہے۔ میں نے کہا ہاں، آپؐ نے فرمایا "اپنے دل سے پوچھ۔ نیکی وہ ہے جس پر تیری روح مطمئن ہوتی اور دل بھی مطمئن ہوا اور گناہ وہ ہے جو جی میں کھٹکا اور اس نے تیرے سینے میں تردد کیا (اربعین نووی)

قرآن حکیم سے واضح ہے کہ انسان کی فطرت صاف اور صالح ہوتی ہے۔ اس کا نیکی کی طرف میلان ہوتا ہے لیکن دنیا کی رنگینیاں اس کو آہستہ آہستہ اپنی طرف کھینچنے لگتی ہیں۔ اور وہ گناہوں کی وادی میں گامزن ہو جاتا ہے تاہم جب تک اس کا دل بالکل مردہ نہ ہو جائے اندر ہی اندر سے اسے بار بار نیکی کی پکار سنائی دیتی ہے۔ گناہوں کا احساس اسے ملول اور متاسف کرتا رہتا ہے۔

قرآن حکیم میں انسان کی روح کے بارے میں ارشاد ہے:۔

وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا ۝ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا ۝ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ۝ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا ۝

ترجمہ: قسم ہے جان کی اور جس نے اسے درست کیا۔ پھر اس کو بدی اور نیکی سمجھائی۔ جس نے اپنی روح کو پاک کیا وہ کامیاب رہا۔ اور جس نے اسے آلودہ کیا وہ غارت ہوا۔

اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ روح کو نیکی اور بدی کا فطری طور سے علم ہوتا ہے لیکن روح کے آئینہ پر صحیح عکس اسی صورت میں پڑتا ہے کہ یہ صاف ہو۔ اگر اس پر زنگار چڑھا دیا جائے تو اسے ٹھیک طور سے کچھ بھی سجھائی نہیں دیتا۔ دل پر بدی کے غلاف یکے بعد دیگرے چڑھتے جاتے ہیں۔ بالآخر ایسا وقت آتا ہے کہ ان تہ بہ تہ غلافوں سے نیکی کی شعاعوں کا گزرنا ممکن ہو جاتا ہے۔ گویا دل نیکی کے سفیر کے لیے ایک بند کمرہ ہے

جاتا ہے جس پر قفل پڑے ہوں۔

مومن کے دل کی کیفیت اور ہے۔ اس کا آئینہ گناہوں سے داغدار ہو بھی جائے تو اس کی سطح کی صیقل کلیتہً ختم نہیں ہوتی۔ وہ نیکی کی شعاعوں اور بدی کے اندھیروں میں تمیز کرنے کی اہلیت کبھی نہیں کھوتا۔ صاحب ایمان شخص اگر گناہ کر بھی بیٹھے تو اس کے دل میں ہر گناہ کے ساتھ ایک کانٹا گڑ جاتا ہے جس کی خلش اسے بے چین رکھتی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ اسے نیکی کی توفیق دے تو اسے بہت مسرت ہوتی ہے اور اس کے دل میں اطمینان کی موج اٹھتی ہے۔ چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ سچائی اطمینان ہے اور جھوٹ بے اطمینانی۔

مومن کے لئے نیکی اور بدی دونوں کے رستے واضح ہیں۔ اسے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے کہ اسے یہ معرفت عطا فرمائی۔ شکر کا طریقہ یہ ہے کہ انسان اس معرفت سے فائدہ اٹھائے اور نیکی کی راہ پر چلے۔ قرآن حکیم میں ارشاد ہے۔

فَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ ۝ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا ۝ یعنی ہم نے انسان کو نیکی اور بدی دونوں کے رستے دکھا دیئے اب وہ چاہے تو شکر گذار ہو اور نیکی پر چلے اور چاہے تو ناشکری کرے اور بدی کی راہ اختیار کرے

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ

اور عبداللہ بن عمرؓ سے (روایت ہے)۔ انھوں نے کہا

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

(کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

Marfat.com

وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ اَحَبِّكُمْ اِلَیَّ اَحْسَنَكُمْ

یقیناً سے سب سے پیارے تم سے طرف میری خوب ترین تمہارے

تم میں مجھے سب سے پیارے (وہ ہیں جو) تم میں اخلاقاً

اَخْلَاقًا رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ۔

خوب ترین ہیں۔ اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔

شرح

حسنِ خُلق

حسنِ خلق کا دائرہ اتنا ہی وسیع ہے جتنا اسلام کا لیکن عموماً یا ہمی حسنِ سلوک و ارتباط کے معنی دیتا ہے۔ کیونکہ مجلسی اور معاشرتی زندگی ہی میں انسان کا اصل جوہر سامنے آتا ہے۔ یہیں اس کا امتحان بھی ہوتا ہے اور اسی میدان میں اسے تربیت بھی ملتی ہے۔ یہیں اس بات کا بھی کچھ اندازہ ہوتا ہے کہ اس کے نماز روزہ اور دیگر عبادات میں کس حد تک خلوص ہے۔ ایک عورت بہت عبادت گزار تھی لیکن اس کی زبان کے ہاتھوں سارا محلہ نالاں تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کے بارے میں فرمایا کہ وہ دوزخ میں جائے گی۔

خُلق انسانیت کا جوہر ہے اس لئے اسلام نے اسے نکھارنے اور حسن و جمال کی انتہائی رفعتوں پر پہنچانے کا حکم دیا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے:

Marfat.com

بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْاَخْلَاقِ

ترجمہ: مجھے اخلاقی خوبیوں کو درجہ کمال تک پہنچانے کے لئے بھیجا گیا ہے۔ سابقہ امتوں میں بھی اخلاقی نفاستیں تھیں لیکن اللہ کے آخری پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں آخری اور کامل ترین صورت عطا فرمائی۔ اہل اسلام کا فرض ہے کہ بہترین اخلاق کا ثبوت دیں۔ اس سے نہ صرف ان کی اپنی صفوں میں محبت اور اتحاد کی قوت پیدا ہوگی بلکہ اغیار بھی ان سے مسحور ہو کر اسلام سے وابستہ ہو جائیں گے۔

اخلاق کی اہمیت اور فضیلت کے بارے میں متعدد احادیث ہیں جن میں سے بعض اس باب کی دوسری اور تیسری فصل میں مذکور ہیں۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

اور انہی سے (روایت ہے) انہوں نے کہا کہ، رسول اللہ صلی اللہ

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ خِيَارِكُمْ

یقیناً سے بہترین تمہارے

علیہ وسلم نے فرمایا، تم میں سے بہترین (وہ ہیں جو)

اَحْسَنَكُمْ اَخْلَاقًا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

خوب ترین تم سے

اخلاق میں خوب ترین ہیں۔ متفق علیہ ہے۔

خیار جمع ہے خیر کی جیسے بہتر یا بہترین۔ مفصل شرح سابقہ صفحات میں گزر چکی ہے۔

Marfat.com

اَلفَصلُ الثّانِیْ

عائشہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جسے نرمی سے پورا حصہ ملا اس نے دنیا و آخرت کی بھلائی کا پورا حصہ پایا۔ اور جسے نرمی کا پورا حصہ نہ ملا وہ دنیا و آخرت کی بھلائی کے پورے حصے سے محروم رہا۔ اس کو شرح السنۃ میں روایت کیا ہے۔

اور ابوہریرہؓ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حیا ایمان سے ہے اور ایمان جنت میں ہے اور بیہودگی بے حسی سے ہے اور بے حسی آگ میں ہے۔ اس کی احمد اور ترمذی نے روایت کی ہے

اور مزینہ کے ایک آدمی سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ، صحابہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! انسان کو جو کچھ دیا گیا ہے اس میں بہترین شے کیا ہے؟ فرمایا، عمدہ خلق۔ اس کی روایت بیہقی نے شعب الایمان میں کی ہے۔ اور شرح السنۃ میں اسامہ بن شریک سے ہے۔

اور حارثہ بن وہب سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جوّاظ اور جعظری جنت میں داخل نہ ہوں گے۔ کہا، جوّاظ سنگ دل بدمزاج کو کہتے ہیں۔ اس کو ابوداؤد نے اپنی سنن میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں اور جامع الاصول کے مصنف نے اس میں حارثہ سے اور اسی طرح شرح السنۃ میں اس سے روایت کیا ہے اور اس کی عبارت ہے۔ جوّاظ و جعظری جنت میں نہیں جائے گا۔ سنگدل بدمزاج کو جعظری کہا جاتا ہے اور مصابیح کے بعض نسخوں میں عکرمہ بن وہب سے ہے اور اس کی عبارت ہے کہا اور جوّاظ وہ ہے جس نے جمع کیا اور نہ دیا۔ اور جعظری

Marfat.com

سنگدل بدمزاج ہے۔"

اور ابو درداء سے منجانب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ قیامت کے روز مؤمن کے ترازو میں جو سب سے بھاری چیز رکھی جائے گی۔ وہ عمدہ خُلق ہو گا۔ اللہ تعالیٰ بدکلام اور بیہودہ شخص کو بُرا جانتا ہے۔ اس کی روایت ترمذی نے کی اور کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے اور ابوداؤد نے پہلا حصہ روایت کیا ہے۔

اور عائشہؓ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ مؤمن اپنے حسنِ خلق کے ذریعے رات بھر کے نماز گزار اور دن بھر کے روزہ دار کا درجہ پالیتا ہے۔ اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے

اور ابوذرؓ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو جہاں کہیں ہو۔ اللہ سے ڈرتا رہ اور برائی کے پیچھے بھلائی کر وہ اسے مٹا ڈالے گی۔ اور لوگوں سے عمدہ خُلق کے ساتھ میل رکھ۔ اس کی روایت احمد اور ترمذی اور دارمی نے کی ہے۔

اور عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تمہیں نہ بتادوں کہ آگ پر کون حرام ہوتا ہے اور کس پر آگ حرام ہوتی ہے۔ ہر متواضع، نرم طبع اور قرب رکھنے والے اور آسانی کرنے والے پر۔ اس کی روایت کی ہے احمد نے اور ترمذی نے اور کہا یہ حدیث حسن غریب ہے

اور ابوہریرہؓ سے منجانب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم روایت ہے۔ آپؐ نے فرمایا مؤمن سادہ دل اور بلند فطرت ہوتا ہے اور فاجر حیالباز اور پست فطرت ہوتا ہے۔ اس کو احمد اور ترمذی اور ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔

اور مکحول سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

نے فرمایا، ایمان والے بردبار اور نرم مزاج ہوتے ہیں فرماں بردار اونٹ کی طرح کہ اگر اسے دنکیل سے، کھینچا جائے تو چلنے لگتاہے اور اگر اسے چٹان پہ بٹھایا جائے تو بیٹھ جاتا ہے۔ ترمذی نے اس کی مُرسلاً روایت کی ہے۔

اور ابن عمرؓ سے منجانب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم روایت ہے، آپؐ نے فرمایا جو مسلمان لوگوں سے میل جول رکھتا ہے اور ان کی ایذا پہ صبر کرتا ہے وہ اس سے افضل ہے جو ان سے میل جول نہیں رکھتا اور نہ ان کی ایذا پہ صبر کرتا ہے۔ اس کی روایت ترمذی نے اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

اور سہل بن معاذ سے منجانب ان کے باپ کے روایت ہے، کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے غصہ دبایا جب کہ وہ اسے پورا کرنے پر قادر تھا تو اللہ اسے قیامت کے روز برسرِ عام بلائے گا تاکہ اسے اختیار دے کر جو حور چاہے انتخاب کرے۔ اس کی روایت ترمذی اور ابوداؤد نے کی ہے۔ ترمذی نے کہا یہ حدیث غریب ہے اور ابوداؤد کی ایک روایت میں جو منجانب سُوید بن وہب ہے اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں سے ایک شخص کی بابت سے اس کے باپ کی طرف سے آپؐ نے فرمایا اللہ اس کے دل کو امن و ایمان سے بھر دے گا۔ اور سُوید کی حدیث مَنْ تَرَكَ لُبْسَ ثَوْبِ جَمَالٍ کتاب اللباس میں ہے

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

زید بن طلحہؓ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہر دین کی ایک پختہ خصلت ہوتی ہے اور اسلام کی پختہ خصلت حیا ہے۔ اس کو مالکؒ نے مرسلاً روایت کیا ہے اور ابن ماجہ نے اور بیہقی نے شعب الایمان میں منجانب انسؓ و ابن عباسؓ اور ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے، کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، حیاء

Marfat.com

اور ایمان دونوں ساتھ ساتھ ہیں جب ایک کو اٹھایا گیا تو دوسرے کو بھی اٹھا لیا گیا۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے: جب ایک کو سلب کر لیا گیا تو دوسرا بھی اس کے پیچھے گیا۔ اس کی روایت بیہقی نے شعب الایمان میں کی ہے۔

اور معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ جب میں نے رکاب میں پاؤں رکھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے آخری نصیحت یہ فرمائی: لوگوں سے اچھا سلوک رکھنا۔ اس کی روایت مالک رضی اللہ عنہ نے کی ہے۔

اور مالک رضی اللہ عنہ کی جانب سے ہے کہ انہیں یہ حدیث پہنچی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اس لئے بھیجا گیا ہوں کہ حسنِ اخلاق کی تکمیل کر دوں۔ اس کو موطا میں روایت کیا ہے۔

اور جعفر بن محمد سے ان کے باپ کی جانب سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب آئینہ دیکھتے تو فرماتے: حمد ہے اللہ کی جس نے میرے خَلق اور خُلق کو حسین کیا اور جو اور دل میں بدنما تھی مجھ میں خوشنما کر دی۔ اس کی روایت بیہقی نے شعب الایمان میں مرسلاً کی ہے۔

اور عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے: اے ہمارے اللہ تو نے مجھے خوشنما بدن دیا ہے میرا خُلق بھی سہانا رکھ۔ اس کی روایت احمد نے کی ہے۔

اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہیں تم میں سے بہترین آدمی نہ بتاؤں؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کیوں نہیں؟ فرمایا: تم میں بہترین وہ ہیں جن کی عمریں سب سے طویل اور اخلاق سب سے عمدہ ہیں۔ اس کی روایت احمد نے کی ہے۔

اور اُن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے۔

Marfat.com

نے فرمایا مومنین میں ایمان کے لحاظ سے کامل ترین وہ ہے جو ان میں اخلاقاً سب سے عمدہ ہے اس کی روایت ابوداؤد اور دارمی نے کی ہے۔

اور ان سے[1] روایت ہے، کہ ایک شخص نے ابوبکرؓ کو برا بھلا کہنا شروع کیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے تعجب کر رہے تھے۔ اور تبسم فرما رہے تھے۔ جب اس نے بہت کچھ کہا تو ابوبکرؓ نے بعض کا تُرکی بہ تُرکی جواب دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خفا ہو گئے۔ اور اٹھ کھڑے ہوئے۔ ابوبکرؓ ان کے پیچھے پہنچے اور عرض کیا یا رسول اللہ! وہ مجھے برا بھلا کہتا تھا اور آپ بیٹھے سن رہے ہیں، جب میں نے اس کی بعض باتوں کا تُرکی بہ تُرکی جواب دیا تو آپ خفا ہو گئے اور اٹھ کھڑے ہوئے۔ آپ نے فرمایا! تیرے ساتھ ایک فرشتہ تھا جو اس کو جواب دے رہا تھا جب تو نے اسے بدلہ کا جواب دیا تو شیطان آ پڑا۔ پھر فرمایا اے ابوبکرؓ! تین چیزیں ہیں جو سب حق ہیں: جب کسی بندے پر ظلم ہو اور وہ اس سے اللہ عزوجل کی خاطر چشم پوشی کرلے تو اللہ اس سے اس کی نصرت کو طاقت دیتا ہے اور جب کبھی کسی آدمی نے ثواب کی خواہش سے عطیہ کا دروازہ کھولا اللہ نے اس کی کثرت بڑھائی اور جب کبھی کسی آدمی نے کثرت کی خواہش میں سوال کا دروازہ کھولا اللہ نے اس کی قلت بڑھائی اس کی روایت احمد نے کی ہے۔

اور انہیؓ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ نے جب کبھی کسی گھرانے میں نرمی چاہی انہیں اس سے فائدہ دیا اور جب انہیں اس سے عاری کیا انہیں ضرر دیا۔ اس کی روایت بیہقی نے شعب الایمان میں کی ہے۔

---

[1] اس لئے کہ حضرت ابوبکر اہل عزیمت میں سے ہے ان کو رخصت کی بجائے عزیمت پر عمل کرنا ہے۔

Marfat.com

بَابُ الْغَضَبِ وَالْكِبْرِ

غضب جب بھی انسان کی کسی خواہش کی مزاحمت ہوتی ہے یا اس کی تسکین میں رکاوٹ پیدا ہو جاتی ہے تو وہ نزاع پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ نزاع کے ساتھ ناراضی کا جذبہ ضرور وابستہ ہوتا ہے۔ یہ جذبہ گاہے ضعیف اور گاہے قوی ہوتا ہے۔ قوی ہو تو عوامی لغت میں اسے غَضَب یا غصّہ کہتے ہیں۔ لیکن اصل لغت اور شرعی مفہوم کے اعتبار سے ناراضی کا جذبہ ضعیف ہو یا قوی اسے غَضَب ہی کہا جاتا ہے۔ لہٰذا غَضَب رضا کی ضد اور ناراضی کے ہم معنی ہے لسان العرب میں بھی اسے نقیضُ الرِّضا اور سَخَط کے ہم معنی بتایا گیا ہے۔ اس کے کئی مدارج ہیں معمولی غصّہ سے لے کر غیظ اور طیش تک اس کے مفہوم میں شامل ہیں۔

غصّہ پر قابو رکھنا اللہ تعالیٰ نے انسان کی طبع میں کوئی چیز بے کار ودیعت نہیں کی۔ ہر جبلّت اور ہر طبعی جذبہ انسان کی شخصیت اور بقاء کے لئے از بس لازم ہے۔ اگر وہ مخالف اور ستم شعار قوتوں سے نزاع کرنے کی جبلّت سے محروم ہو جائے تو اس کی زندگی کو حریف انسان یا خوں خوار درندے یا بیماریوں کے جراثیم یا آتش و آب و خاک و باد کی ناترس یورشیں دیکھتے ہی دیکھتے حرفِ غلط کی طرح بے نشان کر دیں لیکن یہ احتیاط اب انسان کے ذمے ہے کہ اپنی جبلّتوں اور جذبات کو صحیح رستوں پہ لگائے۔ مثلاً غَضَب کے جذبہ ہی کو لیجئے۔ اس سے ضرر دور ہو جاتے

ہیں۔ اور بدی کی مدافعت ہوتی ہے۔ شرعی امور کی محافظت کے لئے اس کا استعمال عین مستحب بلکہ بعض دفعہ واجب اور فرض بھی ہو جاتا ہے لیکن آدمی اسے قابو میں نہ رکھے اور بات بات پہ بھڑکتا اور الجھتا ہے تو نہ صرف اپنی زندگی کو جہنم کی زندگی بنا لے گا بلکہ دوسروں کا جینا بھی دوبھر کر دے گا

غصہ یا ناراضگی کے جذبہ کو مٹایا نہیں جا سکتا۔ لیکن دبایا جا سکتا ہے۔ اسے جائز حدود میں رکھ کر اس سے بڑے بڑے کام لیے جا سکتے ہیں لہٰذا قرآن حکیم نے بھی کاظمین الغیظ یعنی غصہ دبانے والوں نہ کرنا کرنے والوں کی فضیلت بتائی ہے۔

غصہ کو قابو میں رکھنا حوصلہ مندی، استقامت اور مردانگی کی دلیل ہے۔ جلد بھڑک اٹھنا اعصابی مریضوں کا خاصہ ہے۔ تندرست جذبات اور تنومند اعصاب کے لوگ مغلوب الغضب نہیں ہوتے۔ حدیث ہے کہ پہلوان وہ نہیں جو پچھاڑ پچھاڑ دینے والا ہے۔ پہلوان تو وہ ہے جو غصہ کے وقت خود پر قابو پاتا ہے۔

غصہ فرو کرنے کے طریقے

۱۔ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم کا ورد غصہ کو دور کرتا ہے۔

۲۔ غصہ کی بھڑک پانی سے ٹھنڈی پڑ جاتی ہے آدمی پانی پیے یا وضو کرے تو افاقہ ہو جاتا ہے۔

۳۔ ہیجان کا بدنی حالت سے گہرا تعلق ہوتا ہے۔ بیٹھنے یا لیٹ جانے سے غصہ دھیما پڑ جاتا ہے۔

۴۔ ٹھنڈی زمین پہ لیٹ جانا رفع غضب کے لئے بہت مفید ہے۔

Marfat.com

بشرطیکہ کوئی اور حرج نہ ہو جس طرح مٹی سے بجلی کا اثر زائل ہوتا ہے اسی طرح غصہ بھی دور ہو جاتا ہے۔

۵۔ وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھ لی جائے تو اس سے بھی غصہ جاتا رہتا ہے۔

غصہ دبانے کے ثمرات

(۱) معاشرہ کی سالمیت

انسانی معاشرہ اسی صورت میں سالم رہ سکتا ہے کہ اس کے افراد باہمی تعلقات نہ توڑیں۔ یہ بھی لازم ہے کہ ایک دوسرے کی فروگذاشتوں اور قصوروں کو دل میں جگہ نہ دی جائے۔ کون ہے جس سے غلطیاں اور خطائیں سرزد نہیں ہوتیں۔ اگر ہر شخص دوسرے کی خلاف دل میں گرہ ڈال لے تو کشیدگی بڑھتی رہے گی۔ اور اصلاح کی صورت نظر نہیں آسکے گی۔

عفو سے چھپے کینہ کی آگ کو بجھا دیتے ہیں معلم برحق صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ایک دوسرے کو معاف کرو۔ تمہارے باہمی کینے رفع ہو جائیں گے (کنز العمال)

عفو کے دم سے محبت کی دنیا میں وسعت پیدا ہوتی ہے۔ دشمن دوست ہو جاتے ہیں۔ پہلے ان کی یاد اور ملاقات سے رنج و ملال کی تلخی تھی اب راحت اور مسرت حاصل ہوتی ہے اگرچہ غصہ کا دبانا زہر کے گھونٹ پینے کے برابر ہے لیکن اس زہر کے گھونٹ کا بعد میں اتنا میٹھا اثر ہوتا ہے کہ عمر بھر اس کی شیرینی کا مزا نہیں جاتا۔ حضرت عمرؓ کا قول ہے کہ دودھ یا شہد کے ہر گھونٹ سے غصہ کا گھونٹ بہتر ہوتا ہے۔ (کنز العمال)

عفو کی بدولت ایثار کا جذبہ قوت مند ہوتا ہے۔ ایثار وہ جذبہ

Marfat.com

ہے جس کے ہوتے ہوئے کسی معاشرہ کی صفوں میں ضعف پیدا نہیں ہو سکتا۔

(۲) عزم و حوصلہ کی تربیت:

اقوام کی کامرانی اور ظفر مندی کی پہلی شرط عزم و حوصلہ ہے۔ عزم و حوصلہ انسانی قوتوں کا ایک بہت بڑا سرچشمہ ہے۔ اس سے انسان کی استقامت اور نشانِ مردانہ میں کمال پیدا ہوتا ہے جو انسانی شرف اور اعزاز کا ملاک ہے۔ حوصلہ کی قوت کا ایک سرچشمہ عفو کی صفت ہے۔ بلکہ عفو، عزم و حوصلہ کا دوسرا نام ہے۔ قدرتی بات ہے کہ جس اخلاقی صفت کو عمل میں لایا جائے وہ اتنی قوی ہوتی جاتی ہے۔ عفو سے جس قدر کام لیا جائے فراخ حوصلگی کی اتنی ہی تربیت ہوتی ہے۔ سورۃ الشوریٰ میں ارشاد ہے: وَلَمَن صَبَرَ وَ غَفَرَ اِنَّ ذٰلِکَ لَمِن عَزمِ الاُمُورِ (اور جس نے تحمل کیا اور معاف کیا تو یہ بڑے عزم کے کام ہیں)

(۴) اللہ تعالیٰ کی مغفرت

قرآن حکیم سے ثابت ہوتا ہے کہ غصہ کو دبانے والے اور دیگروں کو معاف کرنے والے لوگوں کے لئے بہت اجر ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص اپنا غصہ روک لے اللہ تعالیٰ اس سے عذاب روک لیتا ہے (بلوغ المرام)

کبر وغیرہ

کبر کے معنی ہیں:

(۱) بڑا ہونا۔ عظمت

(۲) احساس برتری

نوٹ: بہ ضمہ ب ہو تو معنی ہوں گے: عمر میں بڑا ہونا۔

Marfat.com

احساسِ برتری کے مدارج

احساسِ برتری کے کئی مدارج ہیں۔ مثلاً

(۱) خود کو اچھا یا بڑا سمجھنا لیکن کسی اور کو پست نہ سمجھنا

(ب) خود کو دوسروں کے مقابل بڑا اور افضل سمجھنا اور یہ خیال کرنا کہ جو حق میرا ہے دوسروں کا نہیں۔ لیکن اس خود فریبی کو اپنے تک ہی محدود رکھنا

(ج) خود فریبی کا دوسروں پر اظہار کرنا اور اکڑ اور سرکشی دکھانا اسے بالعموم تکبر یا استکبار کہتے ہیں۔ شیخی اور چھچھلانے کے بھی یہی معنی ہیں۔ یہ تواضع کی ضد ہے۔

(د) خود ستائی اور خود رائی میں آکر حق سے انکار کر دینا۔ یہ ایمان کی ضد ہے یہ کسی صورت روا نہیں

احساسِ برتری کا جذبہ جبلتِ خود نمائی سے وابستہ ہوتا ہے۔ یہ طبعی خاصہ ہے اس لئے اس میں بجائے خود کوئی عیب نہیں یہی وجہ ہے کہ علمائے کرام نے اسی کبر کو برا بتایا ہے جو خلافِ واقع اور ناحق ہو۔ بعض حالات میں مثلاً کفار کے مقابل تکبر روا ہوتا ہے لیکن اسی صورت میں جب کہ ان کا تکبر توڑنا مقصود ہو اور خود عین اسی وقت اللہ تعالیٰ کے حضور میں سراپا عجز ہو۔

انسان میں خود نمائی کی جبلت نہ ہو تو وہ کوئی کارِ نمایاں انجام نہ دے سکے۔ نااہل افراد چھا جائیں اور دنیا نفاست اور ثقافت سے محروم ہو جائے مثلاً خود نمائی کا ایک شعبہ زیبائش ہے۔ یہ عین مستحب ہے۔ قرآن حکیم میں آیا ہے خُذُوا زِینَتَکُمْ عِندَ کُلِّ مَسْجِدٍ اور فرمان نبوی ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ تعالیٰ

Marfat.com

جَمِیْلٌ وَیُحِبُّ الْجَمَالَ

جبلت، خود نمائی اور احساس برتری کو اپنی جائز حدود کے اندر پابند رکھنا ازبس ضروری ہے ورنہ تکبر انسان کو خود بینی اور خود رائی کے نشہ میں اس حد تک بدمست کر دیتا ہے کہ وہ حق وناحق کی تمیز بالکل کھو بیٹھتا ہے۔ دیگر انسانوں کو قابل توجہ اور لائق التفات ہی نہیں سمجھتا اور ان کے حقوق کو نظر انداز کر دیتا ہے اور انکار حق اور تحقیر آدم کی نوبت آجاتی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ انسان کے لئے اتنی ہی جہالت کافی ہوتی ہے کہ وہ اپنی رائے کو پسند کرنے لگے۔ (اوسط طبرانی۔ بیہقیؒ) اس بارے میں آپؐ کا ایک اور ارشاد ہے کہ جس نے کہا میں عالم ہوں وہ جاہل ہے (طبرانیؒ)۔ مراد یہ ہے کہ جس نے فخر سے علم کا دعویٰ کیا وہ درحقیقت جاہل ہے کیوں کہ وہ تھوڑے سے علم پر ہی نازاں ہو کر مزید تحصیل سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔

ان احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ تکبر انسان کو تلاش حق سے روک دیتا ہے۔ وہ اپنی ذات میں گھر کر رہ جاتا ہے۔ نام ونمود پر جان چھڑکتا ہے اور بلند وبالا محلات، پرشکوہ لباس اور فخر کے سامانوں پر بے دھڑک دولت اڑائے جاتا ہے۔ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے لئے اس کے پاس گنجائش ہی نہیں رہتی۔ انفاق فی سبیل اللہ اور تکبر میں سخت تضاد ہے۔ ارشاد نبوی ہے کہ صدقہ عمر کو بڑھاتا ہے اور بری موت سے بچاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے فخر وتکبر کو دور کر دیتا ہے (طبرانی۔ ترمذیؒ)

تکبر انسان کو آہستہ آہستہ نیکی کی راہ سے بہت دور لے جاتا ہے۔ اور اس کے نامۂ اعمال میں حق فراموشی، جباریت اور انسانیت کشی کے سوا اور کچھ نہیں رہتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مہلکات میں شمار فرمایا ہے۔ تکبر اور شیخی بازی کی سزا جہنم ہے۔

۱؎ الترغیب والترہیب کتاب العلم ۲؎ ایضاً ۳؎ الترغیب والترہیب ابواب الصدقات

بَابُ الْغَضَبِ وَالْكِبْرِ

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِیِّ

سے — کہ یقیناً — آدمی — کہا

ابوہریرہ سے (روایت ہے) کہ یقیناً ایک آدمی نے نبی کریم

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَوْصِنِیْ قَالَ

نصیحت کر مجھے — کہا

صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا مجھے نصیحت فرمایئے فرمایا،

لَا تَغْضَبْ فَرَدَّدَ ذٰلِكَ مِرَارًا قَالَ

مت غصہ کر — تو دہرایا — وہ — کئی بار — فرمایا

غصہ مت کر تو اس نے وہ (سوال) کئی بار دہرایا۔ آپ نے یہی فرمایا

لَا تَغْضَبْ رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ۔

مت غصہ کر

غصہ مت کر۔ اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔

Marfat.com

اَوْصَی نصیحت کی اَوْصِ نصیحت کر۔ غَضِبَ ناراض ہوا۔ غصّے ہوا یَغْضَبُ ناراض ہوتا ہے۔ غصّے ہوتا ہے لَا تَغْضَبْ غصّے نہ ہو۔ مرار یا مرّات جمع ہے مرّۃ (بار) کی۔

شرح:

حضور صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا قاعدہ تھا کہ سوال کا جواب سائل کی فہم اور مزاج کے موافق دیا کرتے تھے۔ عامیوں کے سامنے ذہنی مسائل بیان نہیں فرماتے تھے۔ انفرادی نصیحتیں ایسی ارشاد فرماتے تھے جو سننے والے پر جلد اثر کریں اور اس میں جس نوع کی خرابی ہے اس کا تدارک ہو جائے مثلاً کسی ایسے آدمی نے نصیحت کی درخواست کی جس کا میلان جھوٹ کی طرف زیادہ تھا تو نبیِ اعظم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس کی طبع کا اندازہ لگا کر فرمایا، ہمیشہ سچ بولو۔

حدیث زیرِ نظر سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک صحابی رضؓ نے آکر عرض کی کہ مجھے نصیحت فرمائیے۔ آپؐ نے فراست سے بھانپ لیا کہ ان کی طبیعت میں تیزی

ہے آپؐ نے ارشاد فرمایا، غصّہ نہ کیا کرو۔ صحابیؓ کو نصیحت کی گہرائی کا علم نہ تھا۔ بار بار اپنا سوال دہراتے گئے لیکن حضورؐ نے ہر بار یہی فرمایا، غصّہ نہ کیا کر۔

عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

اور انسے[1] (روایت ہے)۔ انہوں نے کہا (کہ) رسول اللہ صلی اللہ

[1] حضرت ابوہریرہؓ سے

Marfat.com

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ الشَّدِيْدُ

پہلوان نہیں

علیہ وسلم نے فرمایا: پہلوان وہ نہیں جو پچھاڑ

بِالصُّرَعَةِ إِنَّمَا الشَّدِيْدُ الَّذِيْ

بہت پچھاڑنے والا صرف پہلوان جو

پچھاڑ دینے والا ہے پہلوان تو صرف وہ ہے جو غصہ

يَمْلِكُ نَفْسَهٗ عِنْدَ الْغَضَبِ

بس میں رکھتا ہے خود کو بوقت غصہ

کے وقت خود پر قابو پاتا ہے۔

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

متفق علیہ ہے۔

شدید پہلوان۔ سخت پکڑ رکھنے والا

صُرَعَہ وہ شخص جو دوسروں کو بہت پچھاڑے۔ صرع جیسے پچھاڑ گیا ہو

عِنْدَ: بوقت۔

مفصل شرح کے لیے تمہیدی مقالہ دیکھا جائے۔

Marfat.com

وَعَنْ حَارِثَةَ بْنِ وَهْبٍ قَالَ

اور حارثہ بن وہب سے (روایت ہے)۔ انہوں نے کہا

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِاَهْلِ الْجَنَّةِ كُلُّ

کیا نہ بتاؤں تمہیں۔ ہر

کیا تمہیں جنت والے نہ بتاؤں؟ ہر ناتواں

ضَعِيْفٍ مُتَضَعِّفٍ لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ

کمزور متواضع اگر قسم کھائے پر

اور متواضع شخص، اگر وہ اللہ کی قسم کھائے

لَاَبَرَّهٗ اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِاَهْلِ النَّارِ كُلُّ

سچا کیا اسے کیا نہ بتاؤں تمہیں۔۔ والے آگ ہر

تو اس کو سچا کرے۔ کیا تمہیں دوزخ والے نہ بتاؤں؟ ہر

Marfat.com

عُتُلٍّ جَوَّاظٍ مُسْتَكْبِرٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

سنگدل سخت گیر متکبّر

سنگ دل سخت گیر (اور) متکبّر شخص۔ متفق علیہ ہے

وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ كُلُّ جَوَّاظٍ

اور میں روایت کی مسلم ہر سخت گیر

اور مسلم کی ایک روایت میں ہے ہر سخت گیر نیچ (اور)

زَنِيْمٍ مُتَكَبِّرٍ۔

نیچ

متکبّر (شخص)۔

مُتَضَعَّف: ایک روایت میں مُتَضَعَّف اور ایک میں مُتَضَعِّف ہے۔ مُتَضَعَّف کے معنی ہیں: وہ جسے کمزور سمجھا گیا اور مُتَضَعِّف کے معنی ہیں: عاجز و متواضع۔

لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَأَبَرَّهُ: مراد یہ ہے کہ وہ ظالموں اور جباروں کے مقابل اگر جلال میں آکر اللہ کے بھروسے پر اور اس کے نام سے کسی عزم وغیرہ کی قسم کھالے تو اللہ تعالیٰ اس کی لاج رکھے گا اور اس کی قسم کو پورا کرے گا۔

زَنِيْم: جس کا کوئی خاص خاندان نہ ہو اور وہ کسی اونچے خاندان کا دعویٰ کرے۔

Marfat.com

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ

اور ابن مسعود سے (روایت ہے) - انہوں نے کہا (کہ) رسول اللہ

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَدْخُلُ

نہ داخل ہوگا

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، آگ

النَّارَ اَحَدٌ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ حَبَّةٍ

آگ کوئی میں دل اسکا وزن دانہ

میں داخل نہ ہوگا کوئی جسکے دل میں رائی کے دانہ

مِنْ خَرْدَلٍ مِنْ اِيْمَانٍ وَلَا يَدْخُلُ

سے رائی ایمان اور نہ داخل ہوگا

برابر (بھی) ایمان ہے اور جنت

الْجَنَّةَ اَحَدٌ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ حَبَّةٍ

کوئی میں دل اسکا وزن دانہ

میں داخل نہ ہوگا کوئی جس کے دل میں رائی کے دانہ

Marfat.com

مِنْ خَرْدَلٍ مِنْ كِبْرٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

سے | رائی | سے | کبر ہے۔

برائی بھی کبر ہے | اسکو مسلم نے روایت کیا ہے

یہاں کبر سے مراد اس کا انتہائی درجہ ہے جس پر پہنچ کر انسان حق سے بھی انکار کر دیتا ہے اس لئے اسے یہاں ایمان کے مقابل لایا گیا ہے۔

مفصل تشریح کیلئے تمہیدی مقالہ دیکھا جائے۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

اور انسے[1] روایت ہے (کہ) انہوں نے کہا (کہ) | رسول اللہ صلی اللہ

1. حضرت ابن مسعودؓ سے

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ

نہ داخل ہوگا

علیہ وسلم نے فرمایا، جنّت میں داخل نہ ہوگا

مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ

جو ہوا میں دل اسکا وزن ذرّہ سے

جس کے دل میں ذرّہ برابر (بھی) کبر

كِبْرٍ فَقَالَ رَجُلٌ إِنَّ الرَّجُلَ يُحِبُّ

کبر تو کہا آدمی یقیناً آدمی چاہتا ہے

ہوگا۔ تو ایک آدمی نے عرض کیا، آدمی یقیناً چاہتا ہے

أَنْ يَكُونَ ثَوْبُهُ حَسَنًا وَنَعْلُهُ

کہ ہو لباس اسکا اچھا اور جوتا اس کا

کہ اس کا لباس اچھا ہو اور اس کا جوتا اچھا

حَسَنًا قَالَ إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى جَمِيلٌ

اچھا کہا یقیناً

ہو فرمایا، اللہ یقیناً جمیل ہے

Marfat.com

وَيُحِبُّ الْجَمَالَ اَلْكِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ

اور پسند کرتا ہے　　　　نہ ماننا

اور جمال کو پسند کرتا ہے　　　　کبر حق سے انکار کرنا

وَغَمْطُ النَّاسِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

اور　حقیر جاننا　　لوگ

اور لوگوں کو حقیر جاننا ہے۔ اسکی روایت مسلم نے کی ہے۔

بَطَر: (۱) بدمستی

(۲) بدمستی میں انکار کر دینا یا کسی چیز سے کراہت کا اظہار کرنا۔
مفصل شرح کے لئے تمہیدی مقالہ دیکھا جائے۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ

اور ابو ہریرہ سے (روایت ہے)۔ انہوں نے کہا (کہ)　　رسول اللہ

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلٰثَةٌ

تین

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،　　تین ہیں

Marfat.com

لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا

نہ کلام کرے گا ان سے روز اور نہ

جن سے قیامت کے روز اللہ کلام نہیں کرے گا اور نہ

يُزَكِّيهِمْ وَفِي رِوَايَةٍ وَلَا يَنْظُرُ

پاکیزہ کرے گا انہیں اور میں روایت اور نہ نظر ڈالے گا

انہیں پاکیزہ کریگا اور ایک روایت میں ہے، ان کی طرف نظر نہ

إِلَيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ شَيْخٌ

طرف ان کے اور لئے ان کے دردناک بڈھا

ڈالے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا: زناکار

زَانٍ وَمَلِكٌ كَذَّابٌ وَعَائِلٌ مُسْتَكْبِرٌ

زانی اور بادشاہ جھوٹا اور مفلس خود کو بڑا سمجھنے والا

بڈھا اور دروغ گو بادشاہ اور خود کو بڑا سمجھنے والا مفلس آدمی

رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

Marfat.com

کَلَّمَ: کلام کیا۔ یُکَلِّمُ: کلام کرے گا۔ یُکَلِّمُھُمْ: ان سے کلام کرے گا
لَا یُکَلِّمُھُمُ اللّٰہُ: اللہ تعالیٰ ان سے کلام نہیں کرے گا۔

اللہ تعالیٰ حشر میں بندوں سے ان کے اعمال کے بارے میں کلام فرمائے گا۔ اگرچہ کفار سے بھی خود پرسش کر کے ان کے عذاب کا فیصلہ سنائے گا لیکن ذلیل اور گھٹیا حرکتیں کرنے والوں کو منہ نہ لگائے گا۔ انہیں بغیر پرسش کے دوزخ میں بھیج دے گا۔

زَکّٰی: پاکیزہ کیا۔ تزکیہ: پاکیزہ کرنا۔ وَلَا یُزَکِّیْھِمْ: اور انہیں پاکیزہ نہ کرے گا۔

یعنی اللہ تعالیٰ قیامت کے روز بہت سے گناہگاروں کو اپنی مغفرت کے طفیل گناہوں کی نجاست سے پاک کر دے گا۔ لیکن بعض شقاق کی آلودگی اس حد تک ہوگی کہ وہ کسی رحمت کے مستحق نہ ہوں گے۔ وہ اپنی بھرپور آلائش کے ساتھ دوزخ میں دھکیل دیے جائیں گے۔

وَلَا یَنْظُرُ اِلَیْھِمْ: اور ان پر نظر نہ ڈالے گا۔

یعنی ان ذلت کے پیکروں کو قابلِ التفات ہی نہ سمجھے گا۔

مَلِکٌ کَذَّابٌ: دروغ گو بادشاہ۔

بادشاہ کے ہاتھ میں پورے ملک کی زمام کار ہوتی ہے۔ اس لئے اس کے گناہ کا دائرہ اثر بہت وسیع ہوتا ہے۔ اس کے جھوٹ کا اثر ساری رعیت تک پہنچتا ہے۔ اور بیرون ملک پوری قوم کی رسوائی ہوتی ہے

عَائِلٌ مُسْتَکْبِرٌ: خود کو بڑا سمجھنے والا قلاش آدمی۔

یعنی جو شخص احتیاج اور فقر و فاقہ کے باوصف کام کاج اور محنت و مشقت میں عار سمجھتا ہے۔

Marfat.com

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ

اور ان سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

یَقُوْلُ اللّٰہُ تَعَالٰی اَلْکِبْرِیَاءُ

کہتا ہے

اللہ تعالیٰ کہتا ہے، کبریاء

رِدَائِیْ وَالْعَظَمَۃُ اِزَارِیْ فَمَنْ

چادر میری اور عظمت تہہ بند میرا تو جس نے

میری چادر ہے اور عظمت میرا تہہ بند ہے تو جس

نَازَعَنِیْ وَاحِدًا مِّنْھُمَا اَدْخَلْتُہٗ

چھینا چاہی مجھ سے ایک ان دو سے داخل کیا میں نے اسے

نے ان دونوں میں سے ایک بھی مجھ سے چھیننا چاہی ڈالوں میں اسے آگ

لہ حضرت ابوہریرہ رض سے

Marfat.com

النَّارَ وَفِی رِوَایَۃٍ

آگ اور ایک میں

میں داخل کروں گا اور ایک روایت میں ہے

قَذَفْتُہٗ فِی النَّارِ رَوَاہُ

پھینکا میں نے اسے میں آگ

اسے آگ میں پھینکوں گا اس کی روایت

مُسْلِمٌ۔

مسلم نے کی ہے

کبریاء اور عظمت ہم معنی ہیں۔ البتہ کبریاء کا لفظ صرف اللہ تعالیٰ کی صفت کے لیے آتا ہے۔ اس میں عظمت کے مقابلہ میں مبالغہ زیادہ ہے۔

رداء اور ازار سے یہاں مراد لباس ہے یعنی میری کبریاء و عظمت میری ذات و صفات کا لباس ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی دیگر صفات کا عکس بندے کو خود میں اتارنا چاہیے لیکن تکبر محض صرف اسی ذات بے ہمتا کو روا ہے۔ متکبر کہلانے کا شرف اسی کا حق ہے جو آدمی اپنے کمال کو کمال ذاتی سمجھ کر تکبر کرتا ہے۔ وہ گویا اللہ تعالیٰ کی کبریائی کو چیلنج کرتا ہے۔ اس کی سزا جہنم ہو گی۔

Marfat.com

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

سلمہ بن اکوع سے (روایت ہے)۔ انہوں نے کہا (کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، آدمی خود کو اُبھارے جاتا ہے یہاں تک کہ جباروں میں لکھا جاتا ہے۔ اور اس پر بھی وہی پڑتا ہے جو ان پر پڑتا ہے۔ اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

اور عمرو بن شعیب سے بجانب ان کے باپ کے بجانب ان کے دادا کے بجانب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے (روایت ہے)۔ آپؐ نے فرمایا، تکبر کرنے والے قیامت کے روز آدمیوں کی صورت میں چیونٹیوں کی طرح اکٹھے کیے جائیں گے، ان پر ہر طرف سے ذلت چھائے گی۔ جہنم کے ایک قید خانے میں جس کا نام بولس ہے ہانکے جائیں گے۔ ان کے سر پر آگوں کی آگ ہو گی۔ انہیں دوزخیوں کا نچوڑ یعنی ان کی پیپ اور خون پلایا جائے گا۔ اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

عطیہ بن عروہ سعدی سے (روایت ہے)۔ انہوں نے کہا (کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، غصہ شیطان کی طرف سے ہے اور شیطان آگ سے پیدا کیا گیا ہے۔ اور آگ صرف پانی سے بجھائی جاتی ہے۔ اگر تم میں سے کسی کو غصہ آجائے تو وضوء کرے۔ اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔

اور ابوذرؓ سے (روایت ہے) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، آدمی کو غصہ آئے ایسے میں کہ وہ کھڑا ہو تو بیٹھ جائے۔ تو اگر غصہ دور ہو جائے (تو بہتر) ورنہ لیٹ جائے۔ اس کی روایت احمد اور ترمذی نے کی ہے۔

لہ خود کو اوروں سے بالاتر سمجھتا ہے

لہ۔ وبال لہ یا بولس

Marfat.com

اور اسماء بنت عمیس رض سے (روایت ہے) ۔ انہوں نے کہا (کہ) میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا برا بندہ ہے وہ بندہ جس نے خود کو اچھا جانا اور اترا کر چلا اور کبیر و متعال اللہ کو بھول گیا ۔ برا بندہ ہے وہ بندہ جس نے جبر کیا اور حد سے گزرا اور جبار اعلیٰ کو بھول گیا ۔ برا بندہ ہے وہ بندہ جو خطا کار اور غافل ہو گیا ۔ اور قبروں کو اور بوسیدگی کو بھول گیا جو اکڑنے لگا سرکش ہوا ۔ اور آغاز و انجام کو فراموش کر دیا ۔ برا بندہ ہے وہ بندہ جو دین کے ذریعے دنیا کو فریب دیتا ہے ۔ برا بندہ ہے وہ بندہ جو دین میں شبہات کی آمیزش کرتا ہے برا بندہ ہے وہ بندہ جس کی قیادت طمع کے ہاتھ میں ہے ۔ برا بندہ ہے وہ بندہ جس کو ہوائے دنیا گمراہ کرتی ہے ۔ برا بندہ ہے وہ بندہ جسے دنیا کی تمنا ذلیل کرتی ہے ۔ اس کی روایت ترمذی نے کی ہے ۔ اور بیہقی نے شعب الایمان میں اور انہوں نے کہا کہ اس کی سند قوی نہیں ۔ اور اسی طرح ترمذی نے کہا (کہ) یہ حدیث غریب ہے ۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

ابن عمر رض سے (روایت ہے) ۔ انہوں نے کہا (کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی بندہ اللہ عزوجل کے نزدیک غصہ کے اس گھونٹ سے افضل گھونٹ نہیں پیتا جسے وہ اللہ کی رضاء کے لئے دباتا ہے ۔ اس کی روایت احمد نے کی ہے ۔

اور ابن عباس رض سے اللہ تعالیٰ کے اس قول اِدْفَعْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ کے بارے میں ہے کہ انہوں نے کہا غصہ کے وقت صبر اور بدسلوکی کے وقت معاف کرنا ۔ جب انہوں نے ایسا کیا انہیں اللہ نے بچا لیا ۔

اور ان کے دشمن کو ان کے آگے جھکا دیا گویا وہ بہت قریبی دوست ہے۔ بخاری نے اس کی تعلیقاً روایت کی ہے۔

بہز بن حکیم سے بجانب اُن کے باپ کے بجانب ان کے دادا کے (روایت ہے) انہوں نے کہا دکہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، غصہ ایمان کو ایسے بگاڑتا ہے جیسے ایلوا شہد کو۔

اور عمرؓ سے (روایت ہے) ۔ انہوں نے منبر پہ کہا اے لوگو! انکسار کرو کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا جس نے خود کو اللہ کے لیے جھکایا اس کو اللہ نے اونچا کیا، وہ اپنے جی میں چھوٹا لیکن لوگوں کی نگاہوں میں بڑا ہوتا ہے۔ جس نے خود کو بڑا سمجھا اللہ نے اسے پست کر دیا۔ وہ لوگوں کی نگاہوں میں چھوٹا اور اپنے جی میں بڑا ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اُن کے لئے کتے یا خنزیر سے بھی سبک تر ہوتا ہے۔

اور ابوہریرہؓ سے (روایت ہے) ۔ انہوں نے کہا دکہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ موسیٰ بن عمران علیہ السلام نے کہا، یا رب! تیرے نزدیک تیرے بندوں میں سب سے زیادہ عزت والا کون ہوتا ہے؟ فرمایا جس نے طاقت کے باوجود بخش دیا۔

اور انسؓ سے (روایت ہے) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس نے اپنی زبان کی حفاظت کی اللہ نے اس کی پوشیدہ بات پر پردہ ڈالا۔ جس نے اپنا غصہ روکا اللہ نے اس سے قیامت کے روز اپنا عذاب روک لیا جس نے اللہ کے سامنے عذر پیش کیا اللہ نے اس کا عذر قبول کر لیا۔

اور ابوہریرہؓ سے (روایت ہے) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تین چیزیں نجات دلانے والی اور تین ہلاک کرنے والی ہیں۔ نجات دلانے والی

Marfat.com

ہیں۔ اللہ سے ظاہر و باطن میں تقویٰ رکھنا، ناراضی اور خوشی میں حق بات کہنا[1] اور تونگری اور فقر میں اعتدال رکھنا اور ہلاک کرنے والی ہیں۔ وہ دنیوی خواہش نفس کی پیروی کی جائے۔ اور وہ بخل نفس کی اطاعت کی جائے اور خود پسندی اور یہ ان سب سے شدید تر ہے۔

بیہقی نے ان پانچ حدیثوں کو شعب الایمان میں روایت کیا ہے۔

بَابُ الظُّلْمِ

ظُلم | اصل لغت کے اعتبار سے ظلم کے معنی ہیں:
کسی شے کو اصل حالت میں نہ رہنے دینا چاہے اس میں کمی یا زیادتی کر کے چاہے اس کا وقت یا ٹھکانا بدل کر۔

عام استعمال میں ظلم کا لفظ حدود فراموشی اور عدم اعتدال کے معنی دیتا ہے۔

مثلاً

حق و ناحق میں تمیز نہ کرنا	:	مثلاً بت پرستی
کسی کا حق کم کرنا یا نہ دینا	:	مثلاً اس کا مرتبہ نہ پہچاننا، اس کا جائز احترام نہ کرنا کسی کا مال یا عہدہ چھیننا
بے جا کام کرنا	:	مثلاً بند مکان میں فصل اگانا
بے وقت کام کرنا	:	مثلاً پھل کو پکنے سے پہلے توڑ لینا
بے محل کام کرنا	:	مثلاً کتّوں کو لباس پہنانا

---

[1] یعنی چاہے کسی سے راضی ہو یا خوش

کام کو ادھورا انجام دینا۔

کام کو بے ضرورت بڑھا دینا

سیدھی چیز کو ٹیڑھا کرنا

مندرجہ ذیل بھی ظلم میں شامل ہیں:۔

ظالم کا ساتھ دینا۔

تظالم یعنی جوابی ظلم مثلاً بجائے عدالتی چارہ جوئی کے خود انتقام پر اتر آنا اور جواب میں ظالم کے ظلم سے بھی بڑھ جانا۔

مدارج | ظلم کے کئی مدارج ہیں۔ یہ ادنیٰ بے راہی سے لے کر شرک تک کو محیط ہے۔

قسمیں | بعض علماء کے نزدیک ظلم کی تین قسمیں ہیں:
(اوّل) ظلم اللہ کی بابت : و۔ کفر یا شرک
ب۔ عبادات میں کوتاہی یا بے اعتدالی

(ثانی) ظلم لوگوں کی بابت : ان کا حق نہ پہچاننا۔ ملک اور معاشرہ کو ضرر دینا۔

(ثالث) ظلم اپنی بابت : اپنا روحانی، اخلاقی اور مادی نقصان کرنا

طریقے | ظلم کے عموماً دو طریقے ہوتے ہیں:
(۱) قوت سے (۲) فریب سے۔

اثرات | (۱) روحانی کرب
ظلم کی زہر انسانی روح کو چاٹ لیتی ہے۔
جن لوگوں نے ظلم سے دولت جمع کی ہے۔ ان کی زندگیوں کو قریب سے دیکھا جائے تو صاف نظر آئے گا کہ ان کے دل راحت سے یکسر

خالی ہیں۔ روحانی کرب کی آگ ان کی ہڈیوں تک کو سلگائے رکھتی ہے۔

۲۔ دنیا میں گرفت

اللہ تعالیٰ ظالم کو بار ہا ڈھیل دیتا ہے کہ رجوع یا توبہ کرے لیکن جب گردن پہ ہاتھ رکھ دیتا ہے تو چھوڑتا نہیں ظلم کی عقوبت جیتے جی پیچھا نہیں چھوڑتی۔

۳۔ آخرت میں گرفت

جب تک مظلوم ظالم کو نہیں بخشے گا۔ اللہ تعالیٰ ظالم کی مغفرت نہیں فرمائیگا۔

۴۔ آخرت میں نیکیوں سے محرومی

آخرت میں ظالم سے قصاص لینے کی ایک صورت یہ ہو گی کہ اس کی نیکیاں اس کے ظلم کے اندازہ سے مظلوم کے حساب میں ڈال دی جائیں گی اور اگر اس کی کل نیکیاں بھی ظلم کی کفایت نہیں کر سکیں گی تو مظلوم کے گناہ ظالم کی گردن پر لاد دیے جائیں گے۔ اس نے عمر بھر جسقدر نیکیاں کی ہوں گی ان سے تہی دامن ہو جائے گا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایسے ہی شخص کو حقیقی معنی میں مفلس بتایا ہے۔

۵ نحوست

ظلم کی نحوست بعض وقعہ اس قدر وسیع اور دیرپا ہوتی ہے کہ پورے رقبۂ و شہر پر چھا جاتی ہے اور ایک عرصہ تک باقی رہتی ہے۔ سماوی آفات کی مصیبت میں اس رقبہ کے انسان درکنار چرند و پرند بھی مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اس نحوست کے ٹالنے کا طریقہ یہ ہے کہ آدمی ظالموں کا مقابلہ کرے۔ اور ان کے انجام سے درس عبرت حاصل کرے۔

بَابُ الظُّلْمِ

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ

کہ یقیناً

ابن عمرؓ سے (روایت ہے) کہ نبی کریم صلی اللہ

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ الظُّلْمُ ظُلُمَاتٌ

کہا ظلم اندھیرے

علیہ وسلم نے فرمایا، ظلم قیامت کے روز

یَوْمَ الْقِیَامَۃِ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

روز قیامت

(ترجمہ) اندھیرے ہوگا متفق علیہ ہے

ظُلُمَات جمع ہے ظُلْمَۃ (اندھیرا) کی۔ ظلمات کے معنی ہیں: اندھیرے تختیاں۔

Marfat.com

شرح

ظلم کا عذاب

ظلم بہت بھیانک جرم ہے۔ اس کا مرتکب وہی شخص ہو سکتا ہے جس کا دل پتھر اور سینہ تاریک ہو۔ جس شخص کو حق سجھائی دے اور اسے آخرت کا دھیان رہے وہ اس کے قریب بھی نہیں جاتا ظلم انسان کے سینے سے نورِ بصیرت چھین لیتا ہے ظالم جب قیامت کے روز اٹھیگا تو اس کی آنکھ اور اس کے دل دونوں اندھے ہوں گے

اَلظُّلْمُ ظُلُمَاتٌ یَّوْمَ الْقِیَامَةِ یعنی قیامت کے روز ظالم کا ظلم تہ بتہ اندھیرے بنکر اسے گھیرے گا۔ بعض علماء نے ظلمات سے عذاب کی سختیاں مراد لی ہیں ارشاد نبوی ہے کہ جو شخص کسی کی ایک بالشت زمین پر بھی ظلم سے قبضہ کریگا اسے قیامت کے روز سات زمینوں میں اس طرح دھنسایا جائیگا کہ ان زمینوں کے ایک طرف اسکا سر نظر آئیگا اور دوسری طرف دھڑ۔ گردن ان زمینوں کے درمیان میلوں کھچ کر رہ جائے گی۔ گویا یہ زمینیں اس کے گلے کا طوق ہوں گی عجب بھیانک منظر ہوگا۔

وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ

اور موسٰی سے (روایت ہے) انہوں نے کہا (کہ) رسول اللہ

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ

یقیناً

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (کہ) یقیناً

Marfat.com

لَيُمْلِي الظَّالِمَ حَتّٰى إِذَا أَخَذَهُ لَمْ

ڈھیل دیتا ہے۔ جب پکڑا اسے نہ

ظالم کو ڈھیل دیتا ہے حتی کہ جب اسے پکڑ لیتا ہے تو

يُفْلِتْهُ ثُمَّ قَرَأَ وَكَذٰلِكَ أَخْذُ رَبِّكَ

چھوڑا اسے پھر پڑھا اور اس طرح پکڑ

چھوڑتا نہیں اسکے بعد پڑھا: وَكَذٰلِكَ أَخْذُ رَبِّكَ إِذَا

إِذَا أَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ اَلْاٰيَةُ

جب پکڑیں بستیاں جبکہ وہ ظالم

أَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ.... اَلْاٰيَةُ

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

متفق علیہ ہے

أَمْلٰى مہلت دی يُمْلِي مہلت دیتا ہے إِمْلَاءٌ مہلت۔ ڈھیل۔
ذَلَّتَ یا أَفْلَتَ: چھوڑ دیا لَمْ يُفْلِتْ نہ چھوڑا۔ نہ جانے دیا۔
حدیث میں جس آیت کا ذکر ہے وہ سورۂ ہود کی آیت ۱۰۲ ہے۔ پوری
آیت یوں ہے: وَكَذٰلِكَ أَخْذُ رَبِّكَ إِذَا أَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ
ظَالِمَةٌ ط إِنَّ أَخْذَهٗ أَلِيْمٌ شَدِيْدٌ۔ ترجمہ: اور اللہ کی

Marfat.com

پکڑ اسی طرح ہوتی ہے جب بستیوں کو ظلم کرتے پکڑتا ہے۔ اس کی پکڑ یقیناً درد اور شدت والی ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ

اور ابن عمر سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا مَرَّ بِالْحِجْرِ قَالَ

جب گذرا میں حجر کہا

جب حجر میں سے گزرے (تو) فرمایا،

لَا تَدْخُلُوا مَسَاكِنَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا

نہ داخل ہو ٹھکانے جو ظلم کیا

ان کے ٹھکانوں میں جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا مت

أَنْفُسَهُمْ إِلَّا أَنْ تَكُوْنُوْا بَاكِيْنَ

جائیں ان کی سوائے کہ تم ہو رونے والے

داخل ہو سوائے اسکے، کہ تم رو رو

أَنْ يُصِيْبَكُمْ مَا أَصَابَهُمْ ثُمَّ

کہ پڑے تم پہ جو پڑا ان پہ پھر

کہ جو ان پہ پڑا تم پر بھی (نہ) آن پڑے پھر

Marfat.com

قَنَّعَ رَأْسَهٗ وَأَسْرَعَ السَّيْرَ حَتّٰى اجْتَازَ

ڈھانپ لیا	سر	اپنا	اور تیز کی	رفتار		طے کر لی
اپنا سر ڈھانپ لیا			اور رفتار تیز کر دی			یہاں تک کہ

الْوَادِیَ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

وادی	
وادی کو طے کر لیا	متفق علیہ ہے

ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ: انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا یعنی اپنے ہاتھوں روحانی اور مادی نقصان یا تباہی سے دوچار ہوئے۔ یکی زیادتی کرنے والا یا کون رونے والے یا کیس نصبی حالت ہے۔ اَصَابَ پڑا یُصِیْبُ پڑتا ہے قَنَّعَ سر ڈھانپ لیا۔ قِنَاعٌ سر ڈھانپنے کا کپڑا

شرح

مدینہ اور شام کا درمیانی علاقہ وادی القریٰ کہلاتا تھا۔ یہاں کسی زمانے میں ثمود اور ان کے بعد حضرت اسماعیلؑ کے فرزند نابت (یا نبایوط) کی اولاد انباط مقیم رہے تھے۔ ان دونوں قوموں نے اپنے اپنے دور میں پرشکوہ سلطنتیں قائم کیں۔ ان کے دارالحکومت کا نام حِجر تھا۔ قرآن حکیم انہیں اصحاب الحجر کے نام سے یاد کرتا ہے۔ حِجر میں ان کے سنگی اور پائیدار مکان مدتوں باقی رہے۔ ان دونوں قوموں کی داستان عروج و زوال بہت عبرت ناک ہے۔ دنیا میں اپنے نام کا غلغلہ بٹھانے کے بعد ایسے بے نشان ہوئے کہ ان کے تذکرے صرف زبان و قلم کی نوک پر رہ گئے۔

اصحاب الحجر اگرچہ خود مٹ گئے لیکن ان کے

Marfat.com

ظلم کے منحوس اثرات اب بھی اُن کی سکونت گاہوں میں تھے۔ اس لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب ہجرت کے نویں برس تبوک کے سفر میں وادی حجر سے گزرے تو چہرہ مبارک کو ڈھانپ لیا۔ اور صحابہ سے فرمایا کہ یہاں سے تیز قدم اٹھا کر نکل چلو۔ آپ نے صحابہ کرام کو نصیحت فرمائی کہ جب ظالم افراد یا اقوام کی مسکنوں میں تمہیں قیام پذیر ہونا ہو تو ان کے انجام کو یاد کر کے اللہ کے خوف سے گاہے ماہے آنسو بہانے رہا کرو۔ اور اس بات کا خیال رکھو کہ کہیں تم بھی ان کی راہ پر نہ جا پڑو اور انہی کی طرح تم پر بھی وبال نہ آجائے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ

اور ابوہریرہؓ سے (روایت ہے)۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ

اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ کَانَتْ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو جس (کسی) کی

لَهٗ مَظْلِمَةٌ لِاَخِیْهِ مِنْ عِرْضِهٖ

لہٗ آزار اس کے بھائی کے سے آبرو اس کی

اپنے بھائی پر زیادتی ہو اس کی عزت یا کسی اور بات میں

لہٗ یہاں مراد عنک لا یعنی اس کے پاس

أَوْ شَيْءٌ فَلْيَتَحَلَّلْهُ مِنْهُ الْيَوْمَ قَبْلَ أَنْ

یا تو بخشوالے اسے اس سے آج پہلے کہ

تو وہ اسے آج ہی اس سے بخشوالے اس سے

لَا يَكُونَ دِينَارٌ وَلَا دِرْهَمٌ إِنْ كَانَ

نہ ہو اشرفی اور نہ اگر ہوا

پہلے کہ اس کے پاس نہ دینار ہو نہ درہم اگر اس

لَهُ عَمَلٌ صَالِحٌ أُخِذَ مِنْهُ بِقَدْرِ

اسکا نیک لیا گیا اس سے بحساب

کا کوئی نیک عمل ہوا تو اس کی زیادتی کے حساب سے اس

مَظْلِمَتِهِ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ حَسَنَاتٌ أُخِذَ

آزار اس کا اور اگر نہ ہوا اسکی نیکیاں لیا گیا

سے لے لیا جائیگا اور اگر اس کی کوئی نیکیاں نہ ہوئیں

مِنْ سَيِّئَاتِ صَاحِبِهِ فَحُمِلَ عَلَيْهِ

سے برائیاں فریق اسکا اور بار کیا گیا اس پر

تو اس کے فریق کی کچھ برائیاں لے کر اس پر ڈال دی جائیں گی

Marfat.com

رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ۔

اس کی روایت بخاری نے کی ہے

مَظْلِمَہ: وہ آزار یا نقصان جو کسی کے دین، آبرو، جان، جسم یا قلب کو پہنچایا جائے اس کی جمع مَظَالِم ہے۔ تَحَلَّلَ: اِسْتَحَلَّ، بخشوایا۔

وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

اور ان سے (روایت ہے) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَتَدْرُوْنَ مَا

کہا کیا تم جانتے ہو کون

نے فرمایا، کیا تم جانتے ہو کہ

الْمُفْلِسُ قَالُوا الْمُفْلِسُ فِيْنَا مَنْ

نادار کہا نادار ہم میں جو

مفلس کون ہے؟ (صحابہؓ نے) کہا، ہم میں مفلس وہ ہے جس کے

لَا دِرْهَمَ لَهُ وَلَا مَتَاعَ فَقَالَ

نہیں درہم اسکا اور نہ سامان تو کہا

پاس نہ کوئی درہم ہے نہ سامان۔ آپ نے فرمایا،

ؔ یعنی قول، فعل یا ترک سے ؔ حضرت ابوہریرہؓ سے

إِنَّ الْمُفْلِسَ مِنْ أُمَّتِيْ مَنْ يَأْتِيْ يَوْمَ

یقیناً نادار سے امت میری جو آئیگا روز

میری امت میں سے مفلس وہ ہوگا جو قیامت کے

الْقِيَامَةِ بِصَلٰوةٍ وَصِيَامٍ وَزَكٰوةٍ

ساتھ نماز اور روزہ اور زکاۃ

روز نماز صیام اور زکوٰۃ لائے گا

وَيَأْتِيْ قَدْ شَتَمَ هٰذَا وَقَذَفَ هٰذَا

اور آئیگا ہے برا کہا یہ اور بہتان لگایا یہ

اور آئیگا تو اسے برا کہا ہوگا اور اس پہ بہتان لگایا ہوگا

وَاَكَلَ مَالَ هٰذَا وَسَفَكَ دَمَ

اور کھایا مال یہ اور بہایا خون

اور اس کا مال کھایا ہوگا اور اس کا خون بہایا

هٰذَا وَضَرَبَ هٰذَا فَيُعْطٰى هٰذَا

یہ اور پیٹا یہ تو دیا جائیگا یہ

ہوگا اور اسے پیٹا ہوگا تو کچھ اسے اس کی

Marfat.com

مِنْ حَسَنَاتِهٖ وَهٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهٖ

سے نیکیاں اسکی اور یہ سے نیکیاں اس کی

نیکیوں سے دیا جائیگا اور کچھ اُسے اس کی نیکیوں سے (دیا جائے گا)

فَاِنْ فَنِيَتْ حَسَنَاتُهٗ قَبْلَ اَنْ

پھر اگر فنا ہوئیں نیکیاں اس کی پہلے کہ

پھر اگر اس کی نیکیاں ختم ہو جائیں گی اس سے پہلے کہ چکایا جائے جو

يُّقْضٰى مَا عَلَيْهِ اُخِذَ مِنْ خَطَايَاهُمْ

طے کیا جائے جو اس پر لیا گیا سے خطائیں انکی

اس (کی گردن) پر ہے تو ان کی خطائیں لے کر اس پر ڈال دی

فَطُرِحَتْ عَلَيْهِ ثُمَّ طُرِحَ فِى النَّارِ

اور ڈال دی گئی اس پر پھر ڈال دیا گیا میں آگ

جائیں گی اور وہ آگ میں پھینک دیا جائے گا۔

رَوَاهُ مُسْلِمٌ

اس کی روایت مسلم نے کی ہے

أَعْطَى دیا يُعْطِي دے گا يُعْطَى اسے دیا جائے گا فَنِيَ فنا ہوا فَنِيَتْ اس سے مؤنث کا صیغہ ہے قُضِيَ چکا یا يُقْضِي چکاتا ہے يُقْضَى چکا یا جاتا ہے خَطَايَا جمع ہے خَطِيْئَة کی۔

تشریح کے لئے تمہیدی مقالہ میں ظلم کے اثرات کا عنوان دیکھا جائے۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

اور اُن سے (روایت ہے)۔ انہوں نے کہا (کہ) رسول اللہ صلی اللہ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَتُؤَدُّنَّ

تم ضرور ادا کرو گے

علیہ وسلم نے فرمایا، تمہیں

الْحُقُوْقَ إِلَى أَهْلِهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ

حق کو حق دار اُنکے روز

قیامت کے روز حقوق ان کے حق داروں کو ادا کرنے ہوں گے

حَتّٰى يُقَادُ لِلشَّاةِ الْجَلْحَاءِ مِنَ الشَّاةِ

بدلہ لیا جائیگا لئے بھیڑ بے شاخ سے بھیڑ

یہاں تک کہ بِن سینگ کی بھیڑ کا سینگ والی بھیڑ سے انتقام

اَلْقُرَنَاءُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَذُكِرَ حَدِيْثُ

شاخ والا — روایت کی اس کی — اور بیان کیا گیا

لیا جائے گا — اس کی روایت مسلم نے کی ہے — اور روایت

جَابِرٍ اِتَّقُوْا الظُّلْمَ فِيْ بَابِ الْاِنْفَاقِ۔

بچو — ظلم (سے) — میں

کی حدیث اِتَّقُوْا الظُّلْمَ بابُ الْاِنْفَاق میں بیان کی گئی ہے۔

أَدَّى یا أَدَّىٰ: ادا کیا یُؤَدِّی ادا کرتا ہے تُؤَدُّوْنَ تم ادا کرتے ہو لَتُؤَدُّنَّ تم ضرور ادا کرو گے۔ بعض نسخوں میں لَتُؤَدُّنَّ الْحُقُوْقُ ہے۔ اس صورت میں حقوق نائب فعل ہوں گے لیکن یہ درست معلوم نہیں ہوتا۔

شرح

جانور غیر مکلف ہیں۔ ان کے لئے اخروی عذاب نہیں ہوگا۔ شاخدار بھیڑ اور بے شاخ بھیڑ کا ذکر محض استعارۃً آیا ہے۔ یعنی کوئی آدمی کتنا ہی بے ضرر کیوں نہ ہو عین ممکن ہے اس سے ہنسی مذاق میں ہی کسی کو دکھ پہنچ جائے۔ بھیڑ مسکین طبع ہوتی ہے اور شاذونادر ہی حملہ کرتی ہے۔ تاہم اس کے سینگ سے ضرر کا اندیشہ ہو سکتا ہے۔ اسی طرح کون انسان ہے جس سے دوسرے انسان کو دکھ نہیں پہنچ سکتا۔ لہٰذا ہر شخص کو محتاط رہنا چاہیے بالخصوص بھولے بھالے اور عاجز و مسکین لوگوں کے بارے میں انتہائی احتیاط مطلوب ہے۔

Marfat.com

اَلْفَصْلُ الثَّانِی

حذیفہ رضؓ سے (روایت ہے)۔ انہوں نے کہا (کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، لوگوں کی ہاں میں ہاں ملانے والے نہ بنو (کہ) کہو اگر لوگوں نے بھلا کیا تو ہم بھی بھلا کریں گے۔ اور اگر انہوں نے ظلم کیا تو ہم بھی ظلم کریں گے۔ بلکہ اپنے کو اس بات پر پختہ کرو کہ اگر لوگ بھلا کریں تو تم بھی بھلا کرو۔ اور اگر وہ برا کریں تو ظلم نہ کرو۔ اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

اور معاویہ رضؓ سے (روایت ہے) (کہ) انہوں نے حضرت عائشہ رضؓ کو لکھا کہ مجھے ایک تحریر بھیجئے جس میں نصیحت فرمائیے اور لمبے طول نہ دیجئے۔ تو انہوں نے لکھا، سَلَامٌ عَلَیْکَ! اَمَّا بَعْدُ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ جس نے لوگوں کی خفگی کے عوض اللہ کی رضا طلب کی اللہ اسے لوگوں کی ایذا کے خلاف کافی رہے گا۔ اور جس نے اللہ کی خفگی کے عوض لوگوں کی رضا طلب کی اسے اللہ لوگوں کے حوالے کر دے گا۔ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ۔ اس کی روایت ترمذی نے کی ہے

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

ابن مسعود رضؓ سے (روایت ہے)۔ انہوں نے کہا (کہ) جب اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْٓا اِیْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ (کی آیت) نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب پر گراں گزری اور انہوں نے کہا، یا رسول اللہ! ہم میں سے کون خود پر ظلم نہیں کرتا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بات یہ نہیں۔ وہ تو صرف شرک ہے۔ کیا تم نے لقمان کا اپنے بیٹے سے کہنا نہیں

Marfat.com

يَا بُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ۔

اور ایک روایت میں ہے "ایسا نہیں جیسا تم گمان کرتے ہو" وہ ہے جیسے لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا۔ متفق علیہ ہے۔

اور ابو امامہ سے (روایت ہے) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، قیامت کے روز سب سے بری منزلت اس کی ہوگی جس نے غیر کی دنیا کے عوض اپنی آخرت دے دی۔ اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے۔

اور عائشہ رضؓ سے (روایت ہے)۔ انہوں نے کہا (کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (کہ) اعمال نامے تین ہوں گے۔ ایک اعمال نامہ جسے اللہ نہیں بخشے گا اللہ سے شرک کرنا ہوگا۔ اللہ عز وجل فرماتا ہے۔ إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهٖ اور ایک اعمال نامہ جسے اللہ نہیں رہنے دیگا بندوں کا باہمی تعلقات میں ظلم ہوگا۔ یہاں تک کہ ہر ایک کا دوسرے سے انتقام لے گا اور ایک اعمال نامہ جس کی اللہ کو پرواہ نہ ہوگی بندوں اور اللہ کے تعلقات میں ظلم ہوگا۔ یہ اللہ تک ہوگا کہ چاہے تو اسے عذاب دے اور چاہے تو اس سے درگزر کرے۔

اور علیؓ سے (روایت ہے)۔ انہوں نے کہا (کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مظلوم کی پکار سے بچ کر رہو۔ وہ اللہ سے صرف اپنا حق مانگتا ہے اور اللہ حق دار کو حق سے محروم نہیں کرتا۔

اور اوس بن شرحبیلؓ سے (روایت ہے)۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا جس نے ظالم کے ساتھ اس کی تقویت کی خاطر قدم اٹھایا اور وہ اسے جانتا ہے کہ ظالم ہے تو اسلام سے نکل گیا۔ اور ابو ہریرہؓ سے (روایت ہے)۔ انہوں نے ایک شخص کو کہتے سنا ظالم صرف خود کو ہی ضرر دیتا ہے تو انہوں نے فرمایا کیوں نہیں، حتیٰ کہ سرخاب[1] بھی ظالم کے ظلم کی وجہ سے اپنے آشیانہ میں ڈھال ہو کر مر جائے گی۔ بیہقی نے ان چار حدیثوں کو شعب الایمان میں روایت

---

[1] یعنی اس کے ظلم کا اثر دوسروں تک بھی پہنچتا ہے سرخاب ایک پرندہ

Marfat.com

بَابُ الْاَمْرِ بِالْمَعْرُوْفِ

مفہوم: عموماً اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْفِ اور نَہْیٌ عَنِ الْمُنْکَرِ کا ذکر یکجا آتا ہے۔ لیکن صاحب مشکاۃ نے اختصاراً صرف اَلْاَمْرُ بِالْمَعْرُوْفِ کا عنوان دیا ہے۔

الامر: حکم۔ ہدایت۔ تلقین۔ رہنمائی کرنا۔

مَعْرُوْف: لغوی معنی ہیں: پہچانا ہوا۔ پسندیدہ، معقول یہاں اس سے مراد ہے شریع میں پسندیدہ کام، اچھا عمل

مُنْکَر: لغوی معنی ہیں جس سے انکار کیا گیا ہو۔ ناپسندیدہ، نامعقول۔ شریع میں اس سے مراد ہے۔ ناپسندیدہ کام۔ برا عمل۔

اَلْاَمْرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّہْیُ عَنِ الْمُنْکَرِ سے مراد ہے: نیکی کی راہ پر چلانا اور برائی سے روکنا۔

اہمیت: نیکی ٹھہراؤ کا نام نہیں، حرکت جاودانہ ہے۔ اگر اس میں پھیلاؤ اور وسعت پیدا نہ کی جائے تو سکڑنے لگتی ہے اور ختم ہو کر رہ جاتی ہے۔

اسلام کی نگاہ میں کاملاً اور حقیقتاً نیک وہ ہے جو اوروں کو بھی نیک بنانے کی تڑپ رکھتا ہے۔ جو نیکی اپنے اندر گم ہو اور اس کی روشنی ارد گرد پھیل نہ رہی ہو تو یقین ممکن ہے کہ وہ محض فریب ہو۔ منفی یا لنگڑی لولی نیکی جو انسانیت کی خدمت سے قاصر ہو اس کا ہونا نہ ہونا برابر ہے۔ سورۃ العصر میں ارشاد ہے۔

وَالْعَصْرِ ۝ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ۝ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

Marfat.com

الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ

ترجمہ: زمانے پر غور کرو۔ یقیناً انسان گھاٹے میں ہے سوائے ان کے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے اور انہوں نے ایک دوسرے کو حق کی تلقین کی اور ایک دوسرے کو ثابت قدمی کی تلقین کی۔

نیکی کی تبلیغ کیلئے ضروری ہے کہ اسے بدی کی یورشوں سے محفوظ کر دیا جائے۔ جب تک برائی کا انسداد نہ ہو نیکی کی اشاعت مشکل ہوتی ہے۔ اس لئے اسلام میں برائی کو روکنے اور نیکی کو رائج کرنے کا حکم پہلو بہ پہلو ہے۔ اسے اَلْاَمْرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْيُ عَنِ الْمُنْكَرِ کہتے ہیں۔

ہر مسلمان اسلام کا مبلغ ہوتا ہے۔ اس کو طاقت بھر اسلام کی تبلیغ کرنی چاہیے جب تک قوم میں برائی کو روکنے والے افراد ہوں اس میں پنپنے کی صلاحیت زندہ رہتی ہے ملت میں تبلیغ و ارشاد اور تعلیم و تزکیہ کے فرائض انجام دینے والے گروہ کا وجود لابدی ہے۔ سورۂ آل عمران میں ارشاد ہے:

تم میں ایک جماعت ہونی چاہیے جو نیکی کی دعوت دے، بھلائی کی ہدایت دے۔ اور برائی سے روکے اور وہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔

ملت کی ذمہ داریاں اجتماعی ہوتی ہیں۔ فرد صرف اپنی اصلاح کر کے فرض سے سبکدوش نہیں ہو سکتا کیونکہ اس کی ہستی ملت سے وابستہ ہوتی ہے۔ وہ اس کے خیر و شر میں حصہ دار ہوتا ہے۔ اگر کوئی شخص اپنے گھر میں پورا اہتمام کرے اور باہر پورے محلہ میں عفونت پھیلی ہوئی ہو تو وہ کیونکہ اس کی بدبو اور ایذا سے محفوظ رہ سکے گا۔ اگر اس پاس انسانیت برائیوں میں لتھڑی ہوئی ہو تو اس سے نیک انسان بھی ضرر اٹھائیں گے۔ اس لئے جو آدمی نیکی سے پورا مستفیض ہونا چاہتا ہے اسے چاہیے کہ ماحول سے برائی دور کرنے اور نیکی پھیلانے [illegible]:

قسم اس کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ تمہیں نیکی کی ضرور ہدایت کرنی ہوگی اور برائی سے روکنا ہوگا۔ ورنہ عین ممکن ہے اللہ تم پر اپنی طرف سے عذاب بھیج دے۔ پھر تم اسے پکارو گے اور تمہیں جواب نہ آئے گا۔

اخلاق میں متعدی تاثیر ہوتی ہے۔ اچھے اخلاق کو دیکھ کر دل میں نیکی کا رجحان پیدا ہوتا ہے اور برے اخلاق والوں کے ہاتھوں اور لوگ بھی بدراہ ہو سکتے ہیں۔ اگر بدی کا قوت اور استقامت سے مقابلہ نہ کیا جائے تو اس کا دائرہ اثر نہایت تیزی سے پھیلنے لگتا ہے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ بالکل ترک کر دیا جائے تو بنو اسرائیل کی طرح اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوگا۔ اس کی تائید میں متعدد احادیث آئندہ صفحات میں آتی ہیں۔

آداب و مسائل آدمی بدی کا ارتکاب ہوتا دیکھے اور اپنے اندر طاقت پائے تو بدی کو بزور بازو روک دے۔ ورنہ زبانی وعظ و نصیحت وغیرہ سے کام لے اور اگر سمجھے کہ ایسا کرنا بھی ممکن نہیں تو کم از کم دل سے برا جانے مگر یہ ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہوگا۔ بعض صورتوں میں آدمی کو یہ نظر آتا ہے کہ اگر ظالم کا مقابلہ کیا تو جان چلی جائے گی لیکن اس سے اس کے ظلم پر کاری ضرب پڑے گی تو افضل یہ ہے کہ جان کی بازی لگا دے اور شہید ہو جائے۔

اگر برائی کا ارتکاب ہو چکے اور آدمی سمجھے کہ اب اس پر پردہ ڈالنے ہی میں بہتری ہے۔ ورنہ بے حیائی اور پھیلے گی تو اس کی پردہ پوشی کرے۔

Marfat.com

بَابُ الْاَمْرِ بِالْمَعْرُوْفِ

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ عَنْ رَسُوْلِ

ابو سعید خدری سے منقول ہے رسول اللہ

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ

کہا جس نے

صلی اللہ علیہ وسلم (روایت ہے) (کہ) آپ نے فرمایا کہ

رَاٰی مِنْکُمْ مُنْکَرًا فَلْیُغَیِّرْہُ بِیَدِہٖ

دیکھی تم سے برائی تو بدل دے اسے ساتھ ہاتھ اسکے

تم سے جو کوئی برائی دیکھے تو اسے ہاتھ سے درست کردے

فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِہٖ فَاِنْ

اور اگر وہ نہ کرسکا تو ساتھ زبان اس کی تو اگر

اور اگر اسکی طاقت نہ ہو تو اپنی زبان سے تو اگر اس کی (بھی)

Marfat.com

لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهٖ وَذٰلِكَ اَضْعَفُ الْاِيْمَانِ

اپنے استطاعت نہ ہوتی تو ساتھ دل اسکا اور وہ کمزور ترین ایمان

استطاعت نہ ہوتی تو اپنے دل سے (برا جانے) اور یہ کمزور ترین ایمان ہوگا۔

رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

تغییر: بدل کر اور کر دیا منکر کو متغیر کرنے سے مراد ہے اسے درست کرنا۔ فَلْيُغَيِّرْهُ: ف ز اور لیغیّر بدل ڈالے) ہٗ (اسے) استطاع: کرسکا یستطیع کرسکتا ہے لم یستطع نہ کرسکا۔

وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ قَالَ قَالَ

اور نعمان بن بشیر سے (روایت ہے)۔ انہوں نے کہا کہ

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

Marfat.com

مَثَلُ الْمُدْهِنِ فِي حُدُودِ اللّٰهِ وَالْوَاقِعِ

مثال لحاظ کرنے والا میں اور پڑنیوالا

اللہ کی حدود میں رعایت کرنے والے اور ان میں خلل انداز

فِيهَا مَثَلُ قَوْمٍ اسْتَهَمُوا سَفِينَةً فَصَارَ

ان میں مثال لوگ قرعہ ڈالا جہاز اور ہوا

ہونیوالے کی مثال ان لوگوں کی طرح ہے جنہوں نے ایک جہاز میں قرعہ ڈالا اور ان

بَعْضُهُمْ فِي أَسْفَلِهَا وَصَارَ بَعْضُهُمْ

بعض ان سے میں سب سے نچلا حصہ اسکا اور ہوئے بعض ان سے

میں سے بعض اسکے سب سے نچلے طبقے میں مقیم ہوگئے اور ان میں سے بعض اسکے سب سے اوپر

فِي أَعْلَاهَا فَكَانَ الَّذِي فِي أَسْفَلِهَا

میں سب سے اونچا حصہ اسکا تو جو میں سب سے نچلا حصہ اسکا

کے درجہ میں مقیم ہوئے تو جو اس کے زیریں درجہ میں تھا وہ پانی لے کر

يَمُرُّ بِالْمَاءِ عَلَى الَّذِينَ فِي أَعْلَاهَا

ساتھ پانی پر جو میں سب سے اونچا حصہ اسکا

ان کے پاس سے گزرتا تھا جو اس کے بالائی درجہ میں تھے۔

لہ مَرَّ گذرا۔ يَمُرُّ گزرتا تھا

فَتَأَذَّوْا بِهٖ فَأَخَذَ فَأْسًا فَجَعَلَ يَنْقُرُ

اور وہ رنجیدہ ہوئے بوجہ اسکے تو لی کلہاڑی اور لگا

اور وہ اسکی وجہ سے رنجیدہ ہوگئے تھے تو اس نے کلہاڑی لی اور جہاز کی زیریں سطح

أَسْفَلَ السَّفِينَةِ فَأَتَوْهُ فَقَالُوا مَا لَكَ

زیریں جہاز تو وہ آئے پاس اسکے اور کہا انہوں نے کیا تجھے

میں چلانے لگا تو وہ اسکے پاس آئے اور کہا، تجھے کیا ہوا ہے؟

قَالَ تَأَذَّيْتُمْ بِي وَلَا بُدَّ لِي مِنَ

کہا رنجیدہ ہوئے تم بوجہ میرے اور نہیں چارہ مجھے سے

اس نے کہا، تمہیں میری وجہ سے رنج ہوتا ہے اور مجھے پانی بغیر چارہ

الْمَاءِ فَإِنْ أَخَذُوا عَلَى يَدَيْهِ أَنْجَوْهُ

پانی تو اگر گرفت کی پر ہاتھ اسکے بچایا انہوں نے اسے

نہیں تو وہ اگر اس کا ہاتھ پکڑلیں تو اسے بھی بچالیں گے

وَنَجَّوْا أَنْفُسَهُمْ وَإِنْ تَرَكُوهُ أَهْلَكُوهُ

اور بچالیں جانیں ان کی اور اگر چھوڑدیا انہوں نے اسے ہلاک کیا انہوں نے اسے

اور اپنی جانوں کو بھی بچالیں گے اور اگر انہوں نے اسے چھوڑ دیا تو اسے بھی ہلاک کردینگے

لہ نَقَرَ چوٹ لگائی۔ سوراخ کیا جَعَلَ يَنْقُرُ چوٹ لگانے لگا۔ سوراخ کرنے لگا

وَاَهْلَكُوْا اَنْفُسَهُمْ رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ۔

اور ہلاک کیا انہوں نے ۔ جانیں ان کی

اور اپنے آپ کو بھی ہلاک کر دیں گے ۔ اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔

مُدْهِنِیْن: مُدْهِنْ، مُدَاهِنْ

مداہنت اور مدارات میں فرق یہ ہے کہ مداہنت سے مراد ہے لحاظ یا خوف کی وجہ سے برائی پر برا نہ کہنا اور مدارات کے معنی ہیں اپنے پر جبر کر کے دفع شر کی خاطر برداشت کرنا۔

وَقَعَ پڑا وَاقِعٌ پڑنے والا اَلْوَاقِعُ فِیْهَا اس میں پڑنے والا یا خلل انداز ہونے والا۔

سَهَمَ حصّہ اِسْتَهَمَ قرعہ ڈالا

اَسْفَلَ: سب سے نیچے ۔ زیریں حصہ۔

اَعْلٰی: سب سے اوپر ۔ بالائی حصہ ۔ چوٹی۔

اٰذٰی: ایذا دی ۔ دکھ دیا ۔ تَاَذّٰی ایذا پائی ۔ دکھ پایا ۔ رنجیدہ ہوا۔

اَتٰی آیا اَتَوْا وہ آئے اَتَوْهُ اس کے پاس آئے

نَجَا نجات پائی اَنْجٰی یا نَجّٰی نجات دلائی ۔ بچایا۔

وَعَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ قَالَ قَالَ

اور اسامہ بن زید سے (روایت ہے) ۔ انہوں نے کہا (کہ)

Marfat.com

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

یُجَاءُ بِالرَّجُلِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ

لایا جائیگا آدمی روز

ایک آدمی قیامت کے روز لایا جائے گا

فَیُلْقٰی فِی النَّارِ فَتَنْدَلِقُ اَقْتَابُہٗ

اور ڈالا جائیگا میں آگ اور نکل آئیں گی انتڑیاں اسکی

اور اسے آگ میں ڈالا جائے گا اور اس کی انتڑیاں

فِی النَّارِ فَیَطْحَنُ فِیْهَا کَطَحْنِ

میں آگ اور چکر کاٹیگا ان میں جیسے گھومنا

آگ میں نکل آئیں گی اور وہ ان میں چکر کاٹیگا جیسے گدھا

الْحِمَارِ بِرَحَاہُ فَیَجْتَمِعُ اَهْلُ

گدھا بہ چکی اس اسکا تو جمع ہوگا والے

چکی اس کے گرد چکر کاٹتا ہے۔ تو آگ والے اس کے پاس اکٹھے

Marfat.com

النَّارِ عَلَيْهِ فَيَقُولُونَ أَيْ فُلَانُ

اور کہیں گے اے

ہونگے اور کہیں گے اے فلاں! تیرا

مَا شَأْنُكَ أَلَيْسَ كُنْتَ تَأْمُرُنَا

کیا معاملہ تیرا کیا نہیں توتلقین کرتا تھا ہمیں

کیا معاملہ ہے؟ کیا تو ہمیں نیکی کی تلقین نہیں

بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَانَا عَنِ الْمُنْكَرِ

ساتھ نیکی اور منع کرتا تھا ہمیں سے برائی

کرتا تھا؟ اور ہمیں برائی سے (نہیں) منع کرتا تھا؟

قَالَ كُنْتُ آمُرُكُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَلَا

کہا میں تلقین کرتا تھا تمہیں ساتھ نیکی اور نہ

کہا، میں تمہیں نیکی کی تلقین کرتا تھا اور اسکے

آتِيهِ وَأَنْهَاكُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَآتِيهِ

آتا (تھا) اسکو اور منع کرتا (تھا) تمہیں سے برائی اور آتا (تھا) اسکو

قریب نہ آتا تھا اور تمہیں برائی سے روکتا تھا اور خود کرتا تھا

مُتَّفَقٌ عَلَيۡہِ -

مُتفق علیہ ہے ۔

جَاءَ بِ : لایا یَجِیۡءُ بِ لائے گا یُجَاءُ بِ : لایا جائے گا ۔ اَلۡقٰی ڈالا یُلۡقِیۡ ڈالے گا یُلۡقیٰ ڈالا جائے گا ۔
اِنۡدَلَقَ نکلا یَنۡدَلِقُ نکلتا ہے ۔
اَقۡتَابٌ جمع ہے قِتۡبٌ (انتڑی) کی ۔
رَحَیٰ چکی ۔
شَان : معاملہ ۔ ماجرا ۔ دھندا ۔
نَھَیٰ منع کیا یَنۡھیٰ منع کرتا ہے ۔

شرح

برائی سے روکنے اور نیکی کی تلقین کرنے کا بہت اجر ہے لیکن اس کے ساتھ خود بھی اپنی نصیحت پر عمل پیرا ہونا چاہیے ۔ ورنہ برائی کا پلڑ نیکی کے پلڑے سے بہت بھاری ہو جاتا ہے ۔

اَلۡفَصۡلُ الثَّانِی

حذیفہؓ سے (روایت ہے) کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ، قسم

Marfat.com

اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ تمہیں نیکی کی ضرور ہدایت کرنی ہوگی اور برائی سے ضرور روکنا ہوگا۔ ورنہ قریب ہے کہ اللہ تم پر اپنی طرف سے عذاب بھیج دے پھر تم اسے پکارو گے اور تمہیں جواب نہ آئے گا۔ اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

اور عرس بن عمیرہ رضی اللہ عنہ سے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (کی روایت ہے)۔ آپ نے فرمایا جب زمین پر کوئی برائی کی جائے اور اس کو دیکھنے والا اسے برا سمجھے تو وہ (موقع سے) غیر حاضر کی طرح ہوتا ہے۔ اور جو حاضر نہ ہو اور اس کو پسند کرے۔ تو وہ حاضر کی طرح ہوتا ہے۔ اس کی روایت ابو داؤد نے کی۔

اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے (روایت ہے) انہوں نے کہا (کہ اے لوگو! تم یہ آیت پڑھتے ہو: یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلَیْكُمْ اَنْفُسَكُمْ لَا یَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَیْتُمْ

اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے:

جب لوگ کوئی غیر شرعی بات دیکھیں اور اسے درست نہ کریں تو عین ممکن ہے کہ اللہ ان میں اپنا عذاب عام کر دے۔ اس کی روایت کی ابن ماجہ نے اور ترمذی نے اسے صحیح ٹھہرایا ہے۔ اور ابو داؤد کی ایک روایت میں ہے (جب وہ ظالم کو (ظلم کرتے) دیکھیں اور اس کا ہاتھ نہ پکڑیں تو عین ممکن ہے کہ اللہ ان میں عذاب عام کر دے۔ اور اس کی ایک اور (روایت) میں ہے "جن لوگوں میں بھی گناہ کئے جاتے ہوں اور وہ ان کو درست کرنے پر قادر ہوں۔ اور پھر انہیں ٹھیک نہ کریں تو عین ممکن ہے کہ اللہ ان پر عذاب عام کر دے" اور اس کی ایک اور (روایت) میں ہے "جن لوگوں میں گناہ کئے جا رہے ہوں اور وہ[1] ان گناہ کرنے

[1] یعنی وہ جو گناہ نہیں کرتے ہیں۔

والوں سے زیادہ ہوں گے

اور جریر بن عبداللہ سے روایت ہے ۔ انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ کوئی آدمی بھی لوگوں میں گناہ کرے اور وہ لوگ اس کو درست کرنے پر قادر ہوں اور وہ اسے درست نہ کریں تو مرنے سے پہلے ان پر ضرور عذاب پڑے گا ۔ اس کی روایت ابوداؤد اور ابن ماجہ نے کی ہے ۔

اور ابوثعلبہؓ سے اللہ کے اس قول کے بارے میں عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَنْ ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ روایت ہے ۔ انہوں نے کہا اللہ کی قسم! میں نے اس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تو آپ نے فرمایا بلکہ نیکی کی ہدایت دو اور برائی سے روکو اس وقت تک کہ تو دیکھے کہ بخل کی فرماں روائی ہے اور ہوائے نفس کی قیادت ہے اور دنیا کو ترجیح حاصل ہے ۔ اور ہر صاحب رائے اپنی رائے پر فریفتہ ہے ۔ اور تو دیکھے کہ اب تو تنہا چارہ ہے تو اپنی خبر رکھ اور عوام کی ہدایت چھوڑ دے کیونکہ تمہارے بعد صبر کے دن آئیں گے ۔ جس نے ان میں استقامت کی اس نے ہاتھ میں انگارے تھام لئے ۔ ان میں نیک عمل کرنے والے کو اس جیسا عمل کرنے والے پچاس آدمیوں کا اجر ملے گا ۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ان میں سے پچاس آدمیوں کا اجر؟ فرمایا تم میں سے پچاس آدمیوں کا سا اجر ۔ اس کی روایت ترمذی اور ابن ماجہ نے کی ۔

اور ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے ۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں عصر کے بعد خطبہ فرمانے کھڑے ہوئے ۔ قیامت تک ہونے والی ایسی کوئی چیز نہیں جس کا آپ نے ذکر نہ کیا ہو ۔ کسی نے

یاد رکھا اور کوئی بھول گیا۔ آپؐ نے اس میں یہ بھی فرمایا تھا، دنیا شیریں اور سرسبز ہے۔ اللہ تمہیں اس میں خلیفہ بنا کر دیکھ رہا ہے کہ تمہارے اعمال کیسے ہیں خبردار! دنیا سے تقویٰ رکھو اور عورتوں سے تقویٰ رکھو اور آپؐ نے فرمایا، قیامت کے روز ہر عہد شکن کے پاس اس کی دنیا کی عہد شکنی کے تناسب سے ایک جھنڈا ہوگا۔ متغلب امیر کی عہد شکنی سے بڑھ کر کوئی عہد شکنی نہیں ہوتی۔ اس کا جھنڈا اس کی اِست کے قریب نصب کیا جائے گا۔ تم میں کسی کو لوگوں کا خوف اس بات سے نہ روکے کہ اسے حق بات کا علم ہو اور کہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اگر بری بات دیکھے تو اسے درست کر دے۔ ابو سعیدؓ روئے اور کہا، ہم نے برائی دیکھی اور لوگوں کے خوف نے ہمیں اس میں کلام کرنے سے روکا۔ پھر (حضورؐ نے) فرمایا، بنو آدم مختلف درجوں میں پیدا کیے گئے ہیں۔ ان میں سے کوئی مومن پیدا ہوتا ہے، مومنانہ جیتا ہے اور مومنانہ مرتا ہے۔ ان میں سے کوئی کافر پیدا ہوتا ہے[1]، کافرانہ جیتا ہے اور کافرانہ مرتا ہے۔ ان میں سے کوئی کافر پیدا ہوتا ہے، کافرانہ جیتا ہے۔ اور مومنانہ مرتا ہے۔ (ابو سعیدؓ نے) کہا کہ (حضورؐ نے) غصہ کا ذکر فرمایا، ان میں سے کوئی جلد غصہ میں آتا ہے اور جلد ٹھنڈا پڑ جاتا ہے۔ تو یہ دونوں خصلتیں ایک دوسرے کا بدل ہیں۔ ان میں سے کوئی دیر سے غصہ میں آتا ہے اور دیر سے ٹھنڈا ہوتا ہے تو یہ دونوں خصلتیں ایک دوسرے کا بدل ہیں[2]۔ تم میں بہترین وہ ہیں جو دیر سے غصہ میں آتے ہیں اور جلد ٹھنڈے پڑتے ہیں۔ تم میں بدترین وہ ہیں

---

(۱) یعنی سنِ تمیز سے قبل ہی اس کا رجحان کفر کی طرف ہوتا ہے۔

(۲) یعنی ایک دوسرے کی تلافی کر دیتی ہیں۔

Marfat.com

سو جلد غصہ میں آتے ہیں اور دیر سے ٹھنڈے پڑتے ہیں۔ فرمایا: غصہ سے بچو۔ یہ آدمی کے دل پر روشن آگ ہے۔ کیا تم اس کی رگوں کے پھولنے اور اس کی آنکھوں کی سرخی کو نہیں دیکھتے ؟ جس کو اس کا احساس ہونے لگے تو لیٹ کر زمین کو لپٹ جائے۔ (ابوسعیدؓ نے کہا) اور حضورؐ نے (قرض کا بیان کیا اور فرمایا) تم میں سے کوئی عمدگی سے لوٹاتا ہے اور خود قرض خواہ ہو تو بد مزاجی سے مانگتا ہے۔ تو یہ ایک (خصلت) دوسری کی بدل ہے۔ اور تم میں سے کوئی بری طرح لوٹاتا ہے۔ اور خود قرض خواہ ہو تو اچھے طریقے سے تقاضا کرتا ہے۔ تم میں سے بہترین وہ ہیں۔ کہ جب ان پر قرض ہو تو اچھی طرح سے واپس کریں۔ اور خود قرضخواہ ہوں تو اچھے طریقے سے تقاضا کریں۔ اور تم میں بدترین وہ ہیں کہ ان پر قرض ہو تو بری طرح واپس کریں۔ اور خود قرضخواہ ہوں تو ناپسندیدہ طریقہ سے مانگیں۔ آپؐ نے اسوقت تک تقریر فرمائی کہ دھوپ کھجوروں کی چوٹیوں اور دیواروں کے کناروں پر جا پہنچی فرمایا: دنیا جتنی گزر چکی اس میں سے اتنی ہی باقی رہی ہے جتنا کہ یہ دن گزر کر باقی بچا ہے۔ اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

ابوالبختری سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحابؓ میں سے ایک شخص کی جانب سے (روایت ہے)۔ انہوں نے کہا (کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگ اس وقت تک برباد نہیں ہوں گے جب تک کہ گناہوں میں پورے آلودہ نہ ہوں۔ اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔

اور عدی بن عدی کندی سے (روایت ہے)۔ انہوں نے کہا (کہ) ہمارے ایک آزاد کردہ غلام نے ہم سے حدیث بیان کی ہے۔ کہ اس نے میرے دادا کو کہتے سنا (کہ) میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ اکثریت کو چند خاص لوگوں کے عمل پر سزا نہیں دے گا یہاں تک

کہ وہ اپنے یہاں برائی دیکھیں اور اسے برا بتانے پر قادر ہوں اور اسے برا نہ بتائیں۔ جب وہ ایسا کریں گے تو اللہ تعالیٰ اکثریت کو اور خاص لوگوں کو عذاب دے گا۔ اس کو شرح السنۃ میں روایت کیا ہے۔

اور عبداللہ بن مسعودؓ سے (روایت ہے)۔ انہوں نے کہا (کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب بنو اسرائیل گناہوں میں پڑنے لگے۔ تو ان کے علماء نے انہیں روکا۔ وہ نہ رکے تو ان کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے اور کھانے پینے لگے۔ تو اللہ نے ان کے دل باہم کر ملا دیے۔ اور اللہ نے انہیں داؤد اور عیسیٰ بن مریم کی زبانی لعنت کی ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ (انہوں نے) کہا (کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ اٹھ بیٹھے اور فرمایا (نجات) نہیں قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، یہاں تک کہ تم انہیں پوری طرح موڑ نہ دو۔ اس کی روایت کی ہے ترمذی نے اور ابوداؤد نے اور اس کی ایک روایت میں ہے (کہ آپؐ نے) فرمایا اللہ کی قسم! (نجات) قطعاً نہیں۔ تمہیں ضرور نیکی کی ہدایت دینا ہے اور برائی سے روکنا ہے۔ اور تمہیں ضرور ظالم کا ہاتھ پکڑنا ہے۔ اور اسے حق کی طرف پوری طرح موڑ دینا ہے اور اسے حق پر جمائے رکھنا ہے ورنہ اللہ تمہارے دل باہم کر ملا دے گا۔ اور تم پر لعنت کرے گا جیسے ان پر کی۔

اور انسؓ سے (روایت ہے) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس رات میری معراج ہوئی میں نے ایسے اشخاص کو دیکھا جن کے منہ آتشیں قینچیوں سے کترے جا رہے تھے۔ میں نے کہا: اے جبریل! یہ کون ہیں؟

لے۔ راوی نے۔

Marfat.com

اس نے کہا یہ آپ کی امت کے خطیب ہیں جو لوگوں کو نیکی کی ہدایت دیں گے اور اپنے تئیں بھول جائیں گے۔ اس کو روایت کیا ہے۔ شرح السنۃ میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں۔ اور اسکی ایک روایت میں ہے: اس نے کہا یہ آپؐ کی امت کے خطیب ہیں جو کہیں گے ویسا نہیں کریں گے۔ اللہ کی کتاب پڑھیں گے اور اس پر عمل نہیں کریں گے۔

اور عمار بن یاسرؓ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مائدہ آسمان سے روٹی اور گوشت کی صورت میں اترا اور انہیں حکم دیا گیا کہ خیانت نہ کریں اور دوسرے دن کے لئے بچا نہ رکھیں۔ انہوں نے خیانت کی اور ذخیرہ اندوزی کی اور دوسرے دن کے لئے اٹھا رکھا۔ تو انہیں بگاڑ کر بندر اور سور بنا دیا گیا۔ اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

عمر بن الخطابؓ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آخر زمانہ میں میری امت پر ان کے بادشاہوں کی طرف سے ایسی سختیاں نازل ہوں گی جن سے کوئی بچ نہ سکے گا سوائے اس شخص کے جس نے اللہ کے دین کو مانا اور زبان، ہاتھ اور دل سے اس کے لئے جہاد کیا تو یہ وہ شخص ہوگا جس کی سعادتیں اس سے پہلے پہنچ جائیں گی اور سوائے اس شخص کے جس نے اللہ کے دین کو جانا اور اس کی صداقت بیان کی اور سوائے اس شخص کے جس نے اللہ کے دین کو مانا اور اس کے بارے میں خاموش رہا۔ اگر اس نے کسی کو نیکی کرتے دیکھا تو اس پر اس سے محبت رکھی اور اگر کسی کو برائی کرتے دیکھا تو اس پر اسے برا جانا۔ تو وہ اپنی پردہ داری

Marfat.com

کی وجہ سے بخشا جائے گا۔

اور جابرؓ سے (روایت ہے) ۔ انہوں نے کہا (کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ عزّ وجلّ نے جبرئیل علیہ السلام کو وحی کی کہ فلاں شہر کو اس کے باشندوں سمیت تہ و بالا کر دو ۔ اس نے کہا اے رب! ان میں تیرا فلاں بندہ ہے جس نے ایک لمحہ بھی تیری نافرمانی نہیں کی ۔ (اللہ نے) فرمایا اس پر اور ان پر زیر و زبر کر دو ۔ اس کا چہرہ میری بابت ایک بار بھی ہرگز متغیر نہیں ہوا۔

اور ابوسعیدؓ سے (روایت ہے) ۔ انہوں نے کہا (کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ عزّ وجلّ قیامت کے روز بندے سے سوال کرے گا اور پوچھے گا کیا بات تھی کہ جب تو برائی دیکھتا تھا تو اس سے انکار نہ کرتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو حجت القاء کی جائے گی اور وہ کہے گا اے میرے رب! میں لوگوں سے ڈرتا تھا اور تیری آس رکھتا تھا۔

بیہقی نے ان تین حدیثوں کو شعب الایمان میں روایت کیا ہے۔

اور ابوموسیٰ اشعریؓ سے (روایت ہے)۔ انہوں نے کہا (کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم اس کی جس کے قبضہ میں محمدؐ کی جان ہے کہ معروف اور منکر دو پیکر ہیں گے۔ قیامت کے روز لوگوں کے سامنے کھڑے کئے جائیں گے۔ معروف اپنے اصحاب کو بشارت دے گا اور ان کو بھلائی کی امید دلائے گا۔ اور رہ گیا منکر تو وہ کہے گا دور ہو جاؤ، دور ہو جاؤ۔ اور وہ اس سے چمٹے رہنے کے سوا اور کسی بات کا یارا نہ پائیں گے۔ اس کی روایت احمد نے کی اور بیہقی نے شعب الایمان میں ۔

Marfat.com

عنوانات

عنوان	صفحہ
باب السلام	۳
معنی مفہوم	۴
تمہیدی مقالہ	۷
الفصل الاول	
خلق آدم علی صورتہ	۲۰
حضرت آدم علیہ السلام کا قد	۲۲
الفصل الثانی	
الفصل الثالث	
باب الاستئذان	۵۵
معنی ومفہوم	۵۵
تمہیدی مقالہ	۵۶
الفصل الاول	۶۴
الفصل الثانی	۷۰
الفصل الثالث	۷۱
باب المصافحۃ والمعانقۃ	۷۳
معنی ومفہوم	۷۳
تمہیدی مقالہ	۷۵
الفصل الاول	۷۹
الفصل الثانی	۸۳
باب القیام	۸۷
تمہیدی مقالہ	۸۷
الفصل الاول	۹۲
الفصل الثانی	۹۷
الفصل الثالث	۹۸
باب الجلوس والنوم والمشی	۱۰۰
تمہیدی مقالہ	۱۰۰
الفصل الاول	۱۰۵
الفصل الثانی	۱۱۰
الفصل الثالث	۱۱۴
باب العطاس والتثاؤب	۱۱۵
معنی ومفہوم	۱۱۵

عنوان	صفحہ
تمہیدی مقالہ	۱۱۶
الفصل الاول	
الفصل الثانی	۱۲۹
الفصل الثالث	۱۳۱
باب الضحک	۱۳۲
معنی و مفہوم	۱۳۲
تمہیدی مقالہ (خندہ و تبسم)	۱۳۳
الفصل الاول	۱۳۷
الفصل الثانی	۱۴۰
الفصل الثالث	۱۴۱
باب الاسامی	۱۴۲
معنی و مفہوم	۱۴۲
تمہیدی مقالہ	۱۴۷
کنیت	۱۵۲
دہر	۱۷۳
الفصل الاول	۱۸۳
الفصل الثانی	۱۸۷
باب البیان والشعر	۱۸۸
معنی و مفہوم	۱۸۸

عنوان	صفحہ
تمہیدی مقالہ (بیان اور شاعری)	۱۹۰
الفصل الاول	
الفصل الثانی	
الفصل الثالث	
باب حفظ اللسان والغیبۃ والشتم	۲۲۵
تمہیدی مقالہ	۲۲۶
الفصل الاول	۲۳۶
مایوسی کی ممانعت	۲۵۲
دورُخاپن	۲۵۵
قنّات	۲۵۷
صدق	۲۶۱
کذب	۲۶۴
مدّاحی کی ممانعت	۲۶۶
غیبت	۲۷۲
الفصل الثانی	۲۸۲
الفصل الثالث	۲۸۸
باب الوعد	۲۹۳
معنی و مفہوم	۲۹۳
ایفائے عہد	۲۹۴

Marfat.com

عنوان	صفحہ
الفصلُ الاوّل	۲۹۶
الفصلُ الثانی	۲۹۹
الفصلُ الثالث	۲۹۸
باب المزاح	۳۰۱
مفہوم	۳۰۱
شروط	۳۰۱
الفصلُ الاوّل	۳۰۲
الفصلُ الثانی	۳۰۴
بابُ المفاخرةِ والعصبية	۳۰۷
معنی ومفہوم	۳۰۷
الفصلُ الاوّل	۳۰۸
مفاخرت کی ممانعت	۳۱۱
الفصلُ الثانی	۳۲۰
الفصلُ الثالث	
بابُ البرِّ والصِّلة	۳۲۴
معنی ومفہوم	۳۲۴
الفصلُ اوّل	۳۲۵
والدین	۳۲۷

عنوان	صفحہ
اقارب	۳۳۷
الفصلُ الثانی	۳۶۰
الفصلُ الثالث	۳۶۳
بابُ الشفقة والرّحمة علی الخلق	۳۶۷
معنی ومفہوم	۳۶۷
الفصلُ الاوّل	۳۶۸
اولاد	
خدمتِ خلق	۳۷۹
اخوت	۳۸۹
ہمسایہ	۴۱۱
بابُ الحبِّ فِی اللهِ ومِنَ الله	۴۲۸
معنی ومفہوم	۴۲۸
تمہیدی مقالہ	۴۲۹
الفصلُ الاوّل	۴۳۲
الفصلُ الثانی	۴۴۶
الفصلُ الثالث	۴۴۹
بابُ ما ینھیٰ عنہ مِنَ التھاجُر	۴۵۲
والتقاطع واتباع العوراتِ	۴۵۲

Marfat.com

عنوان	صفحہ
معنی ومفہوم	۴۵۲
الفصل الاول	۴۵۴
الفصل الثانی	۴۶۷
الفصل الثالث	۴۷۱
باب الحذر والتانی	۴۷۲
معنی مفہوم	۴۷۲
اہمیت	۴۷۵
الفصل الاول	۴۷۵
الفصل الثانی	۴۷۸
الفصل الثالث	۴۸۰
باب الرفق والحیاء وحسن الخلق	
معنی ومفہوم	۴۸۱
الفصل الاول	۴۸۶
الفصل الثانی	۵۰۱
الفصل الثالث	۵۰۳

عنوان	صفحہ
باب الغضب والکبر	۵۰۶
معنی ومفہوم	۵۰۶
الفصل الاول	۵۱۱
الفصل الثانی	۵۲۷
الفصل الثالث	۵۲۸
باب الظلم	۵۳۰
معنی ومفہوم	۵۳۰
الفصل اول	۵۳۳
الفصل الثانی	۵۴۵
الفصل الثالث	۵۴۵
باب الامر بالمعروف	۵۴۷
معنی ومفہوم	۵۴۷
الفصل اول	۵۵۰
الفصل الثانی	۵۵۷
الفصل الثالث	۵۶۳

Marfat.com

تعلیم الحدیث

مشکوٰۃ ۔ کتاب الآداب

مع ترجمہ و تشریح

شیخ محمد اقبال ایم ۔ اے

علمی کتاب خانہ ــ اردو بازار ــ لاہور

Marfat.com